

سید خورشید حسین بخاری

میری لائبریری

# الحمال

سیرت، تخریج، تاریخ

حضرت مجدد الف ثانی کے

والد کے قادری مرشد کے سوانح

(ترمیم و اضافہ کے ساتھ)

میری لائبریری میں

آفسٹ طباعت

قیمت ————— ۱۰/۰۰

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے جو درویش، فقراء اور مبلغین بیرون ملک سے  
 تشریف لائے ان میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سرفہرست ہے حضرت شاہ کمال  
 قادری کیتھلی کا تعلق بھی حضرت غوث الاعظم کے خاندان سے تھا۔ آپ مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کے عہد کے آخری  
 دنوں میں عراق سے برصغیر میں تشریف لائے، اور بلوچستان، سندھ اور عمان کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت  
 کرتے ہوئے پنجاب کے شہر کیتھلی میں جا آباد ہوئے اور یہاں ایک مرکز کی تشکیل کی جہاں سے نور و عرفان کے  
 وہ سوتے پھوٹے جہوں نے ایک عالم کو متور کر دیا۔ لاکھوں غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے  
 اور ہزاروں گم گشتگانِ بادیہ ضلالت آپ کی توجہ سے راہِ راست پر آئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد  
 ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کابلیؒ اور پاکستان کے سابق وزیر اعظم بیگم یحیٰ خان کے مورث اعلیٰ کے علاوہ  
 بہت سے نامور اولیاء نے آپ سے براہِ راست فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی  
 نے سلسلہ قادریہ میں خلافت اور نسبتِ فردیت آپ ہی سے حاصل کی اور پھر عرفان و فیضان کا یہ سلسلہ  
 حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان میں بھی جاری ہوا۔

سلسلہ چشتیہ کے معروف بزرگوں حضرت شیخ عبدالقادر من گنگوی اور شیخ نلال الدینؒ  
 تھانیسری کے ساتھ آپ کی صحبتیں رہیں آپ ہی کے پوتے اور سلسلہ قادریہ کے مروجہ جلیل حضرت شاہ  
 سکندر کیتھلیؒ کے یہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ محمد طاہر سبکی لاہوریؒ ایسے عالی  
 مرتبت بزرگوں نے سلوک کی منزلیں طے کیں۔ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی کے افکار و خیالات نے  
 اس دور کے عوام و خواص کو بہت زیادہ متاثر کیا اور انہیں ایک انقلابی رنگ دیا۔ آپ نے سلسلہ  
 قادریہ کو برصغیر پاک و ہند کے علاوہ افغانستان، ترکی، روم اور عرب تک پہنچایا۔  
 حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی کے علمی و روحانی مرتبہ کے پیش نظر حضرت مجدد الف ثانیؒ

ایسے عظیم المرتبت بزرگ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:  
 درجہ بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے تو مجھے سلسلہ قادریہ میں حضرت غوث الثقلینؒ کے  
 بعد حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی، ایسی کوئی عظیم المرتبت ہستی کم ہی نظر آتی ہے۔ گو یا حضرت شاہ کمال قادری  
 کیتھلی کو وہ بزرگ مرتبہ حاصل ہے جس سے اوپر سوائے حضرت غوث الاعظمؒ کے کسی کا پایہ نہیں۔

اکمال

حضرت حمود کی بشارت ص ۱۲۶

اصلاح کتب خانہ  
دارالحدیث پاکستان

میری لائبریری

(۱۳۶)

# میری لائبریری میں تعمیر کردار شخصیت کے لیے دوسری کتابیں

## تاریخ ————— نفسیات

حلال و حرام قرآن کی روشنی میں، عطا اللہ چالوی

ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، محمد حسین ہیکل

عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، "

دس بڑے مسلمان، محمد اسماعیل پانی پتی

خالد سیف اللہ، ابوزید شلبی

المامون، مولانا شبلی نعمانی

الہارون، عمر ابوالنصر

الحسین، "

الزہرا، "

ابوزر غفاری، عبدالحمید جوڈہ السحار

امیر معاویہ، انیس زکریا

امام زین العابدین، عبدالعزیز سید الہل

سلطان محمد فاتح، محمد مصطفیٰ صفوت

دبذبہ سکندری، نور شید حسین بخاری

تذکرہ، ابوالکلام آزاد

تلویطہ، آر تھر ویگل

رابعہ بصری، دواد السکائینی

انالیس بڑے مسلمان، ڈیل کاریگی

ترقی کی راہیں، حکیم ڈاکٹر نعمان ساجد

روزمرہ نفسیات، محمد اکرم طاہر

دولت نامہ، "

زندگی کے موڑ پر، مرتب بشیر احمد چودھری

نفسیات کی روشنی میں، "

نفسیات اور عمل، "

ہماری عادتیں، ہمارے جذبات، دیانند ورا

جینے کی اہمیت، لن یوتنا تک

گنگو اور تقریر کا فن، ڈیل کاریگی

یٹھ بولیں جلاو ہے، "

پریشان ہونا چھوڑیے، "

شادی اور کامیابی، ایو سٹیس جیسر

بچے اودان کی تعلیم و تربیت، صوفی گلزار احمد

باس ماسک اور ٹیڈی ازم، محمد خاں اشرف

عبداللہ بن عباس، سلام اللہ صدیقی

روزانہ بچہ ایس گھنٹے کیونکر گزارا جائے، آرنلڈ منٹ

یسویں صدی کا فلسفہ، قاضی جاوید حسین

وجودیت، "



# الکمال

سوانح

حضرت شاہ کمال قادری کستھلی رح



تاریخ — تجزیہ — تنقید



سید خورشید حسین بخاری

مکتبہ میسرے لائبریری لاہور ۲



جملہ حقوق مع حق ترجمہ بحق مصنف محفوظ ہیں

دومیری لائبریری میں دوسری بار (باضافات جدید): ۱۹۶۶ء

ناشر و طابع: بشیر احمد چودھری

ڈاکٹر مکنتہ میری لائبریری لاہور

طابع: آئی بی بی پبلسرز لاہور ۲



چترانج دو دربانِ قادریہ کمالیہ سکندریہ

قدوة السالکین سید علی احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

---

کے نام

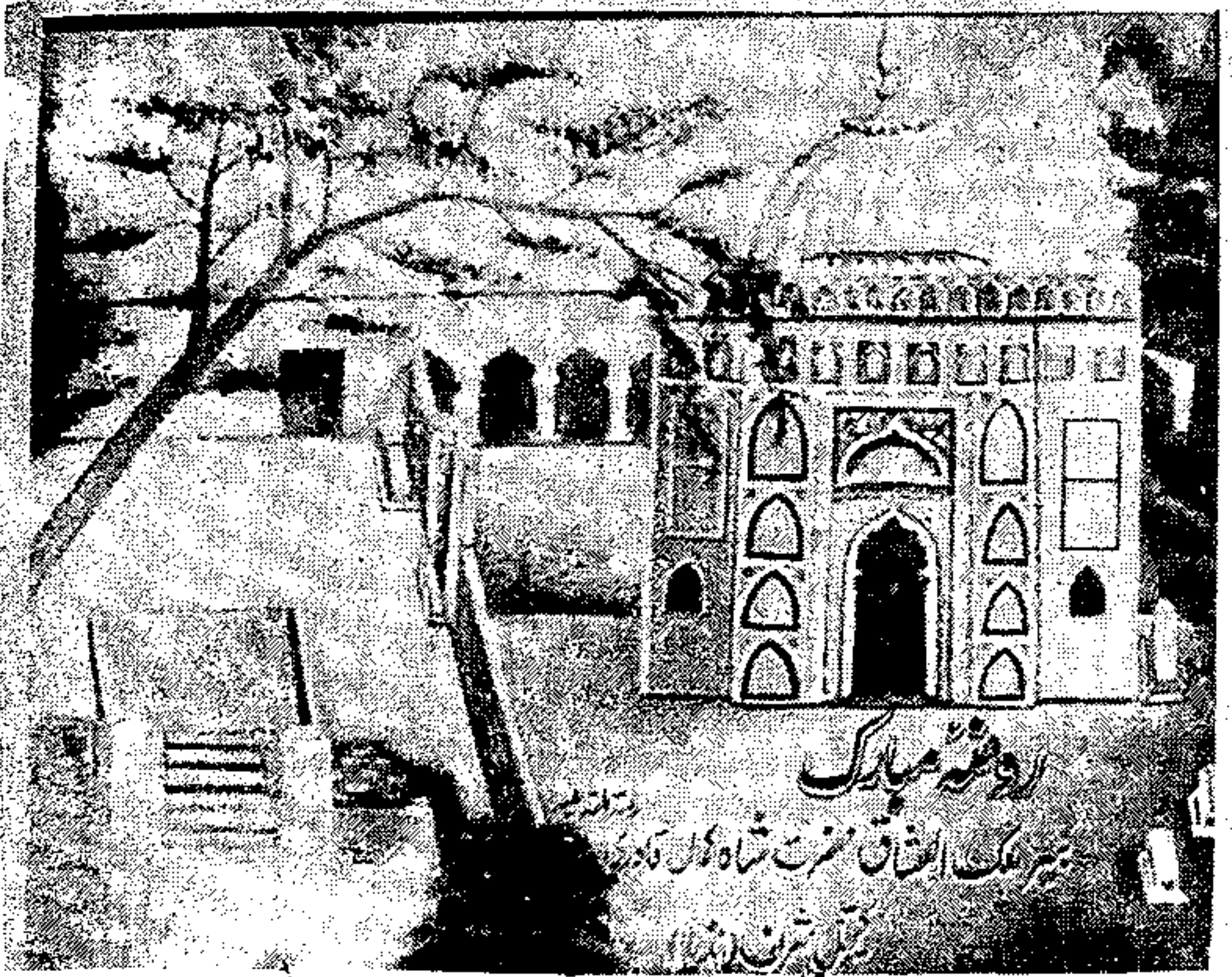
جو قیامِ پاکستان کے بعد کھپل سے ڈیرہ غازیخان

تشریف لائے اور یہاں خلقِ خدا کو فیضِ روحانی

سے سرشار فرماتے رہے۔ اور یہیں وصال فرمایا

آج بھی آپ کی ذات

عقیدت مندوں کے لیے روحانی تسکین کا باعث ہے



اردو شاعر میرا لک

میرزا ملک اشفاق حضرت شاہ کمال قادری

پندرہویں صدی

## معارف مولف

- پیدائش - ۵ اپریل ۱۹۲۳ء - بمقام تراڈری (مشرقی پنجاب)
- تعلیم - فاضل فارسی ایم اے و اردو - ایم اے (فارسی) ایم - او - ایل ایل بی - بی -
- پیشہ - ملازمت - پیکچر آرگورنٹ گورنمنٹ کالج و ٹانک کالج ٹنکانہ صاحب (ضلع شیخوپورہ)
- تالیفات - (۱) الکمال - سوانح حضرت شہ کمال قادری کتبیلی حج -
- (۲) ریاض التایخ زبائن اسلام زمانہ جاہلیت سے زمانہ سال تک - مسلم ممالک کی تاریخ کے بارے میں پہلی اردو کتاب -
- (۳) مطالعہ ادبیات ایران
- (۴) ترجمہ مکتوبات امام ربانی حضرت بجد النفاذ
- (۵) شعرائے کلاسیک فارسی
- (۶) ترجمہ گلستان سعدی -
- (۷) تاریخ فصاحت و بلاغت
- (۸) ترجمہ کمیائے سعادت
- (۹) بہترین اردو گرامر اینڈ کمپوزیشن
- (۱۰) دہلی کا آخری یادگار شاعرہ (مرتبہ)
- (۱۱) تذکرہ حضرت شاہ سکندر کتبیلی
- (۱۲) شاہانِ معلیہ کے مقدسی رجحانات (مستودہ کمال)
- (۱۳) پاکستان میں تصوف زیر ترتیب
- مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ۱۹۶۲ء سے اب تک ادبی اور تاریخی موضوعات پر بے شمار مضامین و مقالات اخبارات و رسائل میں چھپ چکے ہیں -



## ترتیب

۱۲۰	ملفوظات	۸	اظہار عقیدت
۱۲۳	اولاد امجاد	۱۱	پیش لفظ
۱۲۳	حضرت شاہ عماد الدینؒ	۱۵	دیباچہ طبع دوم
۱۲۴	حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلامؒ	۱۷	تعارف
۱۳۵	خلفائے کرام	۱۹	حسب و نسب شجرہ طریقت
۱۳۵	حضرت شاہ نور الدینؒ	۲۹	ولادت
۱۳۷	حضرت شاہ سکندر کبھلیؒ	۳۲	ابتدائی عمر اور تعلیم
۱۴۲	حضرت شیخ عبدالاحد سرسندیؒ	۳۷	مرشد کمال
۱۴۸	حضرت ملا مدرس سندھیؒ	۴۱	عظیہ شیخ
"	حضرت شیخ سبحانؒ	۴۵	پہرہ بان سفر
۱۴۹	حضرت شاہ یوسف بھکریؒ	۴۹	شہر کبھلی
۱۵۰	حضرت شیخ جلال الدین کبکھ ملتانؒ	۵۸	علم و فضل
"	حضرت شیخ فتح علی ابوالفتح سامانویؒ	۷۳	ایشیاء و استغناء
۱۵۱	حضرت شاہ ہاشم بنو قویؒ	۷۹	حلیہ اور لباس
۱۵۲	حضرت شیخ نور جلالؒ	۸۰	وصال
۱۵۳	حضرت شیخ طیبؒ	۸۴	مزار اور عرس
۱۵۴	حضرت قاضی عبدالرحمن دیپالپوریؒ	۱۰۱	کرامات
۱۵۵	حضرت باوا سیدیل واسؒ	۱۱۳	جلال
۱۵۸	باقی خلفاء	۱۱۹	تصرفات روحانی بعد از وصال

## اظہار عقیدت

شاہا بہ تھسار شوق مستم      بعشق تو مخسر از استم  
دل در طلب کمال مستم      من بوسہ زن در تو مستم

یا شاہ کمال گیر دستم

اے مرشدِ مرشدِ کمالی      محبوبِ جنابِ ذوالجلالی  
ابیر کرم ویم نورانی!      جسمِ کرمِ اہل جنابِ عالی

یا شاہ کمال گیر دستم

اے گوہرِ لجزہ شریعت      اے رہبرِ رہبرِ طریقت  
اے ہادیِ ہادیِ طریقت      چلویم ز تو رتبہ رفیعت

یا شاہ کمال گیر دستم

دستِ تو ز گفتم فزون است      قدرِ تو ز مدار کم برون است  
کوئین پیچتم تو ز بون است      حدِ نظرِ تو بے چگون است

یا شاہ کمال گیر دستم

اے مہرِ پیرِ نوحِ عظیم      ماہِ فلکِ و شاہِ معظّم  
اے بحرِ کرم و حسدِ کرم      در فتادریانِ کریم و اکرم

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

ذاتِ تو اسمِ باسْمی است      مرآتِ ضمیرِ تو محلی است  
جہمِ تو منورِ مصفی است      عرفانِ تو عالی و معلی است

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

ہستم بارادتِ مریدت      تو دولتِ مقیمِ آنسردیت  
من بندہ ہر روز از عقیدت      مانند غلامِ زرِ خریدت

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

در دو جهان اعانتم کن !      در کون و مکان حمایتم کن  
شاہِ جو شہاں رعایتم کن      در روزِ جزا شفاعتم کن !

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

زنگی بدلم ہنوز باقی !!      از صیقلِ لطفِ ساز صافی  
برجم چون جیبِ عاصی      یک چشمِ تو جبرِ تو کافی

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

نوحِ دو جہاں گرفت دستت      از باڈہِ خویشِ کردہ منتت  
دینِ گلِ زسیم او بر سنتت      دینِ موجِ زرِ بحرِ نوحِ ہستت

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

اے شاہِ سریرِ شد و ارشاد      من ز آن تو ام ترا کنم یاد !  
شور و شغبِ بہر دمِ افتاد      وقتِ بدداست روزِ امداد

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

اسم بخلانی رسول است      که اے شاہا سگی کی تو طول است  
 عرض تو مقبول رسول است      از میں تو مقصد حصول است!  
 یا شاہ کمال گیر دستم

(خواجہ عبدالرسول قادری فاضلی)

# پیش لفظ

ڈاکٹر رانا محمد بہاؤ الحق اشک

ایم اے (عربی)، ایم اے (اسلامیات) ایم اے (فارسی) ایم، اد، ایل (عربی)  
ایم اد، ایل (فارسی) پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مولوی فاضل، منشی فاضل ادیب فاضل  
ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن) صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج۔ لاہور

اے کہ آگاہ نہ عالم درویشاں را

توجہ دانی کہ چہ سودا سراسر استایشاں را

الحمد لله وكفى والقنطرة والسلام على رسول محمد المصطفى واصحابه  
مصابيح الدجى وعبادة الدين اصطفى۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان میں انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی شخص  
افضل نہیں کیونکہ یہ مقدس گروہ باہر گاہ ایزدی سے عامۃ الناس کی ہدایت کا براہ راست فرمان لے کر  
اہل دنیا پر اتمام حجت کیا کرتا ہے۔ ان کی تعلیمات کو ماننے والا نجات پاتا ہے اور نہ ماننے والا مورد عذاب  
الہی ہوتا ہے۔ نبوت جیسے جلیل القدر منصب کے لئے ایک ایسی پاکیزہ اور زبردست فطرت کی  
ضرورت ہے جو انوار الہی کے متحمل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اور تمام اخلاق حسنہ مثلاً دیانت، تقویٰ  
عبادت، خشیت، استقلال، صبر و رضا، رحم و مروت، علم و غیرت ایسے اوصاف میں اعلیٰ ترین نمونہ  
ہو۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ ایسے ہی کارناموں کا مرقع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو  
لوگ بلا واسطہ ان کی تعلیمات سے مستفیض ہوتے ہیں وہ نہ صرف خود انبیائے کرام کے نقش قدم پر

پورا پورا حق ادا کرنے ہیں بلکہ دین حق کی اشاعت میں جان توڑ کر کوشش کیا کرتے ہیں

ایسے گروہ کی بہترین مثال حضرات صحابہ کرام کا پاک گروہ ہے۔ جن کی شان میں سورہ فتح کی آخری آیات نازل ہوئیں۔ ان بزرگوں نے بلا واسطہ جناب پیغمبر علیہ السلام سے وراثت ظاہر و باطنی

کو حاصل کیا۔ اسی لیے علماء کو وَرَثَةُ الرَّسُولِ کہا جاتا ہے۔ مابعد کے علمائے امت و حقیقت

ورثۃ الانبیاء کے وارث ہیں۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا۔ اس وراثت کی مقدار میں فرقہ

آتا چلا گیا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جوں جوں مورث اعلیٰ کے بعد پشتیں زیادہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔

ہر ایک وارث کے حصے میں کمی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ جو کچھ اصحاب کرام

کو ملا تھا وہ بعد کے علمائے امت کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس

وراثت کی نوعیت کیا تھی۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلام کو جس طرح انسانی ہستی

کے ظاہری امور زندگی کی اصلاح تہ نظر ہے۔ اسی طرح وہ انسان کے باطنی کمال اور روحانی ترقی

کی بھی متکفل ہے۔ اس ظاہری اصلاح اور باطنی کمال کی غایت ایک ہی ہے۔ اس لیے یوں

کہنا چاہیے کہ وراثت مذکورہ کے دو حصے تھے۔ اور ہر دو کے وارث مختلف الفطرت

لوگ تھے۔ بعض نے وراثت ظاہری (سنت و فقہ) کا بیڑا اٹھایا اور بعض حضرات ہر دو پہلو میں

کامیاب نکلے۔ وارثان فقہ و سنت علمائے امت کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور تصفیہ باطن

کی مسند پر بیٹھنے والے اولیاء اللہ کہلائے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

”فتوحات“ میں لکھتے ہیں کہ ”وارثان انبیاء علماء اور اولیاء اللہ ہیں۔ اولیاء تو باطنی حالات اور

عینی احکام کے پاسبان و نگران ہوتے ہیں جو عوام کے فہم سے بالاتر ہیں۔ اور علماء شریعت کے

ظاہری احکام کے محافظ ہوتے ہیں جو بذریعہ افہام و تفہیم سمجھ میں آسکتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی انہیں علماء

میں سے بعض حضرات ایسے نکل آتے ہیں جو انبیائے کرام کی وراثت باطنی کے بھی مالک ہوتے

ہیں چنانچہ سلف صالحین میں ایسے بے شمار عالی رتبہ حضرات تھے جو علماء بھی تھے اور اولیاء بھی

مگر جب لوگوں کی عملی حالت میں فتور آنے لگا تو صرف علماء ہی پیدا ہونے لگے۔ ورنہ درحقیقت

علماء اولیاء اللہ ہی ہیں۔ سو موجودہ حالت میں ہر ایک ولی اللہ یقیناً عالم کہلا سکتا ہے مگر ہر ایک

عالم ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔“



پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ”دارشان انبیائے کرام سے تمام وہ لوگ مراد ہیں جن کے علم کو عقول و حواس ادراک نہیں کر سکتے۔ بلکہ عقول ان کے علم کو محال سمجھتی ہیں اور وہ لوگ دارشان انبیاء نہیں۔ جن کے علم کو بذریعہ عقول و حواس ادراک کیا جاسکتا ہے کیونکہ ایسے علم میں وراثت نہیں چلتی۔“

موجودہ دور میں جب کہ ہر طرف مادہ پرستی کا دور دورہ ہے اس قسم کے اولیائے کرام کا وجود عنقا ہو چلا ہے۔ تاہم کسی زمانے میں بھی حق صغیر ہستی سے پوری طرح محو نہیں ہو سکتا۔ اب بھی ایسے بزرگوں کا وجود پایا جانا ناممکن نہیں۔ لیکن ایسے حضرات کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے دیدہ بینا کی ضرورت ہے۔ جیسی تو کہا جاتا ہے ”دل را دلی مے شناسد“ چونکہ یہ ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔

اس لیے عوام الناس کو ایسا موقع بہت کم حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی کسی مرد کامل کو پہچان کر اس کے سامنے زانوئے ادب نہ کر کے اس سے تزکیہ و تصفیہ باطن کا طریقہ سیکھ لیں ایسے لوگوں کی سہولت کے لیے ضروری ہے کہ سلف صالحین میں سے جو حضرات اولیاء اللہ کے لقب سے مشہور اور مسلم سمجھے جاتے ہیں ان کے حالات عوام کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ وہ ان کی زندگی سے اپنی فطری استعداد کے مطابق کوئی عبرت یا درس حاصل کر سکیں۔ اس امر کی ضرورت اس وقت اور زیادہ ہے جب کہ آج کل کئی ایک ولی نما حضرات اپنے آپ کو ولایت کا علمبردار ظاہر کرتے ہیں اور اپنی مشیخت کا سکہ جھاتے پھرتے ہیں اور ان کی موجودگی میں جو اور گندم میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ ہے۔

دیوبند مردم نیا میزد مترس بل بترس از مردمان دیوبند سار

قاری اللہ ماسعی۔

اسی خیال کے پیش نظر تلمیذ عزیز سید نور شید حسین بخاری متعہ اللہ الباری بالعلم والعمل نے الکمال کے نام سے حضرت شیخ شاہ کمال قادری کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل یہ کتاب لکھ کر نہ صرف اپنا شوق دل پورا کیا بلکہ ایک دینی خدمت بجا لا کر زمانہ موجودہ کے نوجوانوں کے لیے ایک قابل تقلید مثال پیش کر دی ہے۔ اگر ہمارے تمام تعلیم یافتہ نوجوان اس قسم کی دینی خدمت سے اسی طرح سرشار ہو جائیں۔ تو کتنی خوشی کی بات ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء عناد عن سائر المسلمین۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی نئی بات نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ عزیز موصوف نے قریباً قریباً ان کے تمام ضروری حالات مختلف کتب سے اخذ کر کے تحریر کر دیئے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو متعدد جہت جہت مقامات سے دیکھا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ عزیز نے

خاصی محنت اور دلچسپی سے مختلف حالات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور غالباً حضرت موصوف پر جو ممکن مواد انہیں مل سکا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ شاید نزہۃ الخواطر مؤلفہ علامہ عبداللہ صاحب الحسنی لکھنوی (المتوفی ۱۳۴۱ ہجری) ان کی نظر سے نہیں گزری۔ یہ کتاب حیدرآباد دکن میں سات جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت موصوف کا ذکر چوتھی جلد کے صفحہ ۲۷ پر موجود ہے اور وہاں آپ کا سال وفات بحوالہ کتاب "عمر جہاں تاب" ۹۷۱ ہجری لکھا ہے۔ اس اختلاف تاریخ کا ذکر عزیز نے نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے صرف ۹۸۱ھ لکھا ہے اور بعض مادہ ہائے تاریخ بھی درج کیے ہیں۔ عزیز نے حضرت شیخؒ کی زندگی کے قریب قریب تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔ پھر بھی ممکن ہے کہ کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو لیکن اس سے عزیز مذکور کے خلوص، شوقِ دین اور محنت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ہمیں اس قسم کے نوجوانوں کی ہمت افزائی کرنی چاہیے جو موجودہ فاسد ماحول میں خود بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ ہدایت دکھانے پر کمر بستہ ہیں۔ امید ہے قارئین کرام کو اگر کتاب میں کوئی خامی یا نقص نظر آئے تو عزیز موصوف کی عمر علم اور تجربہ تصنیف و تالیف کے پیش نظر دامنِ عفو میں جگہ دیں گے۔

ان تجدیباً فسد خلا      جل من لا عیب فیہ و علا

گورنمنٹ کالج لاہور      خاک پائے درویشان

(رانا) محمد سہاہ الحق اشک کان اللہ



## دیباچہ طبع دوم

”الکمال“ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۷ء میں طبع ہوا تھا۔ قارئین اور ناقدین۔ دونوں نے اس کتاب کو تحسین و ستائش کی نظروں سے دیکھا اور ہماری کاوش کو سراہا چنانچہ بہت ہی قلیل عرصے میں اس کا یہ ایڈیشن ختم ہو گیا۔ اور اسے دوبارہ طبع کرنے کے لئے تقاضے پہ تقاضا ہونے لگا۔ ہمارا بھی ارادہ تھا کہ ابتداء میں کتاب چونکہ جلدی میں طبع ہوئی تھی اور کاغذ اور طباعت کا معیار بھی اتنا بلند نہ تھا، اس لیے اسے دوبارہ مزید تحقیق کے ساتھ مرتب کیا جائے۔ تاکہ اس میں صاحب تذکرہ، اُن کے معاصرین و اخلاف اور اُن سے متعلقہ مزید معلومات جامع طریقہ پر منضبط ہو جائیں لیکن چونکہ ”تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی“ کی ترتیب و تسوید کا کام بھی شروع تھا، اور ابھی اس سلسلے میں تحقیقی کام جاری تھا، اس لیے ”الکمال“ کی ترتیب نو کا معاملہ تعویق میں پڑا رہا۔ مزید برآں ہمیں بھی بعض ایسے حالات سے گزرنا پڑا، جن کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ بہر حال۔

”الکمال“ کی طبع ثانی کے لیے احباب کا اصرار پیہم بڑھ رہا تھا۔ اس لیے جب ”تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی“ پریس میں چلا گیا، تو زیر نظر کتاب پر نظر ثانی شروع ہوئی۔ اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

”الکمال“ کی پہلی اشاعت سے لے کر تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی کی ترتیب تک کے عرصے میں ہمیں بہت سے حضرات کے خطوط موصول ہوئے جن میں حضرات کیتھلی کے بارے میں بہت سی نئی معلومات بھی تھیں اور مفید مشورے بھی ادراسی دوران میں چن کر کتب بھی تصنیف ہو کر مارکیٹ میں آئیں انہی مشوروں اور نئی تصانیف کی روشنی میں ہم نے اس دفعہ ”الکمال“ میں معتد بہ اضافے کئے ہیں چنانچہ سالہا سلسلہ عالیہ قادریہ غوث ہمدانی حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت شاہ فیصل قادری تک خواجگان قادریہ کے حالات زندگی اور ان کے روحانی و عمرانی کارنامے بیان کئے ہیں کیتھلی شہر کے اُن دیگر بزرگان دین کا اجمالی تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو یا تو اس سرزمین میں آرام فرما رہے ہیں یا ان کا تعلق اس سرزمین سے تھا اور وہ دوسرے علاقوں میں

تبلیغ دین کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اولادِ اجداد کے عنوان سے ایک نیا باب قائم کر کے حضرت شاہ کمال کیتھی کی اولاد کا تذکرہ کیا گیا ہے حضرت شاہ کمال کیتھی کے بعد از وصال روحانی تصرفات پر بھی ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے حضرت شاہ سکندر کیتھی، حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام حضرت شاہ عبدالاحد کابلی سرہندی اور بادا ستیل داس (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مناقب اور دینی خدمات پر مشتمل ابواب بالکل نئے سرے سے لکھے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد مقامات پر عبارات میں ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ صاحب تذکرہ سے متعلق ہر بات کا احاطہ کر لیا جائے۔ اور ان کے بارے میں کوئی چیز بھی چھوٹے نہ پڑے۔ لیکن ”الانسان مدکب من التہود والنسیان“ کے مصداق ہم بھی سہو و خطا سے میرا نہیں، ممکن ہے زیر نظر تذکرہ میں کوئی واقعہ یا روایت درج ہونے سے رہ گئی ہو یا درج کرنے میں غلط ہو گئی ہو۔ ہمیں توقع ہے کہ قارئین ہماری کوتاہیوں سے چشم پوشی فرمائیں گے اور اگر اس کتاب میں انہی کوئی خامی نظر آئے تو اس کی نشاندہی کر دیں گے۔ اس کے لئے ہم ان کے ممنون ہوں گے اور ہر احسن تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔

ہم ان تمام مؤلفین و مصنفین کے شکر گزار ہیں جن کی تالیفات و تصنیفات سے ہم نے استفادہ کیا ہے اور ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

سید خورشید حسین بخاری

گورنمنٹ گورنمنٹ ڈگری کالج

۲۴/رجب ۱۳۹۴ھ ۲۶ جولائی ۱۹۷۴ء

نشانہ صاحب

## تعارف

بغداد کے وسیع و عریض شہر میں باہر کی طرف مشرقی جانب یگانہ روزگار حاجی حافظ سید عمر نامی ایک طبیب کا اچھا خاصہ کشادہ مکان تھا، موصوف نے خاندانی روایات کے مطابق بچپن میں حدیث، فقہ، اصول معقول و متفول اور فلسفہ کی تحصیل کی۔ اور قرآن مجید ایسی نعمت غیر منترقبہ سے بہرہ ور ہوئے۔ ان علوم میں وہ دستگاہ حاصل کی کہ ملک عراق میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، اولیٰ عظام، صوفیائے کرام، محدثین و مشائخین وقت آپ سے بارہ یک ترین مسائل میں صلاح مشورہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ ان مسائل کی گتھیوں کو اس طرح سلجھاتے اور بھاتے کہ وہ آپ کی اصابت رائے کے قائل ہو جاتے اور پہلے پر مجبور ہو جاتے نہ حقا اور جہان خلایق دانندہ این امر در روز تمہا توں مانندہ <sup>بہت</sup> قبیلہ من عالمان ہیں بودند کے مصداق آپ کا گھرانہ علمی و جاہلت اور مذہبی تقدیس کے لحاظ سے تمام بغداد میں ممتاز تھا۔ آپ کے خاندان میں علم پائے کے علمائے دین اور بلند مرتبہ اولیاء اللہ ہو کر رہے تھے جو علمیت و روحانیت کے لحاظ سے جامع اوصاف تھے اور یہ سب خدارسیدہ حضرات اپنے ہی خاندان کے بزرگوں سے علمی اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ اہل بغداد آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ کا طبابت کا کام بھی زوروں پر تھا۔

حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ آپ کے مشکوئے دولت میں پیدا ہوئے۔ حضرت اقدس کا پورا نام شاہ کمال الدین حسن ہے، اور الیہ الیرکات کنیت سلطان الاوقات قطب ارشاد وقت زمن، سید الکاہل دیال، سلب الاحوال، سلطان الساکین، غوث الآفاق اور کبیر ملک العشاق وغیرہ کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں جو قیامتے کا بیان کرتے ہیں۔ کہ آسمان پر قطب ارشاد کا نام عبد الہ یا عبد اللہ ہوتا ہے کائنات کی ہر شے اس کے اشارے پر کام کرتی ہے۔ اور یہ مرکز کائنات کے طور پر دور و نزدیک پر حاوی ہوتا ہے۔ چونکہ آپ قطب

ارشاد کے منصبِ جلیلہ پر فائز تھے۔ لہذا آپ کا ملکوٹی نام عبد اللہ یا عبد الرّب ہے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ مشرقی پنجاب کے علاقہ کیتھل میں گزرا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ جس کی وجہ سے کیتھل مشہور ہو گئے۔

آپ اپنے زمانے کے بڑے صاحبِ فیوض و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا طریقہ صبر و شکر، تہذیب و اتقا اور عشق و محبت الہی تھا۔ تھوڑا سا عرصہ بہت عزیز تھا۔ اور آپ ہر وقت یاد الہی میں مستغرق رہتے تھے ہندوستان اور دوردراز سے بیٹھار لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور فیوضاتِ ظاہری و باطنی سے مشرب ہونے، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو آپ سے بہت فروغ ہوا۔ آپ ہندوستان میں قادری سلسلے کے بانی اور بزرگ دیدہ بزرگ مانے جاتے ہیں۔ بیٹھار لوگوں کو آپ سے فیض و نعمت حاصل ہوئے اور آپ کے مریدین و خلفاء کے ذریعے مخلوق خدا کو بے حد فیض پہنچا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کابلی السمرندی نے آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ نسبت فریضت حاصل کی اور خلافت بھی پائی۔ اور پھر فیضانِ قادریہ کا یہ سلسلہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان میں شیخ عبدالاحد کابلیؒ اور حضرت شیخ آدم بنوریؒ رحمہم اللہ تعالیٰ کی وساطت سے جاری ہوا۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ سے بھی آپ کی صحبتیں رہیں۔ آپ نے اپنی علمیت اور روحانیت سے ان کی شخصیات کو متاثر کیا اور اپنی خاندانی شرافت، عورت نفس حفظ مراتب اور روحانی سر بلندی کی وجہ سے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ کی دعا سے پیدا ہوئے اور بعد میں وہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ سے بیعت ہو کر خرقہٴ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ان کے بچپن میں اپنی اُنکی چُبا کر فیضانِ روحانی سے نوازا تھا۔ اور ان کے عظیم المرتبت بزرگ ہونے کی خوشخبری بھی دی تھی۔ ایک طرف آپ نے اپنے عہد کی شخصیات کو متاثر کیا تو دوسری طرف آپ کی اولاد اجداد نے اپنے خلفاء مریدین اور معتقدین کی تربیت اس انداز سے کی کہ انہوں نے اپنی تعلیمات سے برصغیر ہند و پاک کی قسمت بدل دی۔ آپ کے اخلاف میں اردو اور فارسی زبان کے بلند پایہ ادیب اور صوفی شاعر ہوئے ہیں۔ اور انہی بزرگوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں دو قومی نظریہ کو نہ صرف رائج کیا۔ بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ مقبول بنا کر تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار بھی ادا کیا۔ غرض آپ آسمان معرفت کے آفتاب تھے اور آپ کی ضیائے

باطن سے ایک عالم منور ہوا۔ اور آپ کے علمی و عرفانی فیوض سے برصغیر پاک و ہند کے عوام و خواص نے بلا امتیاز مذہب و ملت استفادہ کیا۔

## حسب و نسب اور شجرہ طریقت

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ صحیح النسب ساداتِ عظام اور ادا ماجد حضرت غوث  
صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب بارہویں پشت میں حضرت  
سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ حضرت شاہ فضیل قادری عرت زندہ پیر سے بیعت تھے۔ اور انہی سے ترقی  
خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ کا شجرہ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت سید عبدالقادر جیلانی  
رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کو نسبت بیعت و اجازت حضرت شاہ فضیل سے انہیں حضرت  
شاہ گدار حمن ثانی سے انہیں حضرت شاہ شمس الدین عارف ثانی سے، انہیں حضرت شاہ  
گدار حمن یا خدا سے، انہیں حضرت شاہ شمس الدین صحرائی سے، انہیں حضرت شاہ عقیل سے  
انہیں حضرت بہاؤ الدین سے، انہیں حضرت عبدالوہاب سے، انہیں حضرت سید شرف الدین  
تفالی سے، انہیں حضرت عبدالرزاق سے، انہیں سیدنا عبدالقادر جیلانی سے، انہیں حضرت  
ابوسعید مخزومی سے، انہیں حضرت ابوالحسن ہنکاری سے، انہیں زینت ابوالفضل سے، انہیں  
حضرت ابولوسف طوسی سے، انہیں حضرت شیخ ابوبکر شبلی سے، انہیں حضرت جلدبغاڈی  
سے، انہیں ستری سقلی سے، انہیں حضرت معروف کرخی سے، انہیں حضرت نو ارضاء سے، انہیں  
حضرت امام کاظم سے، انہیں حضرت امام جعفر سے، انہیں حضرت امام باقر سے، انہیں حضرت  
امام زین العابدین سے، انہیں حضرت امام حسین سے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، انہیں  
سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

حضرت شاہ فضیل سے حضرت عبدالرزاق تک کے خواجگان قادریہ کا ذکر بہت کم  
تذکرہ میں ملتا ہے۔ لہذا یہ محل یہ ہوگا۔ اگر یہاں ان حضرات کا مختصر طور پر تذکرہ کر دیا جائے  
ان کے ساتھ ہی سالہ سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا تذکرہ بھی تمنا  
شامل کیا گیا ہے کہ اس کے بغیر بزرگان سلسلہ عالیہ قادریہ کا ذکر خیر نامکمل رہے گا۔

# ۱۔ غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

غوث محمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے بانی ہیں۔ آپ کی ولادت نیت میں ۱۱ ربیع الاول ۳۷۰ھ (۲ اکتوبر ۹۷۷ء بروز پیر) کو ہوئی یہ قصبہ بچرہ خزر کے جنوب میں گیلان کے قریب واقع ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے شانہ مبارک پر نبی اکرم کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا۔ آپ کے والد کا نام ابو صالح نجفی دوست اور والدہ کا نام فاطمہ اور کنیت ام الخیر ہے۔ آپ والد کی طرف سے حسنی الاصل سید والدہ کی طرف سے حسینی الاصل سید تھے۔ شجرہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اس طرح ہے۔ شہباز لامکانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی بن سید ابو صالح موسیٰ اجگی دوست بن حضرت ابو عبد اللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد نور بن سید داؤد بن سید موسیٰ بنانی بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ ثانی بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن شہنشاہ بن سیدنا امام حسین بن سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین) آپ کا نام عبدالقادر ہے۔ جیلان کی نسبت سے جیلانی کہلائے۔ پیران پیر دستگیر قطب ربانی غوث محمدانی، محبوب سبحانی غوث الاعظم غوث الثقلین غوث العلین، غوث الارض والسماء اور محی الدین وغیرہ کے القاب سے مشہور ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔

آپ کی ولادت سے تھوڑا عرصہ پیشتر آپ کے والد کا وصال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی نے آپ کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم انہی کے زیر اثر حاصل کی۔ اور اٹھارہ برس تک جیلان میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دوران تعلیم آپ کو ایک عجیب مشاہدہ ہوا۔ جب آپ مکتب میں جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلتا دیکھتے اور جب آپ مدرسہ پہنچتے تو ان صورتوں کو یہ کہتے سنتے کہ ”اللہ کے ولی کو جگہ دو۔ اللہ کے ولی کو جگہ دو۔“ گیلان میں تعلیم مکمل کر لینے کے بعد آپ نے تعداد شریف کا رخ کیا۔ یہاں آپ نے ابو الوفا علی بن عقیل جنبلی ابو غالب محمد بن حسن باقلانی، ابوسعید بن عبدالکریم، ابوالقناتم محمد بن علی بن احمد، ابوالحسن محمد بن قاضی ابویعلیٰ، شیخ ابوالخطاب محفوظ الکلوذاتی جنبلی، ابوالبرکات طلحہ العاقولی، ابو ذکریا یحییٰ بن علی تبریزی، ابوسعید بن مبارک فخری اور ابوالخیر حماد بن مسلم الدیاس ایسے نامور علماء اور محدثین سے تفسیر، حدیث، قرأت، لغت، فقہ، طریقت اور شریعت کے تمام علوم

حاصل کئے۔ اور وہ کمال حاصل کیا کہ روئے زمین پر آپ کا ثبانی نہ ملتا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے مجاہدات و ریاضات کی طرف توجہ دی چنانچہ ۴۹۵ھ سے ۵۲۱ھ (۱۱۰۲ء سے ۱۱۲۴ء) تک پچیس سال کی طویل مدت میں بہت سے جانکاہ مجاہدے کئے۔ اور زیادہ وقت جنگوں بیابانوں اور صحراؤں میں مجاہدے کرتے ہوئے گزارا۔ اس کے بعد آپ شیخ ابو سعید محرزوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت فرمائی۔ اور انہی سے ترقہ خلافت بھی پایا۔

خوش صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ بہت ہی پُر آشوب تھا۔ افریقہ سیاست پر بے شمار تبدیلیاں نمودار ہو چکی تھیں۔ خلافت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کی حالت بھی بہت نازک ہو گئی تھی۔ عالم اسلام تین حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ یعنی بنو امیہ، بنو قاطلہ بنو عباس۔ لیکن یہ حکومتیں اب برائے نام تھیں ان کے آخری حکمران کمزور اور نااہل ثابت ہوئے ان میں زمانے کے خلفشار اور بے چینی کو دور کرنے اور اسلام میں ایک نئی روح پھونکنے کی سکت بالکل نہ رہی تھی۔ اگرچہ ۳۹۹ھ سے ۴۹۹ھ (۱۰۰۹ء تا ۱۱۰۶ء) تک کے زمانے میں بغداد میں علامہ حطیب بغدادی، علامہ ابن جوزی اور امام غزالی ایسے جید علماء اور نامور محدثین و مفسرین نے اپنے طور پر ان پُر آشوب حالات کو درست کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ان کی یہ کوششیں بار بار نہ ہوئیں۔ اس زمانے میں حسن بن صباح اور اس کے ساتھیوں کا بہت زور تھا ان کی تحریک سے باطنی تحریک کے نام سے بھی یاد کیا جا رہا ہے کا مقصد یہ تھا کہ علماء و فضلاء کے وقت کے علاوہ نامور سیاسی شخصیتوں کو بھی قتل کر دیا جائے اور اہل سنت و الجماعت اور عباسی حکومت کو ختم کر دیا جائے مستزاد یہ کہ خلق قرآن کا مسئلہ اور معتزلہ کے عقائد بھی مسلمانوں کے لئے خطرہ بنے ہوئے تھے علمائے سوء نے اسلامی عقائد کی تاویل بالکل مختلف انداز میں کرنا شروع کر دی تھی۔ اس زمانے میں آل بویہ کو بہت عروج حاصل ہو چکا تھا عباسی خلفاء کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ ہر عام شیعہ مسلک کی تبلیغ کرتے تھے اور عباسی خلفاء خاموش تماشائی بنے سب کچھ دیکھتے لیکن ان کے خلات کوئی کاروائی نہ کر سکتے عضد اللہ ابو شجاع خسرو بویہ نے حکم دے دیا تھا کہ بغداد کے کسی محلے میں بھی کوئی داعظ صحابہ کرام یا خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب علی الاعلان بیان نہ کرے ورنہ اسے سزا دی جائے گی۔

حکمرانوں کی کمزوری باطنیوں کی چہرہ دستیوں اور علمائے سوء کی زبان درازیوں کے پیش نظر بہت سے علمائے وقت بغداد چھوڑ کر مختلف علاقوں میں چلے گئے تھے۔

ایسے حالات میں ضروری تھا کہ کوئی مرد خدا پیدا ہو تا جو ان حالات کو سدھارتا اور اسلام کو صحیح معنوں میں عوام اور ریاست میں رائج کرتا۔ سیدنا غوث اعظمؒ نے اپنی توجیہ اسی امر پر مرکوز کی اور اپنے خطبات اور تصانیف کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو عام کیا۔ آپ کی یہ کوششیں بار آور ہوئیں اور نہ صرف یہ کہ اسلام صحیح معنوں میں رائج ہوا بلکہ لاکھوں یہود و نصاریٰ نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ کی انہی خدمات کی بناء پر آپ کو محی الدین کہا جاتا ہے۔ آپ کے مشن کا آغاز ۱۴ شوال ۵۲۱ھ (۲۵ اکتوبر ۱۱۲۷ء) بروز منگل سے ہوا۔ جب آپ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں آپ کو لوگوں کو فسق و فجور اور گمراہی سے بچانے کے لئے وعظ و نصیحت کی تلقین کی اور آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن سات مرتبہ ڈالا چنانچہ آپ نے بیدار ہو کر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سب سے پہلے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ اپنے پیرومرشد حضرت ابو سعید مبارک خدریؓ کی خانقاہ میں شروع کیا۔ آپ کے کلام معجز بیان کی شہرت جلدی ہی چاروں طرف پھیل گئی۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کی مجلس میں شرکت کرنے لگے۔ آپ کا وعظ حکمت و دانش سے مہمور اور وجد آفرین ہوتا تھا۔ مجلس میں اکابر مشائخ عراق اور علمائے کرام کے علاوہ ملائکہ جنات اور رجال غیب بھی شرکت کرتے۔ آپ کے ایک شاگرد شیخ عبداللہ جیانی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زائد لوگ جو فسق و فجور میں مبتلا تھے، آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور ہزار ہا یہودی و نصرانی اسلام سے سرفراز ہوئے۔ ایک مجلس میں سیدنا غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ میرا قدم ہردلی کی گردن پر ہے۔ یہ سن کر شیخ علی بن ابی نصر الہیتی اُٹھے اور منبر پر چڑھ کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا۔ تمام حاضرین نے بھی ایسا ہی کیا۔ تذکروں میں ہے کہ رُوئے زمین کے تین سو تیرہ اولیائے کبار نے مختلف مقامات میں آپ کے ارشاد کے مطابق اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

سیدنا غوث صمدانیؒ کے مناقب اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر انہیں لکھا جائے تو کئی مجلدات درکار ہوں۔ یہاں آنا ہی کہنا کافی ہے کہ آپ تمام اولیاء اللہ میں ایک بلند مقام کے حامل ہیں اور تمام اولیاء اللہ آپ سے نبوض برکات حاصل کرتے ہیں۔ اور ولی کی ولایت کی تکمیل کے لئے آپ کی منظوری نظر کا ہونا ضروری ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ سیدنا غوث الاعظمؒ کے وسیلے کے بغیر کسی ولی کو مقام ولایت نہیں ملتا۔



سیرت و کردار کے لحاظ سے سیدنا غوث محمدانی تمام اولیاء اللہ میں ممتاز ہیں اگر ایک طرف آپ کے مسلمان معاصرین آپ کی تعریف کرتے ہیں تو دوسری طرف غیر مسلم بھی آپ کی توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ آپ اسلامی کردار اور حریت فکر کے پیکر تھے۔ آپ انتہائی کریم النفس، رقیق القلب، فراخ دل اور خوش اخلاق تھے۔ ساری عمر کسی بادشاہ، وزیر یا امیر کے دروازے پر نہ گئے اور نہ ہی عطیات شاہی قبول کئے۔ دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا سب غریبوں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیتے۔ گھر کا کام کاج خود کر لیا کرتے تھے۔

سیدنا غوث محمدانی نے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ اور اس طرح عوام الناس کو اسلامی افکار و عقائد سے روشناس کرانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ بہت سی کتب آپ کی یادگار ہیں جن میں سے یہ مشہور ہیں۔ غنیۃ الطالبین۔ فتوح الغیب، فتح ربانی، مکتوبات قطب محمدانی، دیوان پیران پیر، قصیدہ غوثیہ، چہل کاف، جلال الخاطر فی الباطن والظاہر، بواقیت والحکم۔ ایسوع شریف، درود کیریت احر، سیدنا غوث محمدانی نے ۸ ربیع الثانی ۵۶۱ھ (۱۱ فروری ۱۱۶۶ء بروز جمعہ المبارک) کو بغداد شریف میں وصال فرمایا جہاں آپ کا مزار شریف آج بھی رشد و ہدایت اور عرفان الہی کا مینار ہے۔

سیدنا غوث جیلانی نے مختلف اوقات میں چار شاہدیاں کہیں۔ ان ازواج سے آپ کے ہاں بیس لڑکے اور اتیس لڑکیاں پیدا ہوئیں جو سب کے سب پیدائشی ولی اللہ تھے۔ اور اپنے زمانے میں یہ حضرات اپنے مواضع حسنہ اور عمل کردار سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے۔ البتہ آپ کی اولاد میں سے جن صاحبزادوں کو شہرت و نام حاصل ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ سیف الدین، عبد الوہاب، شیخ تاج الدین، عبد الرزاق، شیخ شرف الدین، عیسیٰ، شیخ ابواسحق، ابراہیم، شیخ ابو بکر، عبد العزیز، شیخ ابو زکریا، شیخ عبد الجبار، شیخ بونصر موسیٰ، شیخ ابوالفضل محمد اور شیخ عبد اللہ۔ سیدنا غوث جیلانی سے پہلے تصوف کے بہت سے سلسلے موجود تھے۔ مثلاً ادرہمینیہ طیشوریہ، لوزیہ، تستریہ، قزاریہ، چکمیہ اور جنیدیہ وغیرہ۔ لیکن سیدنا غوث جیلانی نے جن کا سلسلہ جنیدیہ سلسلہ سے وابستہ تھا) ایک نئے سلسلہ مسلوک یعنی سلسلہ قادریہ کی بنیاد رکھی جس کے آگے سلوک کے تمام سلسلوں کی رونق ماند پڑ گئی۔ اور آہستہ آہستہ وہ لوگوں کے ذہن سے بھی اُتر گئے۔ سلسلہ قادریہ کو سلوک کے تمام سلسلوں کی نسبت بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ اور اس کی بہت سی شاخیں دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں موجود ہیں۔ دوسرے سلسلوں کے بزرگوں نے بھی سلسلہ

قادریہ سے منسلک ہونے کو باعث فخر سمجھا ہے۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو کسی قسم کا خوف اور نگرہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کی نسبت حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے ہوجاتی ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ نہ

مُرِيدِي هُمْ وَطِبَ فَاَشْطَحُ وَ اَغْنِي ۞ وَ اِنْعَلُ مَا اَنْشَاءُ بِالْاِسْمِ عَالٍ

میرے مریدوں کو عزم و ہمت سے کام لو، خوش رہو، غنی ہو جاؤ، کسی سے مت ڈرو، جو چاہو کرو، کیوں کہ تمہاری بیعت کی نسبت میرے نام سے ہے جو عظیم و بزرگ ہے

اور اسی طرح نہ

مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللّٰهُمَّ رِيْحِي ۞ عَطَانِي رِقْعَةً نُّنْتُ الْمَنَالِ

میرے مریدوں کو کسی سے خوف مت کرو۔ کہ اللہ میرا پروردگار ہے، اور اس نے اپنی مہربانی و عنایت سے مجھے ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ کہ میں اس سے ہر آرزو اور دولت کو حاصل کر سکتا ہوں)

اس سلسلے کو ثبات دوام حاصل ہے۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ جس طرح اس کے سامنے سلوک کے پچھلے سلسلے پھل پھول نہ سکے اسی طرح اس سلسلہ پر زمانہ کے سرد و گرم کا کوئی اثر نہ ہوگا بلکہ یہ سلسلہ تا ابد قائم و دائم رہے گا۔ غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ۵

اَقْلَتُ شَمْسُ الْاَقْلَبِ وَ تَمْسُنَا ۞ اَبْدًا عَلٰى اَفْقِ الْاَعْلٰى لَا تَغْرِبُ

رگزشتہ تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارا آفتاب ہمیشہ آفتق اعلیٰ پر چمکتا رہے گا اور غروب نہ ہوگا۔

سلسلہ قادریہ کی ایک خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے فروغ میں سینے سے زیادہ حصہ ان اکابر امت کا ہے جو نسبتاً بھی صاحب سلسلہ یعنی غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ بڑے صغیر پاک و ہند میں ایسے بزرگوں میں حضرت شاہ کمال قادری کینٹھلی، حضرت شاہ سکندر کینٹھلی اور ان کے اخلاف، حضرت مخدوم محمد گیلانی، حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی، حضرت سید حامد گنج بخش، اور حضرت شاہ موسیٰ پاک شہید رحیم اللہ تعالیٰ کے نام نمایان طور پر لے جاسکتے ہیں جنہوں نے بڑے صغیر پاک و ہند میں اس سلسلہ سلوک کو فروغ دیا۔ اور اسلام کی تبلیغ کر کے یہاں کی کثیر غیر مسلم آبادی کو مسلمان کیا۔

## ۲۔ حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق قدس سرہ

آپ کی کنیت عبدالرحمن اور ابو الفرج ہے۔ آپ غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند دلبند تھے۔ ۵۲۸ھ (۱۱۳۳م) میں پیدا ہوئے۔ مروجہ علوم کی کتابیں اپنے والد گرامی سے سینفاً سبقاً پڑھیں۔ اور انہیں سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا حدیث کی تعلیم اپنے والد ماجد کے علاوہ وقت کے نامور محدثین سے حاصل کی۔ ولایت و امامت میں نہایت بلند درجات کے حامل تھے اور اپنے وقت کے علماء و صلحاء میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ علوم عقلی و نقلی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ جلیل القدر زبردست فقیہ اور عظیم المرتبت محدث ہونے کی وجہ سے تاج الدین کہلائے اور امام وقت تسلیم کئے گئے۔ آپ کی علمیت کے پیش نظر آپ کو عراق کا مفتی مقرر کر دیا گیا تھا گوشہ نشینی بہت پسند تھی منکر المزاج اور صابر و شاکر تھے۔ آپ ہی نے حضرت غوث الاعظمؒ کے ملفوظات کو "جلاء الخواطر" کے نام سے جمع کیا ایک روز اپنے والد ماجد کی محفل میں تھے۔ آسمان پر مردانِ غیب کو جانے ہوئے دیکھ کر ڈرنے لگے۔ والد بزرگوار نے فرمایا "عبدالرزاق ڈرو نہیں یہ رجال الغیب ہیں۔ اور تو بھی انہی میں سے ہے" اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزند عطا کئے تھے، جو سیرت و اخلاق حسن و کردار اور علم و فضل میں بے مثال تھے۔ سید عبدالرزاق کا وصال ۴ شوال ۵۹۵ھ (۱۱۹۹م) بروز اتوار کو ہوا جنازہ پر فقید المشال ہجوم تھا اس لئے نماز جنازہ بار بار پڑھی گئی مزار پر انوار بغداد شریف میں ہے منکر المزاج، متواضع طبع اور پاکیزہ اخلاق بزرگ تھے۔ آپ کے بارہ خلفاء میں سے حضرت شاہ شرف الدین بہت مشہور ہوئے ہیں۔

## ۳۔ حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہ

آپ بغداد میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے مناسبت ہے چونکہ طبیعت میں جلال کا عنصر غالب تھا اس لئے قال کے لقب سے مشہور ہوئے علم و عمل میں امتیازی شان کے مالک تھے، شریعت و طریقت کے ماہر تھے انشا پر دازی میں کمال حاصل تھا۔ شعر گوئی اور ادبی ذوق کے لحاظ سے بھی منقرہ تھے عمر کا بیشتر حصہ اپنے مرشد کی صحبت میں بسر کیا۔ حضرت سید عبدالرزاقؒ فرمایا کرتے تھے کہ خالق حقیقی نے ہم کو اور خلقت

میں مشغول کیا۔ اور شرف الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے۔ آپ کو اویسیہ طور پر فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضان حاصل تھا۔

”خطہ پاک اور بیچ کے مصنف نے خانوادہ گیلانیہ و سلسلہ عالیہ قادریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولین بزرگ شیخ عیسیٰ تھے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت شیخ عیسیٰ شرف الدین قتالؒ کے لقب سے مشہور تھے آپ کا قیام کچھ عرصے تک سندھ کے مشہور تاریخی شہر ”مالہ“ میں رہا مندرجہ ذیل تصنیف سے بھی ایسا ہی مترشح ہوتا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے صاحبزادے تھے، حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں رہ کر تمام علوم حاصل کئے تھے۔ اور حدیث و فقہ و وعظ کا درس دیا کرتے تھے۔ تصوف کے موضوع پر ایک کتاب جو اہل الاسرار آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے اس سے آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ ہو سکتا ہے بقول مفتی غلام سرور حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فتوح الغیب آپ کے لئے ہی تصنیف فرمائی تھی۔ آپ نے ۱۶ شعبان المعظم ۵۶۳ھ (۱۶ جنوری ۱۱۶۷ء) بروز منگل کو وصال فرمایا مزار شریف بغداد کہنہ میں مرجع امام ہے آپ کے خلفاء کی تعداد دس بتائی جاتی ہے۔

## ۴۔ حضرت شاہ عبدالوہاب قدس سرہ

آپ حضرت شرف الدین عینی قتال کے نامور خلیفہ تھے۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ تمام وقت ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کرتے اپنے وقت کے یگانہ روزگار عالم تھے آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں معتکف رہتے تھے۔ عیدین اور جمعۃ المبارک کے سوا کبھی کسی ضرورت سے باہر نہ نکلتے آپ کی ذات سے بے شمار مخلوق خدا فیوض علی دروہانی سے بہرہ ور ہوئی سینکڑوں علمائے عصر نے آپ سے کسب فیض کیا۔ عمدہ عادات و اطوار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ خوش گفتار اور رحم دل تھے سخی اس درجے کے تھے کہ غریب اور مساکین کی پرورش فرماتے۔ طویل عمر پا کر ۷۵ شوال المکرم ۶۳۳ھ (۲۵ مئی ۱۲۰۶ء) بروز بدھ کو موضع بیبوع سرزمین عرب میں وصال فرمایا اور یہیں آسودہ بخواب ہیں۔ آپ کے سولہ خلفاء ہوئے ہیں۔

## ۵۔ حضرت شاہ بہاؤ الدین قدس سرہ

آپ حضرت شاہ عبدالوہاب کے کامل ترین اور عزیز ترین خلفاء میں سے تھے۔ اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر ظاہری اور باطنی فیوض سے بہرہ مند ہوئے۔ بچپن ہی سے عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ تسخیرِ قلوب کا سیکہ قدرت کی جانب سے عطا ہوا تھا۔ مرشد کی ہدایت پر بمبئی میں قیام فرمایا، اور یہاں آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ ہزاروں مشرکین اور کفار نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ادبے شمار گم کردہ راہ آپ کی تبلیغ سے راہِ راست پر آئے۔ ۱۸ رمضان المبارک ۱۰۲۲ھ وہ جون ۱۸۳۳ء بروز پیر کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ مزار مبارک قلعہ بمبئی میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ کے آٹھ خلفاء کے نام ملتے ہیں جن میں سے حضرت شاہ عقیل نے بہت نام پیدا کیا۔

## ۶۔ حضرت شاہ محمد عقیل قدس سرہ

حضرت شاہ بہاؤ الدین کے خلیفہ اجل تھے اور اپنے پیر و مرشد سے بہت ہی زیادہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں وجید العصر تھے۔ جذب و استغراق غالب تھا۔ حالتِ جذب میں جنگل میں چلے جاتے اور مراقبہ اور مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ جلال کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص قریب نہ جاسکتا تھا عمر کا بیشتر حصہ بخارا میں گذرا ایک مرتبہ امیر بخارا جب آپ کی زیارت کی غرض سے حاضر خدمت ہوا تو آپ نے حاضرین مجلس کی موجودگی میں اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے بادشاہ! بڑھاپے میں بھی تیرا دل خدا کے خوف سے خالی ہے۔ رعایا پر جو کہ بمنزلہ اولاد کے ہے سختی کرتا ہے، بادشاہ پر ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ دیر تک روتا رہا اس نے ظلم و تعدی سے توبہ کر لی اور آپ کی صحبت کے اثر سے وہ عاجز و خاکسار بن گیا۔ آپ کا وصال ۱۶ رمضان المبارک ۱۰۲۲ھ بروز ۲۳ فروری ۱۸۳۲ء بروز ہفتہ کو ہوا۔ مزار شریف بخارا کی سرحد پر موضع کوکان میں واقع ہے کہ جہاں ہر وقت خلق خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ کو روحانی فیضان سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی حاصل تھا۔ آپ کے خلفاء کی تعداد چھ ہے جن میں سے حضرت شمس الدین صحراؤی خلیفہ اکبر تھے۔

## ۷۔ حضرت شاہ شمس الدین صحرائی قدس سرہ

آپ بڑے جلیل القدر عالم اور صاحب ارشاد و طریقت بزرگ تھے۔ فقہ، حدیث، اور تفسیر کے بہت بڑے علامہ تھے۔ آپ کا قیام سمرقند کے قریب صحرائی قصبہ میں تھا۔ چنانچہ صحرائی مشہور ہوئے۔ امیر سمرقند اکثر آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کے پند و نصائح کو اپنے لئے موجب افتخار تصور کرتا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت بابرکت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ شب و روز خلق خدا کی ہدایت و اصلاح میں کوشاں رہے۔ بے شمار بندگان خدا آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ یکم ربیع الثانی ۸۱۹ھ (۲۹ مئی ۱۴۱۶ء بروز جمعہ) کو واصل بحق ہوئے۔ صحرائی سمرقند میں آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہِ خلّاق ہے۔ آپ کے چھ خلفاء میں سے حضرت شاہ گدار جمن با خدا نے بہت نام پایا۔

## ۸۔ حضرت شاہ گدار جمن با خدا قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ علم ظاہری و باطنی میں کامل و اکمل تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ کشمیر کے مشائخ عظام میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔ مناسک حج ادا کرنے کے بعد اپنے مرشد کے فرمان پر کشمیر کے خطہ بے نظیر میں اقامت اختیار کی۔ یہ خطہ اسلام کی ترقی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی تبلیغی کوششوں کے لئے آپ کا مرکز ہون منت ہے۔ یہاں آپ کی بدولت بہت سے گم گشتہ راہ لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ لوگ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ نے عراق و عجم کی سیاحت بھی کی۔ دوران سیاحت حضرت شیخ شمس الدین ثانیؒ آپ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوئے۔ بعد از بیعت فرقیہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت شیخ شمس الدین ثانی کے علاوہ آپ کے پانچ اور خلفاء کا پتہ چلتا ہے آپ نے ۱۳ جمادی الاول ۸۸۰ھ (۲۴ اکتوبر ۱۴۷۵ء بروز جمعرات) کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک سرینگر میں مسجد بلند سرخ کے نزدیک ہے۔

## ۹۔ حضرت شاہ شمس الدین ثانی عارف قدس سرہ

آپ حضرت گدار حمن با خدا کے اُن نامور خلفاء میں سرفہرست ہیں۔ جن کے فیض روحانیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو علاقہ طبرستان میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ غایت درجہ پیدلاری و ذکر و فکر سے آپ کا رُواں رُواں ذکر میں مشغول رہتا۔ آپ کی نگاہ میں غضب کی تاثیر تھی۔ بیمار اور اپانج آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے شفا یاب ہوتے۔ ۶ صفر المظفر ۹۱۲ھ (۲۳ ستمبر ۱۴۹۸ء بروز اتوار) کو آپ کا وصال طبرستان کے مقام پر ہوا۔ جہاں آپ کا مزار اب بھی عوام و خواص کے لئے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ آپ کے سولہ جلیل القدر خلفاء ہوئے۔

## ۱۰۔ حضرت شاہ گدار حمن ثانی قدس سرہ

آپ پر حضرت شمس الدین ثانی کی نظر خاص تھی۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات کے جامع اور صوری و معنوی خوبیوں کے حامل تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد سلوک و معرفت کی تربیت حضرت شمس الدین ثانی سے پائی۔ جو شخص آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا وہ بہت جلد ادرج طریقت پر پہنچ کر مرتبہ حضوری حاصل کر لیتا۔ آپ کی ذاتِ بابرکات سے پشمار شدگان خدا نے استفادہ کیا۔ ہزاروں گم گشتگان بادیہ ضلالت کو راہِ نجات اور صراطِ مستقیم کی دولت ملی ۱۲ ربیع الاول ۹۱۴ھ (۹ جون ۱۵۱۱ء بروز پیر) کو وصال فرمایا۔ مزار شریف خیبر پالائے اوسط میں واقع ہے آپ کو اویسیہ رنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض تھا آپ کے خلفاء کی تعداد بائیس بتائی جاتی ہے۔

## ۱۱۔ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ

آپ حضرت شاہ کمال کینٹھلی کے چچا اور مرشد تھے تفصیلی ذکر کے لئے ملاحظہ ہو یا اب بعنوان مرشد حضرت شاہ کمال۔

## ولادت

۸۹۵ ہجری کی ۳۳ شوال المکرم ۲۰ اگست ۱۴۸۹ء تھی۔ اور جمعۃ المبارک کا روز مسعود

یہ جمعہ ریا جین مسرت و انبساط خانہ عمر میں لے کر داخل ہوا۔ خورشید نے سنہری تھالی میں سجا کر روپہلی و سنہری شعاؤں کا حسین امتزاج پیش کرنے کے لئے پیش قدمی کی، نہالان چین لالہ گل شگوتے برگ و بار اور بلند و بالا اشجار ان کا استقبال کرنے کے لئے آگے بڑھے نگہت باد بہاری اور نسیم روح فزانی نے حضرت ممدوح کو شردہ سنایا۔ کہ خوش ہونے صاحبِ بخت۔ اللہ کریم نے تجھے ایک چاند عطا فرمایا ہے، جو مہر کو بھی نخل و شکر مین کر دے گا۔

اس قمر کا نام کمال تجویز کیا گیا۔ جو آپ کے والد ماجد کے حسن ظن کا نتیجہ تھا کہ معلوم تھا کہ یہ بچہ جس کا نام آج کمال تجویز ہو رہا ہے کل اسلام کی ڈگمگاتی کشتی کو سہارا دے گا۔ ملک عراق کا یہ باشندہ ایک دور دراز علاقے برصغیر پاک و ہند میں جا کر خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے گا۔ یہ کمال واقعہ درجہ کمال کو پہنچ کر آسمان ولایت پر خورشید بن کر جلوہ ریزی کرے گا۔ اور اسے دنیا سے تصوف میں وہ کمال و مرتبہ حاصل ہوگا جو کہ شاد و تادری ہی کسی اور کو ملا ہو اس کی بدولت نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے مسلمان چشمہ اسلام سے اپنی پیاس بجھائیں گے، بلکہ غیر مسلم بھی حلقہ بگوش اسلام ہو کر سعادت دارین حاصل کرنے کے علاوہ اہم ترین جذبات سرانجام دیں گے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عبدالاحد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی حضرت شہ ہاشم بنو تووی، حضرت شیخ طاہر بندگی اور باد استیل پوری رحمہم اللہ تعالیٰ ایسی باکمال و لازوال عظیم المرتبت ہستیاں اس آفتاب سے جلا و بقا حاصل کریں گی، سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ چشتیہ کے حضرات بھی اس کے نام کو حزر جان بنالیں گے، اور نہ صرف یہ کہ یہ سلسلہ قادریہ کو ایک نئے سلسلے قادریہ کمالیہ کا بانی بھی ہوگا اور ارض ہند میں سلسلہ قادریہ کا سرتاج بھی قرار پائے گا۔

آپ کی ولادت باسعادت کے حقوڑے عرصے بعد حضرت شاہ فیصل قادری تشریف لائے اور آپ کے والد ماجد سے یوں مخاطب ہوئے کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ خوش اعظم کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ کو ولی کامل و ہادی افضل و دلیر ہوئے اس کی تربیت صحیح طور پر کیجئے کیونکہ یہ بچہ اولیاء کے تہ سے میں مراتب عالیہ پر فائز ہوگا۔ اور اس کی پر دانہ سدرۃ المنتہیٰ تک ہوگی اس کا نام کمال ہے، اس کا علم وسیع اور عمر دراز ہوگی۔



آپ کے سال ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض تذکرہ نگار حضرات سال ولادت ۸۹۵ ہجری لکھتے ہیں اور بعض ۸۳۵ ہجری بتاتے ہیں۔ لیکن اول الذکر تاریخ پیدائش ہی صحیح ہے۔ اس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت شاہ فیصل بقید حیات تھے۔ جن کی تاریخ پیدائش تاریخ آئینہ تصوف کے مصنف نے ۱۲ صفر ۸۷۱ ہجری بیان کی ہے۔ اب اگر ۸۳۵ ہجری کو تاریخ پیدائش قرار دیا جائے، تو آپ حضرت شاہ فیصل سے ۳۶ سال بڑے ہو جاتے ہیں جو ناممکن ہے۔

راقم الحروف نے حسب ذیل شعر میں شاہ کمال کیتھلی زائید سے مادہ تاریخ نکال ہے۔

بخاری چوں پٹے سال ولادت سزجیب آورد  
 بگفتا ہاتے شاہ کمال کیتھلی زائید!

## ابتدائی عمر اور حصول تعلیم

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کی ابتدائی عمر کے حالات بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ متعدد تذکرے اس بارے میں قطعاً خاموش ہیں۔ اور اگر کچھ نے اس مہم کو سر کرنے کی کوشش کی بھی ہے تو انہوں نے صرف خوارق عادات اور کرامات ہی کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ابتدائی عمر کے حالات ان میں بھی مفقود ہیں۔ جو تاریخی تذکرے اس تاریخی میں ہمارے لئے مشعل راہ بنا سکتے ہیں وہ یا تو بالکل نایاب ہیں یا بالکل کم یاب۔

بہر حال جو تذکرے دستیاب ہو سکے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا دل شروع ہی سے اس دار فانی سے سرد ہو چکا تھا یہی وجہ تھی کہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی آپ کئی کئی روز متواتر جنگلوں اور صحراؤں میں صحرا نوردی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ زمین میں سیر کرو۔ اور قدرت الہیہ کے نشانات دیکھو۔ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ سازندہ دل کی اس فضیلت سے محروم رہ سکتا تھا۔ حضرت اقدس نے مشاہدہ قدرت الہی کے لئے سالوں سیر و سیاحت کی، ہمدند، بخارا، روم و ایران، مصر و فلسطین، عراق و حجاز کے بیابانوں اور تپتے ہوئے صحراؤں میں اور اٹلی و سسلی الجزائر و قبرص کی سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں پھراکٹے اور قدرت حق کا مختلف رنگوں میں نظارہ کرتے رہے زواہد و نیوی سے آپ کو کوئی سروکار نہ تھا۔ محض یاس سے کام تھا۔ سو اس کی قدرت کے خوب نظارے کئے۔ زبدۃ المقامات کے مصنف نے لکھا ہے کہ شیخ کمال از شوریدہ سری و آشفقہ سری بیشتر بہ جزائر و مقادیر بسر بردی۔

مردی ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ کو گھر سے غائب ہوئے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ تو آپ کی والدہ محترمہ کو فکر دامن گیر ہوئی، انہوں نے آپ کے والدین رگوار کو یا صرار بھیجا کہ آپ کو

تلاش کر کے لائیں۔ سیدنا حاجی عمرؒ نے ہر چند آپ کو تلاش کیا۔ مگر ناکام رہے۔ آخر بیعت  
 کوشش کے بعد ڈھونڈو ہی نکالا۔ دیکھا کہ آپ ایک درخت کے نیچے مرلقے کی حالت میں  
 بیٹھے ہیں۔ ماسوا اللہ سے قطع تعلق ہے اور تجلیات و مشاہدات ربانی میں مصروف ہیں  
 آپ کے والد ماجد نے چاہا کہ اپنے نرزند کو گلے سے لگائیں اور آتش فزاق سے کباب شدہ  
 پیتے کو ٹھنڈا کریں، مگر وہاں تو اور ہی عالم تھا آپ اپنے والد بزرگوار کے ارادے سے آگاہی  
 پاتے ہی چل کھڑے ہوئے۔ سیدنا حاجی عمرؒ نے محسوس کیا کہ راستے میں ایک شیرزیاں ٹائل  
 ہے۔ یہ حال دیکھا تو واپس جانا ہی مناسب سمجھا اور دل کو تسلی دئی کہ ہمارا نرزند جس کیفیت  
 میں ہے اسی میں اس کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔ واپس آکر آپ کی والدہ سے  
 احوال بیان کئے اور فرمایا کہ ہمارا کمال اب دنیا اور علائق دنیا سے آزاد ہو چکا ہے اور رتبہ بلند  
 پر پہنچ چکا ہے۔ اس کو واپس لانا ہماری طاقت ہے اور نہ ہی مناسب ہے، وہ اب مشائخ  
 کبار میں سے ہو گیا ہے۔

اور اسی روز سے آپ کو حضرت شاہ فیصلؒ قادری کی شاگردی میں دست دیا گیا۔ آپ  
 نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل حاصل اسناد کی زیر نگرانی کی۔ قابل جوہری نے بھی اس جوہر  
 کی قدر کی۔ اس کی صلاحیتوں کو مزید جلادی۔ اور اس حقیق کو تراش کر نگینہ بنا دیا۔ یہیں آپ  
 نے سلوک و تصوف کی تمام منزلیں طے کیں۔ ریاضت و مجاہدہ میں وہ نام پیدا کیا کہ تاریخ تصوف  
 کبھی نہیں بھلا سکے گی ایک عالم آپ کا گردیدہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ حضرت شاہ فیصلؒ سے  
 ہی بیعت ہو گئے اور فرقہ خلافت حاصل کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اویسیہ زنگاہ میں  
 حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے براہ راست فیض حاصل تھا اور حضرت شاہ فیصلؒ کی  
 ارادت محض رسمی تھی۔

محمود علی مائل نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ فیصلؒ کے ہاں غلبہ شوق نے دل کی دنیا ہی بدل  
 دی۔ اور پھر ایک دفعہ بسالت جذب والدین، اہل و عیال اور اعزہ واقربا کو خیر باد کہہ کر مطالعہ  
 قدرت کے لئے جنگلوں اور صحراؤں کی راہ اختیار کی۔ نرئی کیفیات اور وسعت جوش کے  
 لئے اب بغداد اور اس کے منانات کی زمین تنگ ہو گئی۔ اور یہ دریائے پر جوش ان  
 کوزوں میں کیسے سما سکتا تھا اس لئے آپ سیر و سیاحت عالم کی ہم پر روانہ ہو گئے۔  
 غلبہ شوق، شدت احساس، اور کیفیات کی بے تابی، کسی ایک مقام پر کب ٹھہر سکتے ہیں۔

اس لئے آپ کبھی کمر قند، تاشقند اور بخارا کے سرسبز میدانوں میں تو کبھی وسطیٰ عرب کے رگزاروں میں پہنچ گئے ہیں کبھی روم و شام کے علاقوں میں ہیں۔ تو کبھی بحرِ خضر اور بحرِ ظلمات کے ساحلوں پر پھر رہے ہیں۔ اور مسرا اور طرابلس کے علاقوں اور میانوں میں تسکین فرما رہے ہیں یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ اس سیر و سیاحت میں مرشدِ کامل حضرت شاہِ فیضیؒ بھی اکثر طور پر ہمراہ رہے اور اس دوران میں مرشد اور مرید نے کئی بار ایک ساتھ حج کیا۔ اس دور میں مختلف ممالک میں آپ سے پیشمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اور آپ کی فیض رسائیوں کا چرچا ہر طرف پھیل گیا۔ اس سیر و سیاحت کا مقصد صرف وہی سمجھ سکتا ہے جو اس میدان میں سرگرم عمل ہے عشق ایک شراب ہے، جس کا نشہ بہت تیز ہوتا ہے، اور جس کے ذریعے انسان کو روحانی چمک پیدا ہوتی ہے۔

جب ایک مردِ خدا عشقِ حقیقی میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ علائقِ دنیوی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، اسے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور وہ ان تمام علائق سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ عشقِ حقیقی کی منازل طے کرتا ہوا نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے پھر جذب کی حالت تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تک پہنچنے کے دو طریقے ہیں۔ بعض لوگوں کو خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے برسوں جدوجہد کرنا پڑتی ہے، اور کسی کامل مرشد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر انہیں یہ دولت ہاتھ آتی ہے۔ اور بعض ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ اللہ انہیں خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور پھر مرشد کی نگاہِ کرم برسوں کا راستہ لحوں میں طے کر دیتی ہے۔ اول قسم کی حالت کو حالتِ سلوک کہا جاتا ہے اور موخر الذکر حالت کو حالتِ جذب کہتے ہیں۔

حضرت اقدس بھی سالکِ مجذوب تھے۔ آپ کی مجذوبیت کے بارے میں زبدۃ القادرات میں لکھا ہے کہ ان ایام میں حضرت شاہِ کمال کینچل بحالتِ جذب شب و روز جنگلوں اور بیابانوں میں رہا کرتے تھے کئی کئی ماہ تک خورد و نوش کی پروا بھی نہ رہتی تھی۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ صحرائے لوق و دوق میں یک دم کوئی شہر آباد نظر آتا۔ اور اس شہر کے باشندے آپ کو باعزاز تمام لے جاتے۔ آپ کی دعوت کرتے اور انواع و اقسام کے کھانے آپ کے سامنے پھینتے آپ اس شہر میں رات بھی بسر فرماتے۔ لیکن صبح ہوتے ہی وہ شہر نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔ ایک طالب ہی مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے ان صحرائے لوق و دوق، ان تکالیف اور بیاضات

و عبادات سے کما حقہ لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں کیا جاسے۔ اور کیا مجھے اسے کاش اب پھر ایک دفعہ وہ روحانی دور آجائے اور ایسے افراد پیدا ہوں جو عوام کو سوا اللہ کی طرف کی رغبت دلائیں۔ حضرت اقدس کس تمنک کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ جنگل اور بیابانوں میں پھر کروں۔ دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے چپ چاپ اس کے دھیان میں مصروف رہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے جو خدمت میرے سپرد کی ہے۔ وہ اس امر سے مانع ہے۔

آپ اس صحرا نوردی کے دوران میں چھ چھ ماہ کھانے پینے سے بے نیاز رہتے۔ لیکن اس کے باوجود جسامت میں کوئی فرق ظاہر نہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اس صحرا نوردی و باد یہ پہاٹی کے عالم میں آپ کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ جہاں ایک شخص سجن نامی پیری کے پتے اپنے جانوروں کو کھلا رہا تھا اس کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ حضرت اقدس نے سجن سے کہا کہ اگر ایک روٹی سے کسی مرد خدا کی مدد کرے گا، تو مجھے بے شمار دینی و دنیوی فائدے حاصل ہوں گے۔ سجن نے آپ کو دیکھ کر کہا عجیب قسم کا درویش ہے جس نے مفت کی روٹیاں کھا کھا کر اپنے جسم کو موٹا کر رکھا ہے۔ اور پھر میری روٹیوں پر بھی نظر چما رکھی ہے جن پر میں بمشکل دن بسر کرتا ہوں۔ آپ مطلق ترش رو نہ ہوئے۔ اور اسی عالم مستی میں آگے نکل گئے۔ آپ نے ابھی بمشکل کوس بھر مسافت طے کی ہوگی۔ کہ سجن کے دل میں عشق الہی کا ایک تلامخ خیز طوفان برپا ہوا۔ وہ بے تاب ہو کر بے اختیار کلباڑی گوڑی، دو شاخہ لکڑی اور روٹیاں لے کر نالہ و فریاد کرتا رواں دواں آپ کے تعاقب میں چلا۔ تجلیات اور مشاہدات نے اس قدر غلبہ کیا کہ عالم بے شعوری اور شوق حضوری میں اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ تمام سامان اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ لیکن سجن کو اس کا مطلق علم نہ ہوا۔ طویل مسافت طے کرنے کے بعد آپ تک پہنچا اور قدموں پر سر رکھ دیا۔ فرش سے عرش تک ہر چیز اس پر واضح ہو گئی۔ اور تکمیل باطنی میں یگانہ روزگار ہو کر حضرت کی ہمراہی میں مصروف سیاحت ہو گیا۔

اس صحرا نوردی دوشت پہاٹی میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس کی وجہ سے روم کے علاقے میں آج بھی ایک ایسا ناندان موجود ہے جو اپنے آپ کو حضرت شاہ کمالؒ کی نقل کی اولاد ظاہر کرتا ہے۔ دراصل یہ سلسلہ صلیبی ونیسی نہیں۔ بلکہ نظری ہے۔ مہنف گلزار خوارق نے یہ واقعہ خود حضرت اقدس کی زبانی تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد شاہ فضیلؒ کے ہمراہ عالم صحرا نوردی میں میرا گذر ایک ایسے مقام سے ہوا۔

جہاں ایک خوفناک اثر دھا رہتا تھا، اس نے دگن کا ٹک میں دم کر رکھا تھا، یہ اثر دھا وہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی پر عاشق تھا، جو حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ بادشاہ کا محل سمندر کے کنارے پر واقع تھا۔ جب یہ اردھا لڑکی کے دیدار کے لئے پانی سے باہر نکلتا، تو آبادی کے تہائی یا چوتھائی حصے کو مبہم کر جاتا۔ اس کے ختم کرنے کے لئے ہر ہتھیار آزما یا گیا۔ لیکن جب اس کا خاتمہ کسی ہتھیار سے نہ ہو سکا، تو فیصلہ ہوا کہ یہاں سے نقل مکانی کی جائے، لہذا آبادی اور بادشاہ اس لڑکی کو چھوڑ کر ایسے مکان پر جا آباد ہوئے کہ لڑکی کو ان کے نام و نشان کا کچھ پتہ نہ چلا ترائن و فنائن ساز و سامان، اشیائے خورد و نوش گونا گوں میوہ جات کا انبار، دو عدد گائیں اور ایک خدمت گزار عورت کو اس کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ ہمیں اس واقعہ کی اطلاع ملی تو میں اور سرسہ شاہ فیصل محل میں پہنچے، دیکھا کہ لڑکی چار پائی پر سو رہی ہے۔ جب بیدار ہوئی۔ نور و کر کہتے لگی۔ اے مردان خدا میں اس خوبی و خوبصورتی کی وجہ سے مصیبت ناکہائی میں گرفتار ہوں۔ اور دن رات سختی اور مصیبت کی آگ میں جلتی ہوں۔ کیا آپ کو یہ بات پھل معلوم ہوتی ہے کہ خود کو ہلاکت میں لا ڈالا ہے۔ اب کچھ وقت گزرنے پر اثر دھا برآمد ہوگا وہ آپ کی بوسونگھے گا۔ تو سرور آپ پر حملہ کر دے گا۔ ابھی وہ بہت دور ہے۔ اپنی حفاظت کے لئے یہاں سے کہیں دور نکل جاؤ تو بہتر ہے۔ ہم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب ہمیں یہاں لے آیا ہے تو اب بھی وہی ہمارا حامی و ناصر ہوگا۔ مقررہ وقت پر جب اثر دہے کے آنے کا شور و ہنگامہ برپا ہوا۔ اور اسے آدم بواٹی۔ تو وہ سر اسیم ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مرشد اکبر حضرت اقدس نے مجھ فقیر کو ایک کنکر دے کر اس موزی کو مارنے کے لئے فرمایا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ کنکر لگتے ہی اس کے کئی کڑے ہو گئے۔ لڑکی یہ حال دیکھ کر کوشے سے نیچے اتر آئی۔ اور میرے مرشد اکبر کے قدموں پر گر پڑی۔ اور بعد ازاں وہ اپنی داہیہ کے ہمراہ ہماری خدمت کے لئے ہمارے ساتھ ہو گئی۔ ہم اٹیہ تخت روم میں پہنچے اور سوداگری کے طور پر ایک دکان کھول لی۔ ہر قسم کی جنس سے دوکان کو آراستہ کیا۔ اور ایسے ایسے قیمتی توادر مہیا کئے جو اس سے پہلے کسی نے نہ تھے تھے اور نہ ہی دیکھے تھے۔ جب شاہ روم کو اس حال کی اطلاع ہوئی، تو وہ نمائش دیکھنے کے لئے بذات خود آیا۔ ایسی چیزیں دیکھ کر تعجب ہوا۔ اور اس شوق کی تشنگی بچھانے کے لئے روزانہ دکان پر آتے لگا۔ اور حضرت کی خدمت میں گھنٹوں بیٹھنے لگا۔ ایک دن میں نے اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا کہ میری یہ منہ بولی بیٹی شاہی خاندان سے ہے۔ مناسب معاوم ہوتا ہے

کہ اس کا عقد بادشاہ سے کر دیا جائے۔ حضرت نے میرے خیال کی تائید فرمائی۔ اور جب بادشاہ کے کانوں تک یہ بات پہنچی وہ بھی راضی ہو گیا۔ تاریخ مقررہ پر یہ مبارک رسم ادا کر دی گئی۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔ قصر عارفان میں بھی اس روایت سے ملتی جلتی ایک روایت ملتی ہے جس سے آپ کی سیر و سیاحت کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ بیان ہو چکا ہے کہ دوران سیاحت حضرت اقدس کو طعام وغیرہ کی فکر مطلق نہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات اپنے برگزیدہ بندے کے لئے آب و دانہ کا بندوبست خود ہی کرتی تھی۔ حضرت اقدس نماز باجماعت میں بھی شاز و تادری شریک ہوا کرتے تھے۔ اور علیحدگی میں دیگر اولیائے کبار اور صوفیائے عظام کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ اور ان کے امام ہوتے تھے۔ زینۃ المقامات میں ہے کہ ایک روز حضرت اقدس کے مریدین میں سے کسی کو حواجج ضروریہ کی وجہ سے باہر جانا پڑا۔ جب جاٹے طہارت پر پہنچا تو دیکھا کہ اس جگہ ایک دروازہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس میں ایک باغ نمودار ہو گیا۔ وہ درویش اس باغ میں چلا گیا۔ وہاں ایک حوض دیکھا۔ جو پانی سے لبالب بھرا تھا، اس کے کنارے ایک جماعت نے بنیان مرصوص کی طرح نماز کے لئے صفیں باندھ رکھی تھیں۔ اور حضرت اقدس اس جماعت کی امامت کر رہے تھے۔ وہ بہت حیران ہوا۔ اور اس حیرانی میں جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ

کو اسی جگہ کھڑے پایا۔ جہاں اس نے قصدِ خلا کیا تھا۔

## مرشد حضرت شاہ کمال کینٹھلی

حضرت شاہ کمال کینٹھلی نے حضرت شاہ فضیل تادری کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور آپ جی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ زندہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رشتہ اور تہ کے لحاظ سے حضرت شاہ کمال کینٹھلی قدس سرہ کے چچا بھی تھے آپ کا نام شاہ محمد قبیلہ ت۔  
الوالمحاسن کنیت اور لقب زندہ پیر حیات المیرا ہے سلسلہ نسب دس واسطوں سے غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے آپ کو روحانی فیض براہ راست ایسی طریقہ پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے تاریخ آئینہ تصوف کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ ۱۴ صفر ۸۴۹ھ (۱۴۴۹ء) کو بدھ کے روز مغرب کے وقت بغداد میں پیدا ہوئے۔

سولہ سال تک مسلسل محنت، ریاضت اور عبادت کرنے کے بعد ۱۴/ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ  
 یکم جون ۱۹۸۲ء بروز جمعہ کو عصر کے وقت حضرت شاہ گدار جن ثانی سے خرقہ خلافت  
 حاصل کیا۔ اور ۱/محرم ۱۹۲۲ھ (۲۴/اکتوبر ۱۹۰۶ء بروز جمعرات) کو ٹھٹھہ (سندھ) میں  
 وصال فرمایا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔

قصر عارفان کے مصنف نے حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ کا وصال بغداد میں  
 بتایا ہے۔ جو محل نظر ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی، حضرت  
 سید عبداللہ اصحابی، حضرت شاہ مبین اور حضرت شکر اللہ شیرازی (قدس اللہ اسرارہم) کے  
 ہمراہ برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے۔ اور ٹھٹھہ (سندھ) میں وصال فرمایا۔ وہاں  
 آپ کا مزار شریف مرجع انام ہے۔ ٹھٹھہ میں آپ کا مزار حضرت سید عبداللہ اصحابی کے  
 سامنے چند گز کے فاصلے پر ہے۔ عمارت پرانی ہے اور آثار تدبیر کے زیر انتظام ہے، وہاں  
 کے عمر رسیدہ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت شاہ فضیل قادری، حضرت سید عبداللہ اصحابی  
 کے ماموں تھے، اور سپر و مرشد بھی حضرت سید عبداللہ اصحابی کا فرمان ہے کہ میرے  
 مزار پر آنے سے پہلے ماموں جان کے مزار مبارک پر معاضی دی۔ مزار کے سر جانے نام کا  
 پتھر بھی نصب ہے صدر دروازے پر حضرت مجدد صاحب کے پڑا دادا پیر، جلی حروف  
 میں لکھا ہوا ہے مزار شریف پر زائرین کی آمد و رفت کافی ہے حضرت شاہ فضیل قادری  
 قدس سرہ کے مزار کی ٹھٹھہ میں موجودگی کے پیش نظر قصر عارفان کی روایت کو درست قرار  
 نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کا وصال بغداد شریف میں ہی ہوا ہو وہیں  
 (لطور امانت؟) دفن ہوئے ہوں بعد میں نعش کو رکھی و جد سے) یہاں دفن کر دیا گیا ہو۔ لیکن  
 یہ محض قیاس ہی قیاس ہے۔ سر دست کوئی ثبوت اس کی تائید میں ہمارے پاس نہیں ہے۔  
 قصر عارفان میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ عالی نسب سید تھے۔  
 حقائق آگاہ اور عرفان دستگاہ تھے۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے  
 خدام سے فرمایا کہ ہمارے لئے قبر تیار کرو۔ فرمان کی تعمیل ہوئی۔ آپ نے غسل کیا۔ اور  
 خاندانی تبرکات مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موٹے مبارک اور حضرت علی  
 کرم اللہ وجہہ کی کنگھی وغیرہ کے علاوہ شاہ کمال کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا اور فرمایا کہ  
 ان تبرکات اور خرقہ خلافت کو لے کر جلدی ہی بندوستان چلے جاؤ۔ ہمارے اخلاف



ابھی نہیں آئے ہیں۔ اور ان کا رتھان سیر و شکار کی طرف زیادہ ہے۔ اگر انہیں اس بات کی اطلاع ہوگئی تو تمہارے ساتھ الجھ پڑیں گے۔ اس کے بعد حضرت شاہ فضیلؒ نے کفن پہنا اور اس قبر میں جو کہ بغداد کے ایک نواحی باغ میں ان کے لئے بنائی گئی تھی لپیٹ گئے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ شاہ کمالؒ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور قبر کو درست کر کے حسب وصیت ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شاہ فضیلؒ (قدس سرہ) کے صاحبزادے بھی آگئے۔ اور جب انہیں صورت حال کا پتہ چلا۔ تو وہ شاہ کمالؒ (قدس سرہ) کے پیچھے دوڑے۔ تاکہ وہ نعمات و تبرکات خاندانی ان سے واپس لے سکیں اور بغداد سے بارہ کوس کے فاصلے پر حضرت شاہ کمالؒ (قدس سرہ) کو الیا۔ آپ نے وہ تمام تبرکات زمین پر رکھ دیئے اور کہا کہ میں تو اپنے سرشد کے ارشاد کے مطابق یہ تمام چیزیں لے جا رہا ہوں۔ اگر آپ اٹھا سکتے ہیں تو اٹھا لیجئے۔ حضرت شاہ فضیلؒ (قدس سرہ) کے صاحبزادے نے ان چیزوں کو زمین سے اٹھانے کے لئے بہت زور لگایا لیکن اٹھانہ سکے۔ مجبوراً گف افسوس ملتے ہوئے بغداد کو واپس آگئے۔ اور حضرت شاہ کمالؒ (قدس سرہ) بخیر و عافیت ہندوستان روانہ ہو گئے۔

حضرت شاہ فضیلؒ (قدس سرہ) کے والد بزرگوار حضرت سید عثمانؒ ایک بلند پایہ عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی حضرت حاجی سید محمد عمر ہیں جو کہ حضرت شاہ کمال کیتھیؒ (قدس سرہ) کے والد ماجد ہیں آپ اپنے عہد کے شیخ المشائخ، یگانہ روزگار عالم اور علوم ظاہر و باطن میں مقتدر تھے۔ آپ کے تصرف باطنی اور خوارق و عادات کی عالم میں بڑی شہرت تھی۔ آپ ابھی کم سن ہی تھے کہ ایک بار حضرت شاہ گدار جنؒ تشریف لائے آپ اپنے گھر کے باہر کھیل رہے تھے جب حضرت شاہ گدار جنؒ (قدس سرہ) کی نظر آپ پر پڑی تو نہایت شفقت اور محبت سے آپ کے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کے والد بزرگوار سے فرمایا یہ لڑکا ہماری امانت ہے جو ایسا مرد کامل ہوگا۔ کہ ایک جہاں اس کے فیض سے بہرہ ور ہوگا۔ جب جوان ہوئے تو حضرت شاہ گدار جنؒ (قدس سرہ) کی خدمت میں پہنچ کر تکمیل علم ظاہری و باطنی کی۔ اور کاملان وقت میں سے ہو گئے۔ خرقہ خلافت قادریہ جو غوث ہمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا تھا وہ خصوصی طور پر حاصل کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بڑا رتبہ پایا۔ اور شریعت و

طریقت میں وہ نام پیدا کیا۔ کہ اس کی نظیر دنیا مشکل ہے آپ نے عنوان شباب میں ہی دنیا کی سیاحت فرمائی آپ وسط ایشیا، ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں میں گھومے متعدد بار حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اور کئی بار حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہوئے۔ اہل خانہ کے سلسلہ میں مختلف علاقوں اور شہروں میں جا کر لوگوں کو دعوت حق پہنچائی۔ بھٹکے ہوئے ہزاروں افراد کی رہنمائی فرمائی۔ اور انہیں حق کے راستے پر گامزن کیا۔

دوران سیاحت رشد و ہدایت میں مصروف رہنے کے بعد آپ ٹھٹھہ تشریف لائے سندھ میں آپ کی ذات ابارکات سے بڑا فیض جاری ہوا۔ اور بے شمار بندگان خدا نے آپ سے روحانی فیض پایا۔ سلطان شاہ بیگ ارغون اور سلطان حسین ارغون بڑی عقیدت سے آپ کی خانقاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔

آپ نے مختلف ممالک میں سلسلہ عالیہ تادریہ کی اشاعت و فروغ کے لئے بہت سے خلفاء بھیجے تھے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ آپ کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت خلیفہ تھے۔ آپ کو اپنے محبوب برادر زادہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بہت زیادہ محبت تھی جو کہ تصوف و سلوک میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا مقام بہت بلند اور رفیع تھا اس لئے آپ انہیں بیان عزیز کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آپ پہلے پہل سندھ میں کچھ عرصہ ٹھہر کر تشریف لے گئے، دوسری مرتبہ اپنے محبوب خلیفہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ رخصت کرنے کے لئے ایران کے راستے ٹھٹھہ تشریف لائے۔ اور پھر ایمانے نیسی پر ٹھٹھہ میں ہی قیام فرمایا۔ مصنف تحفۃ الکرام کے مطابق سفر میں حضرت سید عبداللہ المعروف بہ اصحابی، حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکر اللہ شیرازی قدس اسرار اہم بھی ہمراہ تھے آپ جزیرہ عبادان میں بھی بعض ابدالوں کے ساتھ رہے ہیں، اور آپ نے حضرت نرتر علیہ السلام سے متعدد بار ملاقات کی۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے زندگان میں یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے حضرت شاہ فضیل تادری قدس سرہ کے لئے، عالم رویا میں عمر جاوید کی دعا فرمائی تھی آپ زندہ ہیں۔ اللہ جہاں مزار مبارک ہے وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں بھٹکے ہوئے کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ فضیل تادری قدس سرہ سندھ میں ایک ایسے شہر میں تشریف

لے گئے جہاں کفار کا بڑا زور تھا۔ جس جگہ قیام فرمایا وہاں قریب ہی ایک بہت بڑا مندر تھا۔  
وقفہ وقفہ کے بعد ناقوشس بجنا تھا۔ چونکہ آپ کی عبادت میں خلل پڑتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے  
آپ باہر تشریف لائے۔ بتکدے کے دروازے پر ایک برہمن جو ناقوشس بجایا کرتا تھا، نظر آیا  
آپ نے جذبہ میں آکر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: ناقوس بجا کر اہل حق کو بیدار پہنچاتے ہو  
خدا کی قدرت سے اس کے پیٹ میں درد ہوا۔ اور وہ اس دن بیمار ہو کر چل بسا۔ اس  
واقعہ کو دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔

آپ کے بلند روحانی مرتبے اور سیر و سیاحت کی وجہ سے آپ کی شہرت ملک کے  
اندرونی حصوں کے علاوہ ملک سے باہر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ  
آپ پر چاروں طرف سے جو یاٹے حق ٹوٹ ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور آپ کے مریدوں کی  
تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔

آپ کے خلفاء کی کل تعداد اٹھارہ ہے جن میں سے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ  
خلیفہ اکبر اور سترہ خلیفہ اصغر ہوئے ان کے علاوہ بائیس حضرات صاحب مجاز ہوئے  
ہیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کے علاوہ آپ کے نامور خلفاء میں حضرت سید عبداللہ  
(المعروف بہ اصحاب) حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکر اللہ شیرازی (قدس اسرار ہم) بھی  
بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔

## عظیمہ شیخ

جب حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کا جذب و استغراق زیادہ بڑھ گیا اور آپ نے  
سلوک و معرفت کی تمام منازل بصد تنک و اختتام طے کر لیں۔ اور تمام اسرار کائنات  
والہیات آپ پر منکشف ہو گئے۔ تو وہ وقت آن پہنچا کہ آپ کو وہ مشن سونپا جانا جس کے  
لئے آپ کی تخلیق عمل میں آئی تھی۔ حضرت شہ فیصلؒ نے ۹۲۶ھ (۱۵۲۱ء) میں آپ کو خرقہ خلافت  
سے سرفراز کیا۔ اور ولایت ہند آپ کو تفویض کی۔ ملک عراق کی کوئی ولایت سونپ دی جاتی،  
تو کوئی مضائقہ نہ تھا، اتنی دوزی پر اناکار سے دارالامعاہلہ تھا۔ لیکن پیر کامل کا فرمان الہی  
فوق اللہ کا درجہ رکھتا تھا اس کی کسی طرح بھی تا فرمانی کرنا دنیا سے تصوف سے انوار کے  
برابر تھا۔ لہذا آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے اور یہاں پہنچ کر نہ صرف سلسلہ تادریہ کو

ترقی و ترویج بخشی۔ بلکہ ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد کو بھی مشرف بہ اسلام کیا۔

ہندوستان میں یہ زمانہ بڑی افراتفری اور سیاسی بے چینی کا زمانہ تھا۔ لودھی خاندان کے حکمران ابراہیم لودھی سے اس کی رعایا تنگ آئی ہوئی تھی۔ اور امراء و وزراء محلات سازشوں میں مشغول تھے۔ ابراہیم لودھی کے خلاف نفرت بڑھ رہی تھی۔ اور ہندوستان پر ظہیر الدین بابر کو حملہ کرنے کی ترغیب کے لئے امرائے حکومت جدوجہد کر رہے تھے۔ فرقہ پرستی جنم لے رہی تھی بھگتی تحریک جو برسوں پہلے شروع ہوئی تھی اپنا زور دکھا رہی تھی، اسلام میں ہندو واند رسوم کثرت سے شمولیت کر گئی تھیں۔ اور اس طرح اسلام میں عجیب و غریب رخنہ اندازیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ اور وہ مذہب اسلام جو ارض ہند میں دن دوئی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا۔ اب ایک نڈھال مریض کی طرح سسکیاں لینے لگا۔ لازم تھا کہ ان حالات میں یہاں کوئی ولی کامل اور ہادی اکمل آتا۔۔۔۔۔ اسی لئے پیر روشن ضمیر نے یہ ولایت و دیعت فرمائی تھی۔

آپ عراقی سے ملک ایران کے راستے مشہد، نجف اشرف، تبریز اور اصفہان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں درہ گول کے راستے داخل ہوئے آپ ابراہیم لودھی کے آخری ایام یعنی ۹۲۷ھ - ۹۲۸ھ (۱۵۲۳ء - ۱۵۲۲ء) کے مابین ارض ہند پر وارد ہوئے۔ اول اول ٹھٹھ میں قیام فرمایا۔ یہ مقام کراچی اور حیدرآباد کے درمیان واقع ہے، مغربی پاکستان کے اس قدیم شہر نے زمانے کے بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ کسی زمانے میں یہ شہر علم و ادب تہذیب و تمدن، فنون لطیفہ اور بین الاقوامی تجارت کا مرکز رہا ہے۔ اور یہاں پیر و نجات سے طلباء اور تاجر حصول علم و فن اور تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ اگرچہ حالات روزگار کی وجہ سے اب یہ ایک مختصر سا قصبہ رہ گیا ہے۔ تاہم اس کے تاریخی کھنڈرات سیاحوں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ جہاں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہیہاں تشریف لائے، تو یہاں ہر طرف محدثین و نقباء کا زور تھا۔ اور یہاں ساداتِ عظام کے پابند شریعت بزرگ خاندان قیام پذیر تھے۔ آپ نے یہاں تقریباً دو سال تک قیام فرمایا متعدد بار چلہ کشی کی اپنی ریاضت و مجاہدہ سے ایک عالم کے دلوں کو مستحضر کر لیا۔ اور آپ کی قیام گاہ سہ ماہیہ اریاب بصیرت بنی رہی۔ یہاں سب سے پہلے فاضل اجل ملا سید محمد مدرس قدس سرہ مریدی اور خرقہ خلافت سے شرف یاب ہوئے۔ ملا سید محمد مدرس کی ارادت اور بیعت کا قصہ بہت دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

قیام ٹھٹھ کے زمانے میں حضرت شاہ کمال کیتلی قدس سرہ پر جذب و ربودگی، اور  
 توجید و فنا کا شدید غلبہ تھا۔ ایسے عارف اور پھر عاشق بہت کم ہوئے ہیں۔ اہل عشق میں  
 تربیت کی شان کم ہوتی ہے کیونکہ ان پر مسکر غالب رہتا ہے۔ اور عارفین پر صحو اور افاقہ کی  
 حالت رہتی ہے۔ اسلئے صوفیاء ارشاد کرتے ہیں کہ عارفین میں دونوں شانیں کم جمع ہوتی ہیں۔ آپ  
 کے اندر دونوں شانیں جمع تھیں۔ آپ روحانی ترقی کے لئے شریعت کی پابندی کو نہایت  
 ضروری سمجھتے تھے۔ احتیاط شرعی کی یہ کیفیت تھی، کہ اگر کبھی عالم استغراق میں بھی ہوتے جو  
 جذب کا شدید تقاضا ہے، تو نماز کے وقت ہوش میں آجاتے اور بروقت نماز ادا  
 فرماتے۔ نماز یا جماعت کی شدت سے کوشش کرتے آپ پر جب کبھی جذب و استغراق  
 کی کیفیت طاری ہوتی، تو جسم پر صوف کے ایک جھبے کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ ہوتا۔ انہی  
 دنوں ٹھٹھ میں خاندان سادات میں ایک مدرس سید محمد انتہائی درجے کے فتنہ شرع  
 قاضی اور علامہ روزگار رہتے تھے۔ یہ علوم ظاہری میں بڑے بلند مقام کے حامل تھے۔  
 ان کی ایک بہن بھی تھی جو برطمی عقیفہ، متقی اور ریاضت گزار خاتون تھی، علامہ مذکور شہر کی  
 ایک مسجد میں روزانہ قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت اقدس بھی صوف کا جھبہ پہن  
 کر ان کے حلقہ درس میں کئی بار شریک ہوئے۔ کسی مرتبہ مختلف موضوعات پر ملا محمد مدرس  
 سے بحث مباحثہ ہوا۔ سید محمد مدرس آپ کے بعض ارہ کو یہ ظاہر خلاف شریعت بان  
 کر بعض امور میں اختلاف رکھتے۔ اور آپ کے چاہنے کے بعد آپ کی اہلی کرتے۔ سید محمد مدرس کی  
 مخالفت نہ صرف آپ تک محدود تھی۔ بلکہ دیگر مشائخ و صوفیاء کی نسبت بھی وہ اکثر و بیشتر  
 سختی سے کام لیا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت اقدس درس میں شامل ہوتے تو سید محمد مدرس  
 کی زبان کو قفل لگ جاتا تھا۔ ان کے شاگرد بھی ان سے کہا کرتے تھے۔ جب آئے، ان سے،  
 سامنے ہوتے ہیں تو کچھ بھی نہیں کہتے اور ان کے جانے کے بعد اظہار ناراضگی کرتے ہیں  
 بعض اوقات تو سید محمد مدرس آپ کے حق میں سخت اور دل شکن الہ ظ بھی کہہ  
 جاتے تھے۔ الغرض ہفتوں آپ سے منحرف رہے۔ ایک دن سید محمد مدرس کو  
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں سید محمد مدرس کی بہن کو ہدایت فرمائی  
 کہ اس مجذوب کی بیعت کر لو، اس نے اپنے عالم بھائی سے ذکر کیا۔ انہوں نے جواب  
 دیا: یہ شیطان و سوسرہ ہے۔ دوسرے دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

عقینہ کو خواب میں وہی ہدایت فرمائی۔ اس نے عرض کیا: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ ہی کا فرمان ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اگر ایسا کروں تو عالم بھائی کی مخالفت ہوتی ہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائی کو بھی ہدایت کر دی جائے گی۔

اسی رات سید محمد مدرس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مجذوب کی خاطر ہی تیرے دل میں شرعی امر کو مضبوط کیا گیا ہے۔ اس کی مخالفت چھوڑ کر صدق دل سے مجذوب سے ہدایت طلب کر۔ جب سید محمد مدرس پر حقیقت حال واضح ہو گئی تو وہ بھی اپنی بدگمانی سے تائب ہو کر آپ کے ظاہری و باطنی کمالات و فضائل کے معترف ہو گئے۔ اگلی صبح بیدار ہوتے ہی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور پھر اپنی ہمیشہ، تلامذہ اور دیگر اساتذہ سمیت حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے آپ نے فیض باطنی سے نوازا۔ پھر تڑکیہ نفس اور سلوک کی منازل طے کر کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

بٹھور میں آپ کی شہرت بہت جلد پھیل گئی۔ اور عوام و خواص بلا امتیاز مذہب و ملت آپ کے گردیدہ ہو گئے۔ یہاں بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ جب بٹھور کی فضا درست ہو گئی، تو آپ نے ملتان کا رخ کیا۔ یہاں شیر شاہ کے نائب ہدیت خاں نے آپ کی آویھگت کی۔ اور ہر قسم کی مراعات جہیا کیں۔ لیکن حضرت اقدس نے ان تمام مراعات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور صرف ایک کٹیا میں رہنا پسند فرمایا۔ کچھ عرصے بعد لدھیانہ کی طرف چلے گئے، جہاں آپ کے فیض سے انوار الہی کی وہ بارش ہوئی کہ سرزمین لدھیانہ تا قیامت فراموش نہیں کر سکتی۔ تقسیم ہند سے قبل یہاں آپ کی یاد میں ایک میلہ منعقد ہوتا تھا جسے مقامی زبان میں بڑے پیر کی روشنی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت نے اپنی مسواک جو ناکارہ ہو چکی تھی پھینک دی۔ یہ حقیر سی چیز کچھ عرصہ پڑی رہی۔ آخر اس نے جڑ میں پکڑ لیں۔ کچھ عرصہ بعد اس جگہ ایک ہرا بھرا پودا ابھر آیا۔ تھوڑی مدت میں یہ پودا ایک مکمل درخت بن گیا۔ جس کسی کو کوئی بیماری ہوتی اور وہ اس کی چھال اسی پتے استعمال کرتا تو فوراً شفا ہو جاتی۔ یہی حال آپ کے مزار مقدس کے احاطے میں کھڑی ہوئی کھریوں کا ہے۔

کچھ عرصہ بعد آپ نے سرزمین لدھیانہ کو بھی الوداع کہا۔ اور پائل (سرہند شریف) کا

لہ پائل تریب سرہند میں واقع ہے۔ اور سرہند سے چھ سات کوں پر ہے۔ (موقوف)

سرخ کیا کیوں کہ جس قسم کے مرکز کے لئے آپ کو شاہ تھے، وہ ابھی تک بیسر نہیں آسکا تھا۔ اس لئے جگہ بہ جگہ اور مقام بہ مقام پھر رہے تھے۔ پائل میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد سرہندیؒ قدس سرہ قیام پذیر تھے، جو بعد میں سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ اور فرقہٴ خلافت سے مشرف ہوئے ابھی آپ کو ایسی جگہ کی تلاش تھی۔ جہاں بیٹھ کر آپ اپنے مقصد کے حصول کے لئے کام کرتے۔ چنانچہ آپ نے یہاں سے بھی کوچ کیا۔ اور آخر وہ مقام مل ہی گیا۔ جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے۔ یہ کیتھل شریف تھا۔ چنانچہ آپ نے سرزمین پائل (سرہند شریف) کو آب وحدت سے سیراب کرتے ہوئے کیتھل شریف کی سرزمین پر نزول اجلال فرمایا۔ اور اس سرزمین نے بھی کشادہ پیشانی اور خندہ لبی سے استقبال کیا۔

## ہمراہ سفر

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ ہندوستان میں ۹۲۷ ہجری کے اواخر میں وارد ہوئے، اور سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت شکر اللہ شیرازی، حضرت سید شاہ عبداللہ، اور حضرت شاہ مبین قدس اللہ اسرارہم تھے، حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ ہندوستان میں آنے کے بعد اول اول ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے۔ یہ حضرات بھی آپ کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے اسی طرف گئے۔ لیکن حضرت شاہ کمال قدس سرہ کچھ عرصہ ٹھٹھہ میں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے مغربی علاقے کی طرف چلے آئے اور آخر کیتھل کو اپنا مسکن بنایا۔ تاہم آپ کی یاد میں اس جگہ جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا، عقیدت کے طور پر عقیدت مند عرس وغیرہ مناتے رہتے ہیں۔

ذیل میں آپ کے ان تینوں ساتھیوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جو آپ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔

## حضرت شکر اللہ شیرازی۔

شیراز کے ایک عالی نسب سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، جن کا طریقہ صبر و شکر اور اشاعتِ علومِ دینی تھا۔ آپ کے والد کا نام سید وجیہ الدین تھا۔ آپ کے دادا سید

نعمت اللہ اور پروردار حضرت عرب شاہ، ہرات اور شیراز کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ اور دن رات علوم دینی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہتے تھے حضرت شکر اللہ شیرازی کا شمار حضرت شاہ فہرید قادری کے خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کا سال ولادت متعین نہیں ہو سکا ہے، البتہ تذکرہ سے پتہ چلتا ہے کہ سن بلوغت کو پہنچنے کے بعد دین کی تبلیغ کے لئے ۹۰۶ ہجری میں قندھار چلے گئے اور بیس سال تک دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ یہ سلطان شاہ بیگ کا زمانہ تھا۔ جو نہ صرف خود عالم تھا، بلکہ علماء کا قدر دان بھی تھا۔ اور درویشوں سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ آپ کی شخصیت سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اور آپ سے اس کی عقیدت بڑھتی گئی جب شاہ بیگ نے سندھ فتح کر لیا۔ اور ٹھٹھہ کو دار الحکومت بنایا۔ تو آپ بھی ٹھٹھہ میں تشریف لائے۔ اور سندھ کے علاقے کو تبلیغ اسلام کے لئے ہموار کرنے لگے۔ شاہ بیگ کا بیٹا شاہ حسین بھی اپنے والد کی طرح آپ کا عقیدت مند تھا۔ اور والد کے انتقال کے بعد اس نے آپ کی عزت و تکریم میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ شاہ حسین نے آپ کو آپ کے علم و فضل اور دینی عظمت کے اعتراف کے طور پر شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ اور قاضی القضاة کا عہدہ بھی آپ کے سپرد کیا تھا، جس پر آپ کا فی عرصے تک فائز رہے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اس عہدے سے علیحدگی اختیار کر لی اور بقیہ عمر عبادت اور تبلیغ دین میں گذاری۔

منقول ہے کہ جب آپ قاضی القضاة کے عہدے پر فائز تھے، شاہ حسین نے ایک تبریس گھوڑے خریدے۔ لیکن اسے رقم ادا نہ کی، اس پر تبریس نے آپ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ آپ نے شاہ حسین کو طلب کر لیا۔ بادشاہ وقت کمرہ عدالت میں ملزم کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی، کچھ قیل و قال کے بعد بادشاہ شاہ حسین نے عدالت کے روبرو مدعی کو راضی کر کے مقدمہ ختم کر دیا۔ جب راضی امر ہو چکا تو شیخ شکر اللہ قدس سرہ نے دستور کے مطابق اٹھ کر بادشاہ کی تعظیم کی اور موزوں جگہ دی۔ دراصل شاہ حسین شیخ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے یہ مقدمہ بنایا تھا۔ دوران گفتگو شاہ حسین نے مسکراتے ہوئے، اپنا خنجر نکالا اور کہا: یا شیخ آج میں اسے لئے کر رہا ہوں۔



وے۔ تو میں خود اس خنجر سے سزا دیتا۔ حضرت شکر اللہ قدس سرہ نے بسم کناں اپنی مرند  
کے نیچے سے ایک برہنہ تلوار نکالی اور فرمایا: قسم ہے اس پیدا کرنے والے کی میں نے  
بھی یہ برہنہ تلوار اسی ارادے سے رکھی تھی کہ اگر بادشاہ خلافت شریعت قدم اٹھائے  
اور کوئی شخص اس کو ٹوکے کی عزت نہ کرے تو میں خود اس تلوار سے سیاست شرعی  
بجالاؤں گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اور آپ کے دیگر ساتھیوں میں بے حد اتحاد رہتا۔ اسی  
لئے آپ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی: اگر کوئی مصیبت یا مشکل آپ کو تو میری وفات  
کے بعد ان تینوں میں سے ہی کسی سے رجوع کرنا۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کی اولاد ہی بالکمال تھی۔ اس گھرانے سے ہر کہ و مہ  
فیضیاب ہوتا رہا ہے۔ سندھ کا مشہور شاعر اور بے مثال مورخ میر علی شیر قانع آپ ہی  
کے خاندان کا ایک فرد تھا۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کا مزار مبارک ٹھٹھہ میں مکی پہاڑی پر حضرت سید  
عبداللہ شاہ قدس سرہ کی درگاہ سے ملحق جانب مغرب آج بھی اہل اللہ کے لئے مرجع  
حاجات ہے۔

## حضرت سید شاہ عبداللہ قدس سرہ :-

آپ حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے تھے اور حضرت شاہ فیصل قادری قدس سرہ  
کے خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شاہ فیصل قادری قدس سرہ رشتے کے لحاظ سے  
آپ کے ناموں بھی تھے۔ اسی طرح آپ حضرت شاہ کمال کتیل قدس سرہ کے پینسپھی زاد بیٹا  
بھی ہوئے۔ حضرت شاہ کمال کے ہمراہ ۹۲۷ ہجری میں ٹھٹھہ میں وارد ہوئے اور یہاں مکی نامی  
پہاڑی پر مقیم ہوئے اور ساری عمر اسی پہاڑی پر گزار دی اور یہیں وصال فرمایا۔ تمام عمر مجرد  
آپ کا مزار مبارک مکی پہاڑی پر ہی واقع ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ بارشوں کی وجہ سے  
ایک مرتبہ آپ کی لحد مبارک منہدم ہو گئی۔ ان دنوں آپ کے تیار ادبیاتی حضرت حافظ اللہ  
گجرات (کاٹھیا واڑ) میں مقیم تھے۔ آپ نے بشارت پائی کہ لحد مبارک منہدم ہو چکی ہے۔  
چنانچہ آپ نے اپنے خلیفہ ابوالبرکات گجراتی اور شیخ یعقوب کو طلب کیا۔ اور فرمایا۔

ہمارے چچا زاد بھائی سید عبداللہ ٹھٹھہ میں مکلی پہاڑی پر آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بہت دن گذر جانے کی وجہ سے مسمار ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے انہیں پریشانی ہے۔ تم جاؤ اور اسے درست کر آؤ۔ ہر دو خلفاء ٹھٹھہ تشریف لائے اور محمد مبارک کی نشان دہی فرما کر مزار شریف تعمیر کرایا۔ ۹۳۱ ہجری میں مزار مبارک پر باقاعدہ گنبد بنوایا گیا۔ جس میں آپ کو اٹھائی لکھا گیا ہے۔ تب سے آپ کا لقب اٹھائی پر لگا گیا۔۔۔ ممکن ہے کہ یہ نسبت چار اصحاب کی وجہ سے ہو۔

تحفۃ الکرام میں آپ کے فیض کے بارے میں لکھا ہے کہ مہکلی کی پہاڑی پر آنے جانے والوں کو جو فیض ان بزرگ سے ہوتا ہے۔ قلم میں ان کے بیان کرنے کی طاقت نہیں۔ مزار شریف کا گنبد سبز ہے۔ پاکت ان بن جلے کے بعد کسی عقیدت مند نے بہت بڑا صدر دروازہ اور مسافر خانہ تعمیر کرا دیئے ہیں۔ آپ کا عرس ۱۲ شوال المکرم کو ہوتا ہے۔

### حضرت شہ مبین قدس سرہ -

آپ کا اصل نام شاہ مینہ ہے، اور عرف شاہ مبین، آپ کا شمار بھی حضرت شاہ فیصل قادری قدس سرہ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ کمال اور حضرت شکر اللہ شیرازی قدس اسرار عم کے ہمراہ ۹۲۷ ہجری میں ہندوستان تشریف لائے آپ غوث اعظم سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ اور حضرت سید شاہ عبداللہ کے عزیز ہیں جب آپ ٹھٹھہ تشریف لائے تو اپنے کشف و تجاہدہ اور کمالات ریاضت و عبادت سے ایک عالم کو گرویدہ بنا لیا۔ اور بڑے بڑے علماء و فصحا آپ کے در دولت پر حاضری دینے لگے اور ہزاروں کی تعداد میں مرید ہوئے۔

آپ نے بھی حضرت سید عبداللہ قدس سرہ کی طرح تمام عمر تہجد میں گذاری۔ اور صبر و شکر اور رضاء الہی کے طریقے پر عمل کرتے رہے۔ آپ تمام عمر ایک مرید کے گھر میں مقیم رہے، اس مرید کی قبر آپ کے قدموں میں موجود ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش و تاریخ وصال کی صحیح تعیین نہیں ہو سکی۔

# شہر کیتھل

اندر جہاں شہرے ندیم پچو کیتھل خوش مقام  
(تاج) تراکھ آسودند دروے اولیائے خوش کرام

کیتھل شریف مشرقی پنجاب (ہندوستان) کے ضلع کرنال کی ایک تحصیل اور قدیمی شہر ہے جو دہلی سے ۲۴ میل کے فاصلے پر عرض بلد ۲۷، ۲۸، ۲۹ شمال اور طول بلد ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸ مشرق پر واقع ہے۔ اس کے نزدیک ہی مشہور تاریخی مقام اور ہندوؤں کا مقدس شہر تھانیم رگور کیشیترا اور پانی پت واقع ہیں۔ جہاں تین مشہور جنگیں لڑی گئیں جنہوں نے بالائی ہندوستان کی قسمت کا پانساپٹ دیا۔ اسی جگہ رضیہ سلطانہ دختر سلطان شمس الدین التمش کا مزار ہے۔ یہ شہر بدھ کیار نامی جھیل کے کنارے واقع ہے جس میں نہانے کے لئے جگہیں اور سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ سلاطین کے عہد میں یہ بڑا اہم مقام تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے اسطوری سوریا پودھشتر نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن روایتی طور پر اسے ہندوؤں کے دیوتا ہنومان سے منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ کسی زمانہ میں یہاں بندروں کی بہتات تھی۔ اس لئے اس جگہ کو کیتھل کہا جانے لگا ہندی زبان میں ”کپس“ بندر کو کہتے ہیں۔ اور تھل گہتے کی جگہ کو۔ لیکن حوادث روزگار کی نذر ہو کر یہ لفظ کیتھل کی صورت اختیار کر گیا۔ جو اب تک زبان زد عام ہے۔ بعض اصحاب اس مقام کو ”کیتھنر“ یا ”کیتھل“ لکھتے اور بولتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے ان ناموں کا کوئی شہر ہندوستان میں موجود نہیں۔

یہ شہر حوادث روزگار کی وجہ سے بہت دفعہ بسا اور بہت دفعہ اجڑا۔ آتراکبر کے دور میں اسے جدید صورت ملی، اور یہاں پہلی دفعہ قلعہ تعمیر ہوا۔ محمد شاہ زنگیلا کے عہد میں علاقہ کرنال پر گنے کی حیثیت رکھتا تھا اور تیرہ پڑھ پڑھ شامل تھا۔ ۱۷۳۳ء میں حکومت دہلی نے یہ علاقہ ایک بلوچ قمر الدین خاں کو جاگیر میں دے دیا یہ شخص ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ کے

۱۔ پروفیسر لاکھپورک ویلز نے اپنی کتاب A HAND BOOK OF TRAVELLERS IN

INDIA, PAKISTAN, BURMA AND CEYLON میں لکھا ہے کہ آج کل کیتھل  
ضلع کا صدر مقام ہے (مؤلف)

دہلی کے قتل عام میں مارا گیا۔ اس کے مرنے پر عظیم اللہ خاں تانی شخص نے ایک افغان  
 اختیار خاں کے ساتھ مل کر اس جاگیر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہا، اور ایک  
 دوسرے افغان عنایت خاں نے قبضہ کر لیا۔ اسے سید برادران نے نکال باہر کیا،  
 لیکن کچھ عرصے بعد عنایت خاں نے پھر قبضہ کر لیا۔ قمر الدین خاں کے بھائی تمپور خاں نے  
 ۱۷۵۴ء میں ایک ہزار کی فوج لے کر عنایت خاں پر حملہ کیا۔ لیکن منہ کی کھانی پڑی۔ اور اس طرح  
 کیتھل پر پلوچوں کا قبضہ ختم ہو گیا اور اقلیتوں کی حکومت شروع ہوئی۔۔۔۔۔ لیکن اس عنایت خاں  
 کی دشمنی عظیم خاں متڈل سے تھی جو کیتھل سے شمال کی طرف بیوہ تانی گاؤں سے ۵ میل دور،  
 مہجور تانی گاؤں پر مکران تھا۔ عظیم خاں نے عنایت خاں کو جھگڑا ختم کرنے کے بہانے بلا کر قتل  
 کر ڈالا۔ ۱۷۷۱ء تک کیتھل پر دونوں بھائی حکومت کرتے رہے جسے صحیح معنوں میں حکومت  
 نہیں کہا جاسکتا۔

۱۷۷۷ء میں ایک طاقتور سکھ بھائی دیوسنگھ نے کیتھل پر حملہ کر کے افغان برادران کو  
 شکست دی۔ بھیک بخش تو جلا وطنی میں مر گیا، لیکن نیامت خاں رسکھ فارخ نے عنایات  
 کی بارش کی اور کئی گاؤں جاگیر میں دیئے۔

بھائی دیوسنگھ جیلیر کے راجپوت خاندان کے ایک بااثر فرد گور بخش سنگھ کا پوتا  
 لڑکا تھا۔ ان کے کلداران تانی ملاتے میں چند گاؤں جاگیر کے طور پر ملکیت میں تھے۔ اس نے  
 ترقی کرتے کرتے ۱۸۲۴ء تک بکرمی (مطابق ۱۷۷۷ء) میں کیتھل پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ دارکے  
 لحاظ سے بھائی دیوسنگھ اتنا اچھا نہ تھا، لیکن رعایا کی بہبودی کی خاطر اس نے کئی کام کئے  
 اس نے پہلی مرتبہ کیتھل کا اعلیٰ قلعہ تعمیر کرایا اور اسی طرح کئی دوسرے قلعے بنوائے۔ سنگھت سے  
 کیتھل تک نہر بھی کھدوائی اور دریائے سرستی پر بہت سے بند تعمیر کروائے، بھائی دیوسنگھ  
 نے گیارہ بارہ برس حکومت کرنے کے بعد ۱۷۷۸ء میں وفات پائی۔ اس کی چار بیویاں،  
 رندیپ کور، مائی بھاگاں، رام کور اور مائی بھولی اور تین لڑکے (بھال سنگھ، خوشحال سنگھ  
 اور لال سنگھ) تھے۔ خوشحال سنگھ بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔

باپ کے مرنے کے بعد بھال سنگھ تخت نشین ہوا۔ کیونکہ اس کا بڑا بھائی لال سنگھ  
 سنگھت دہلی کے تخت نظر بند تھا، لیکن اس کی ماں نے چالیس ہزار روپے کی رقم ادا کر کے  
 اسے چھڑایا۔ اس نے آتے ہی اپنے بھائی کو تخت سے اتارا۔ بھال سنگھ نے دو ایک

دفعہ یعنی وطنیان کی کوشش کی، آخر لال سنگھ کے حامیوں نے اسے قتل کر دیا۔ لال سنگھ زیادہ تر کیتھل میں رہتا تھا، پرے درجے کا عیاش اور شرابی تھا تاہم چھوٹے سردار اس کی عزت خوب کرتے تھے۔ اور اس کی شجاعت کے معترف تھے، اس نے انگریز جرنیل جارج ٹامس کو شکست دے کر عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا لارڈ ولزلی کے رفیق کار جرنیل لارڈ لیک نے بھی اس کی کافی تعریف کی، اس کے مرنے کے بعد اس کا نابالغ لڑکا پرتاب سنگھ تخت پر بیٹھا۔ جو بارہ سال کی عمر کو پہنچتے ہی ۱۸۲۲ء میں فوت ہو گیا اور اس کا نابالغ بھائی، اورے سنگھ تخت نشین ہوا۔ اور اس کی والدہ اس کی نگران مقرر ہوئی۔ اورے سنگھ کو عمارات بنوانے کا بہت شوق تھا۔ اس کے دور میں کیتھل کے شہر کو بہت وسعت اور خوبصورتی نصیب ہوئی۔ اورے سنگھ نے کرنال میں ایک عالی شان محل تعمیر کروایا، اور پتھر کیا رنائی تالاب پر پل بھی تعمیر کرایا تھا، اس نے دریائے سرستی پر ایک بند بھی تعمیر کرایا تھا جو کیتھل سے سولہ سو میل ارد گرد کے علاقوں کو سیراب کرتا تھا۔ لیکن یہ بند انگریزوں نے تباہ کر دیا تھا۔ آخری عمر میں اورے سنگھ بیمار رہنے لگا تھا۔ آخر ۱۱ مارچ ۱۸۲۳ء کو بیس سال حکومت کرنے کے بعد کیتھل میں ہی مر گیا۔ اس کے بعد سکھ بھائیوں میں کوئی قابل حکمران پیدا نہ ہوا، آہستہ آہستہ سکھوں کی حکومت بحال سنگھ کے زمانے میں قتل و غارت اور بچی وطنیان کی وجہ سے کمزور ہونے لگ گئی تھی۔ چنانچہ ۱۸۰۸ء میں انگریزوں نے اسے اپنی تولیت میں لے لیا تھا اور پرتاب سنگھ انگریزوں کی تولیت میں ہی حکومت کرتا رہا۔ اور جب سکھوں میں کوئی قابل ذکر حکمران نہ رہا تو ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پنجاب فتح کر کے کیتھل کو اپنی عمل داری میں شامل کر لیا۔

۱۸۹۶ء میں پہلی دفعہ کیتھل میں تیسرے درجے کی میونسپل کمیٹی قائم کی گئی۔ اور ۱۹۰۸ء میں پہلی دفعہ یہاں ایک اسلامیہ سکول ہندوؤں کے لئے علیحدہ ایک سکول، ایک گریڈ سکول اور آریہ سماج قائم کئے گئے۔ جنہیں حکومت سے امداد ملتی تھی۔ اب یہاں یونیورسٹی کا لچ بھی کھل گئے ہیں۔

یہاں یا جو سے، گیہوں، والوں، چاول، روٹی اور گنے کی کاشت خوب ہوتی ہے کیتھل شروع ہی سے صنعت و حرفت کا مرکز رہا ہے اس امر کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں یہاں روٹی اونٹنے چاول چھڑنے اور اناج پینے کے پانچ کارخانے قائم تھے جن میں سے زیادہ تر ہندوؤں کی ملکیت تھے۔ اور اب تو روٹی کاتنے اور اونٹنے کے کارخانے

بکثرت ہیں۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے اب تک مزید متعدد کارخانے کھولے جا چکے ہیں اور اسے ایک صنعتی شہر بنا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس شہر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ دستکاروں میں یہاں کے کپل اور لکڑی کا کام مشہور ہیں۔ گھریلو استعمال کے برتن، چار پائیوں کے پاٹے اور بچوں کے کھلونے بہت خوبصورت بنتے تھے۔ اب ان صنعتوں نے بہت ترقی کر لی ہے۔

تحصیل کیتھل کا رقبہ ایک ہزار دوسواکیس مربع میل ہے۔ اور ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے اندازے کے مطابق تحصیل کیتھل کی آبادی تین لاکھ اکتالیس ہزار دو صد چھیانوے اور شہر کی آبادی پچیس ہزار سات سو تیس نفوس پر مشتمل ہے۔

ایک فصیل جو نصف پکی اور نصف کچی ہے، شہر کے مخالف سمت کو گھیرے ہوئے ہے شہر کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے مشرق کی طرف کرنالی دروازہ اور شمال کی طرف کپور اور سورج کھنڈ دروازے اور مغرب کی طرف قصائی دروازہ قابل ذکر ہے۔

رضیہ سلطانہ کے مزار اور قلعہ کی عمارت کے علاوہ کیتھل کی قدیم عمارتوں میں حسب ذیل عمارتیں قابل ذکر ہیں۔

## ۱۔ شیخ صلاح الدین بلخی کا مزار :-

یہ مزار سیون دروازے کی طرف واقع ہے کہا جاتا ہے کہ شیخ صلاح الدین بلخی جو شیخ بلخی کے نام سے معروف ہیں بلخ کے شہزادے تھے ہندوستان میں ۵۹۸ء میں تشریف لائے اور کیتھل کی ایک لڑائی میں کام آئے۔ یہ مزار شیخ بلخی کے پوتے نے بنوایا تھا۔ ستون اور گنبد کے اندرونی حصے میں عربی کلمات کھورے گئے ہیں۔ جن میں احادیث اور قرآنی آیات شامل ہیں کیتھل کے ایک راجہ تھے شیخ بلخی کے مزار کا تعویذ اتار لیا تھا، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا معاوضہ اسے جلدی بل گیا اور وہ جلدی ہی کیفر کردار کو پہنچ گیا اس راجہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مزار کی تمام عمارت سنگِ رضام سے بنائی گئی ہے۔ تاج الدین انصاری قادری رمتوقی ۱۲۸۲ ہجری نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے شیخ صلاح الدین بلخی کے ساتھ شیخ نعمن کا نام بھی لیا جاتا ہے جو شیخ بلخی کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔

تاج الدین انصاری قادری فرماتے ہیں۔

شیخ صلاح الدین بلخی و دیگر تہن شہید

روضہ اش تعمیر کردہ انداز سنگ رخام

نزہتہ الخواطر کے مصنف نے لکھا ہے کہ شیخ بلخی نے ۶۶ سال کی عمر پائی اور حجہ کے روز  
۹ ذی الحجہ ۶۴۳ھ کو وصال فرمایا۔

نقوش (لاہور نمبر) میں منشی محمد الدین فوق کی کتاب مآثر لاہور کو شامل کیا گیا ہے۔ اس  
کتاب کو محمد عبداللہ قریشی نے مرتب کیا ہے۔ محمد دین فوق نے اس کتاب میں لاہور کے پیر بلخی  
کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے آخر میں محمد عبداللہ قریشی نے اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔  
”میں حضرت فوق مرحوم کے اس تحقیقی مضمون میں اتنا اضافہ ضروری سمجھتا ہوں کہ  
ہماری خوش قسمتی سے لاہور کے عجائب گھر میں ایک عربی کتبہ موجود ہے جس پر کوئی و  
نسخی خط میں مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے یہ غالباً پیر بلخی کے مزار ہی کا پتھر ہے۔“  
”هذامقبرة الشهيد الشيخ ابوالحماد الحسن ابن محمد الحسين  
البو بکر الذكري البلخي رحمة الله وقد عاش ثمانيه و  
تسعين سنة ووفات في يوم الجمعة التاسع من ذي الحجة و هي  
يوم عرفة من ثلاثة واربعين وستمائة“  
یعنی یہ مقبرہ شیخ ابوالحماد الحسن بن محمد الحسین ابوبکر الذکری البلخی رحمۃ اللہ علیہ  
کا ہے تحقیق وہ ۵۹۱ھ میں زندہ تھے اور ۶۴۳ھ میں جمعہ کے روز ۹ ذی الحجہ کو  
جو عرفہ کا دن تھا شہید ہوئے۔

”اس کتبے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اسم گرامی حسن تھا اور کنیت ابوالحماد۔ آپ  
کے والد بزرگوار کا نام محمد الحسین ابوبکر تھا۔ آپ بلخ کے رہنے والے تھے ۵۹۸ھ میں لاہور تشریف  
لائے اور یہیں ۶۴۳ھ میں جمعہ کے روز ۹ ذی الحجہ کو شہید ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب  
لاہور میں سنہری مسجد تعمیر کی گئی اور وہاں تک پہنچنے کے لئے ٹرک کو سیدھا کرنے کی  
ضرورت پیش آئی تو مزار کو چھوٹا کیا گیا اور اس شکست و ریخت میں کتبہ یہاں سے خود برد  
ہو کر کسی طرح عجائب گھر میں پہنچ گیا۔ جہاں اب تک محفوظ ہے۔“

کتبے کے بارے میں محمد عبداللہ قریشی کا بیان محض ظن و تخمین پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے  
کہ یہ کتبہ کبھل کے شیخ صلاح الدین حسن بلخی کے مزار کا ہے جسے محمد عبداللہ قریشی نے غلطی سے

لاہور کے پیر بلخی سے منسوب کر دیا ہے۔ نزہتہ الخواطر میں شیخ صلاح الدین حسن بلخی کے حالات دیئے گئے ہیں اس میں بھی شیخ صلاح الدین بلخی کے کتبے کی اس عبارت کا ذکر ہے جس کا تذکرہ محمد عبداللہ قریشی نے کیا ہے۔

دوسری جنگ عظیم سے کچھ عرصہ پہلے ان شیخ بلخی کا مزار آٹھ ستونوں پر مشتمل تھا اور یہاں ایک عربی کتبہ نصب تھا۔ ان آٹھ ستونوں کی مناسبت سے لوگ شیخ بلخی کو آٹھ تمبا پیر بھی کہتے تھے۔ یہ کتبہ بہت پرانا ہونے کی وجہ سے گر گیا تھا۔ چنانچہ حکومت نے آثار قدیمہ کے تحت لاہور کے عجائب گھر میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بلخی محمد الدین فوق نے اپنی کتاب آثار لاہور میں اس کتبہ مزار کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔ علاوہ ازیں تاریخ لاہور کے مصنف نے پیر بلخی کا سال وصال ۶۲۹ھ تحریر کیا ہے اور محمد الدین فوق نے اسی کو تسلیم کیا ہے جبکہ کینٹنل کے شیخ بلخی کا سن وصال ۶۲۳ھ ہے ان شواہد کی بناء پر کہا جاسکتا ہے، کہ محمد عبداللہ قریشی نے جس کتبہ کو لاہور کے پیر بلخی سے منسوب کیا ہے درحقیقت اس کا ان سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کینٹنل کے شیخ صلاح الدین حسن کے مزار کا کتبہ ہے۔

## ۲۔ مسجد شیخ طیب

شیخ طیب کینٹنل کے بہت زاہد و عابد شخص تھے۔ انہوں نے یہ مسجد خود شہنشاہ اکبر کے عہد میں تعمیر کی تھی، مسجد کے گنبد پر ملمع کاری کی گئی ہے۔ شیخ طیب نے ۹۸۳ھ میں وفات پائی۔

## ۳۔ شاہ ولایت کا مزار

یہ مزار حضرت خواجہ عبدالرشید المعروف شاہ ولایت صوفی بدھنی کا ہے، جو قطب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار کاکی کے خلیفہ تھے، عرصے تک کینٹنل میں دین اسلام کی

شاہ ولایت کا مزار کا تذکرہ GAZETTEER OF DISTRICT KARKAL 1882 A-D میں شیخ صلاح الدین کو شیخ شہاب الدین لکھا ہے۔ لیکن شہاب الدین انصاری کے تصدیق اور نزہتہ الخواطر میں شیخ صلاح الدین لکھا ہے جو زیادہ مستند ہے۔



تبلیغ کرتے رہے، یہ مزار مبارک غوریوں کے عہد میں تعمیر ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شاہ ولایتؒ کے والد نے یہ مزار تعمیر کرایا تھا۔ کیتھل کے آس پاس اور سیون کے علاقے میں کافی زمین درگاہ کے اخراجات کے لئے وقف کی گئی تھی۔

### ۴۔ استھان انجمنی (والدہ ہنومان)

یہ عمارت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ ایک مندر ہے، جسے ہنومان کی ماں کے نام پر پکارتے ہیں۔ اسے ہندوؤں نے تعمیر کیا۔ اور یہ ہندوؤں کی بہت بڑی عبادت گاہ تصور کی جاتی ہے۔

ابوالقاسم ہندو شاہ المعروف فرشتہ نے کیتھل کے شہر کی خوبصورتی اور رونق کی بہت تعریف کی ہے۔ ضیاء الدین بنی مصنف تاریخ فیروز شاہی نے بھی یہاں اپنی تنہیال پتھر کیا ہے۔ ہمارے خیال میں کیتھل کو دینیۃ الاولیاء کہا جائے تو بے ممانہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں اولیاء اللہ اور شہدا کی ایک کثیر تعداد آسودہ بخواب ہے۔ ان اولیاء اللہ میں ہر سلسلہ سلوک سے تعلق رکھنے والے حضرات شامل ہیں۔ اور ان میں سے اکثر نے یہاں عہد سلاطین میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ ان حضرات نے اپنے اپنے عہد میں اسلام کی سر بلندی، اعلائے کلمۃ الحق اور تبلیغ حق کے لئے ہر ممکن ذریعے سے کام لیا اور اپنے طور پر مقدور بھر کوشش کی ان حضرات میں سے اکثر کے احوال و مقامات کا تذکرہ، عرفاء کے تذکروں میں ملتا ہے۔ اس کتاب میں ان حضرات کی مساعی کا فرداً فرداً تذکرے کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ان حضرات کی تبلیغ و ترویج اسلام کے لئے مساعی فی الحال ہمارا موضوع ہے۔ البتہ ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ان حضرات میں سے نمایاں بزرگوں کے ناموں کا اندراج یہاں کر دیا جائے، تاکہ ایک تو ان کے نام محفوظ ہو جائیں اور دوسرے اندازہ ہو سکے کہ کیتھل میں کیسے کیسے علیم حضرات آرام فرما رہے ہیں۔ اور ان بزرگوں کی وجہ سے مذہبی تاریخ میں کیتھل کو کیا مقام حاصل ہے۔

۱۔ ایک بزرگ تاج الدین انصاری تاندی نے کیتھل کے بارے میں ایک نظم لکھی ہے جس میں اکثر اولیائے کرام کے نام بھی منضبط ہو گئے ہیں تاریخین کی ضیافت طبع کے لئے نظم ذیل میں دی جاتی ہے۔

(بقیہ ماضیہ اگلے صفحہ ۵۶ پر)

ان بزرگان دین کے نام حسب ذیل ہیں۔

سید کمال ترمذی چشتی خلیفہ خواجہ عثمانی بارونی خواجہ عبدالرشید شاہ ولایت عرف  
شیخ صوفی بدھنی مکی مدنی، سید بحلیم بالابخت، ہفت شہداء شاہ ابراہیم سہروردی کیتھلی

حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۵

وآنکہ آسودند دروی اولیائے خوش کرام  
کز کرامت در جہاں ہستند مشہور العوام  
صد دروازہ مارسد بر روح پاکش والسلام  
ہفت شہداء غازی وہم شیخ عبداللہ امام  
بعده شاہ سکندر دین پناہ قطب الانام  
ہم دگر سید کمال ترمذی پیری عظام  
شیخ ابراہیم پیری کیتھلی فرخندہ نام  
باز قطب الدین پیری ہست یا عظمت کرام  
نیز پیری نجیب مرواں واصل ہر صبح و شام  
بعد ازاں پیری بیابان است با صد احتشام  
زانکہ اواز خاندان قادری نوشیدہ جام  
باشند آواز تلک پر جہاں با فتح و بانصرت مدام  
بامراد خورد سدوز بخت گرد و ستاد کام  
گشت مشہور جہاں طوطی صفت باخوش کلام

در جہاں شہری ندیم ہچو کیتھلی خوش مقام  
نام پیران معظم شرح سازم یک یک  
شیخ صوفی مکی صاحب ولایت کیتھلی است  
شیخ نصیر الدین رستم حاجی و احمد شکر  
حضرت شاہ کمال قادری پیر کبیر  
شیخ زبیر عرف میدانی امان اللہ شہید  
حضرت خواجہ ولی اللہ نیز پیری بدیہہ  
سید ابراہیم غازی با صد و مردی شہید  
پیر بحلیم و دگر خندوم مامون بجا شجہ  
شیخ ابراہیم گورستانی و شاہ شہاب  
با واسیتل داس را از عارفان حق بدان  
ہر کہ در ہر روز و شب این ناہا یاد آورد  
وآنکہ در شب جمعہ ساز طوف ایشان را بدل  
تاج محمود آنکہ مدح شان نوشت از جان دل

رتاج الدین محمود انصاری کیتھلی

۱۔ مشہور اردو انشائیہ نگار سید سجاد حیدر ندیم ادران کی بیٹی (معروف اردو ناول نگارہ قرۃ العین حیدر راہی  
سید کمال ترمذی کی اولاد ہیں (مولف)۔

۲۔ دو سو عربی افراد کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان کے اس علاقے میں آئی۔ یہاں کفار  
سے جنگ ہوئی۔ ان عربی مبلغین میں سے اکثر شہید ہو گئے۔ ایسے ہی شہداء میں سات بھائی بھی تھے جو ایک  
ہی قبر میں دفن ہیں۔ ابد ہفت شہداء کے نام سے مشہور ہیں ان کا مزار بدھ کیار تالاب کے شمالی  
طرف حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ کے پچھلی طرف واقع ہے۔ (مولف)

شیخ سلیم عرف مخدوم آرام شاہ خلیفہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت گشاہ زیریک المعروف بہ پیر جیلانی، سید شاہ ابراہیم عرف پیر گھوڑا، امام ناصر الدین نبید حضرت امام علی موسیٰ رضا، شیخ صلاح الدین حسن بلخی، امان اللہ حسینی، شاہ ولی کیتھلی، شیخ محمد صدیق چشتی کیتھلی، تاج الدین کیتھلی، خواجہ سیر خط، ہمشیرہ زادہ شاہ کمال ترمذی چشتی، مخدوم حامد خراسانی فرزند کلال سید کمال ترمذی چشتی، حسام الدین سجادہ نشین سید کمال ترمذی چشتی، سید حسین المعروف پیر جھاڑی، سید رمضان شاہ مبارک شہید بخاران، غائب غازی (واقع موردی دروازہ)، غائب غازی (واقع محلہ پنہاریاں) شہید رضا شہید مبارک ثانی شہید حاجی دریائی، الہی بخش شہید، نوشتہ شہید، ملک شہید، نمن شہید، خواجہ شہید، سید شمس الدین شہید، سید جمال، فخر الدین شاہ، قطب الدین چشتی، سید عمر شاہ، شیخ عبداللہ امام، مہتاب شاہ، شیخ طیب قادری، سید جمال ثانی، بیگو شاہ، سید نظام الدین کیری، بلو پیر، رستم علی شاہ، شاہ محمد، سید عالم شاہ، سید وزیر شاہ، کول شاہ، حضرت بیدیا، شاہ بھیک، شیخ مبارک چشتی قادری، شاہ شہاب الدین چشتی، (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔ اور ان بزرگوں کے علاوہ ناندان عالیہ قادریہ کمالیہ کے بزرگوں یعنی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ اور آپ کے اخلاف کے مزارات بھی کیتھلی میں ہی ہیں۔ مذکورہ بالا حضرات کے مزارات کے علاوہ کیتھلی میں حضرت ابو علی شاہ قلندر اور

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی چلہ گاہیں مزج خلافت ہیں۔

کیتھلی کے نواحی علاقوں میں جن بزرگان دین نے شہرت حاصل کی ان میں میراں سلطان شاہ احمد اکبر ناسی، خواجہ علی شہید، سید حسین ترمذی شیر گڑھ مردان غائب (سیر ہٹ) شاہ شہاب الدین چشتی (تہاڑ) شیخ عبداللہ امام (گہونگ) اور شاہ محمد شریف نیادلی (نیاول اور تراوڑی) (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے آنے تک کیتھلی میں کفر و الحاد کا چرچا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کا زور تھا۔ لوگ لہو و لعب میں مصروف تھے۔ اور عادات رسوم میں قدیم عربوں کے ملتے جلتے تھے۔ اس لئے اس مشرکانہ مرکز کی شکست کے لئے دولت پناہ ہستیاں خواجہ عبدالرشید شاہ دلایت عرف شیخ صوفی بدھنی اور سید کمال الدین ترمذی چشتی قدس اسرار عم بہت پہلے یہاں اپنا روحانی و باطنی کمال دکھانے لگے تھے۔ انہوں نے یہاں کے لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھایا، تعاون علی البر اور نہی عن المنکر کا درس دیا۔ یہ حضرات اپنی مساعی میں

کافی حد تک کامیاب ہوئے لیکن ابھی بہت کچھ باقی تھا جس کی تکمیل حضرت شاہ کمال کیتلیؒ  
 قدس سرہ اور آپ کی اولاد کے ہاتھوں ہونا تھی۔ یہاں پہنچ کر حضرت اقدس نے تہنگان  
 رشد و ہدایت کے سینوں کو جام وحدت سے معمور کیا۔ کفر و الحاد کی گھٹاؤں اور تیرہ و تار  
 قضاؤں کو ختم کیا۔ سرکش بیباک اور وحشت خیز بگولوں اور ضلالت اسلام رسموں کو مٹایا۔  
 چنانچہ آگے چل کر اسی سرزمین سے نور و عرفان کے وہ سوتے پھوٹے جس سے ایک  
 چمنستان بوقلموں عالم وجود میں آیا۔ اس شمع معرفت و رشد و ہدایت پر پریشش جہات  
 سے ایمان و عرفان کے متلاشی پروانوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اور اس سرزمین میں سلسلہ عالیہ قادریہ  
 دن دوئی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

## علم و فضل

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتلیؒ قدس سرہ ایک علمی و ادبی اور خالص  
 مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس سے پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت کے والد ماجد بچانے  
 روزگار تھے۔ اور نواح شہر کے علاوہ بیرون جات کے بہت سے فقہاء و علما ان سے  
 پیچیدہ مسائل کے سمجھنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور وہ ان مسائل کو نہایت خوش  
 اسلوبی سے سلجھایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت اقدس کی والدہ ماجدہ بھی  
 اس وقت کی عورتوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ ایسے علمی گھرانے میں بچے کی پرورش  
 کیوں کراچی نہ ہوگی؟ جب وہ مذہبی ماحول میں آنکھ کھولے گا، تو لازماً مذہب کا رنگ (۲۱)  
 پر بھی چڑھ جائے گا۔ آپ کے والد بزرگوار کی صحبت، والدہ ماجدہ کی پرورش اور قرشد  
 کامل کی تربیت نے آپ پر یہ اثر کیا۔ کہ آپ پر اس دنیا سے فانی کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور  
 آپ سرتاپا اس محبوب حقیقی کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔ جو سب کار ازقہ ہے۔ اس سرگردانی  
 میں آپ نے مختلف ممالک کی سیر کی، اور فرمان خدا یعنی زمین میں سیر کرد اور قدرت الہیہ کے  
 نشانات دیکھو کے مطابق مختلف رنگوں میں فطرت کا مطالعہ کیا۔ اس سیر و سیاحت نے  
 جہاں آپ کے دل کے لئے نسل کا سامان بہم پہنچایا۔ وہاں آپ کے علمی و ادبی ذخیرے میں بھی  
 اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ ان دنوں بغداد علم و فن کا منبع و مخزن تھا۔ یہاں کی فضائے آپ کو  
 بے حد متاثر کیا۔ پھر حضرت شہ فقہیل قادریؒ ایسے مہر عالم اور جید فاضل کو آپ کی تعلیم پر مامور

کیا گیا۔ جنہوں نے نگارہ اولین میں ہی بھانپ لیا کہ ذوق و شوق کے اس پتلے میں کوئی ایسی خامی نہیں جسے پورا کیا جائے اور علم و ادب کا یہ رسیا تو رسماً ادھر آنکلا ہے۔ تاہم پرانی صلاحیتوں کو چلا بخشی اور خوب بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف آپ علم و فن کے درخشاں آفتاب علم و عرفان الہی کے بحر موج اور دنیا کے ادب کے مہر تاباں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ آپ روحانیت فلسفہ اخلاق و نفسیات اور علم الکلام کے ماہر استاد بھی ہیں۔ اس علم و فضل کے پیش نظر اور حالت جذب کو دیکھتے ہوئے حضرت شاہ فیصل نے بعض مریدین کو آپ کی مریدی میں دیدیا تھا۔ آپ کے ایام سیاحت کے دوران میں آپ کے علمی و ادبی، اور مذہبی ذخیرے کی شہرت دور دراز ممالک تک جا پہنچی تھی، جس کی وجہ سے مختلف مقامات سے لوگ آکر اس منبع علم و فن سے فیض حاصل کرتے۔ بلا دہند میں جب آپ کی شہرت پہنچی تو ہزار ہا لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق نظر آنے لگے۔ اور جب آپ ارض ہند میں وارد ہوئے۔ تو شش جہات سے علم و عرفان الہی کی اس شمع پر پروانے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اور خواجہ فتح علی خاں، شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی، ہاشم بنو توی، شاہ یوسف بھکری، ملا محمد مدرس سندھی اور قاضی عبدالرحمان دیپالپوری وغیرہ قدس اسرار ہم نے علم کے اس روشن مینار سے جس قدر ممکن تھا فائدہ اٹھایا آپ کے علمی نتیجہ درخشاں جلالت سے یہ لوگ از حد متاثر ہوئے اور اسی لئے اس طرف کھینچے چلے آئے۔

پھر حضرت شاہ سکنندہ کیتھلی قدس سرہ آپ کے پوتے ہیں جنہوں نے آپ ہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور آپ ہی کی آغوش عاطفت میں پرورش پائی۔ اس قابل جو سہری سے اس عقیق کو اس طرح تراشا کہ یہ نیگیں بن گیا۔ اور جب آپ کے وصال پر نیابت غوثیہ حضرت موصوت کے ہاتھ میں آئی۔ تو ہر طرف سے لوگ اس بحر لا متناہی سے فیض حاصل کرنے کے لئے بے تاب نظر آنے لگے اور شیخ سرہندی حضرت مجدد الف ثانی شیخ طاہر بندگی ملا عبدالرحمن دیپالپوری محمد اسلام بہاری وغیرہ قدس اسرار ہم نے فیض روحانی حاصل کیا۔ ان بزرگان کی علمی حیثیت آفتاب درخشاں کی طرح ہے۔ آج اسلامی ممالک کے بیشتر علاقوں میں ایسے بہت سے بزرگ ہیں جو ان اصحاب سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں اور اب بھی علم و دین کی اشاعت میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ میراث علم جو دنیا کے ایک حصے کے لئے موجب ہدایت بنی اس کے ایک عظیم المرتبت رکن رکین حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی ہیں۔ حضرت اقدس کے

جلیل القدر علماء مریدین اس امر کی شہادت ہیں کہ آپ روحانی علم و فضل کے لحاظ سے اپنے زمانے کے اولیائے کبار میں یگانہ روزگار کی حیثیت کے مالک تھے اور آپ کا محبوب ترین مشغلہ روحانی علوم کی اشاعت رہی ہے۔

تذکروں میں حضرت اقدس کے مکتوبات کا ذکر ملتا ہے یہ مکتوبات ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ اور اس وقت میز پر ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں ایک سالک مجذوب کے یہ خطوط علم و ادب کا ایک حسین مرقع ہیں۔ انہیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ کس قدر متبحر عالم اور جید ناظر تھے۔ اور روحانیت کی کیسی کیسی تجلیات آپ کے یہاں موجود تھیں۔

تنوع کے لحاظ سے آپ کے خطوط، خطے اور پند و نصائح دنیائے علم کے لئے بہترین سرمایہ ہیں لیکن افسوس کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے کہ ان بیش قیمت جواہرات کو صحیح تبصرے اور تنقید کے ساتھ یک جا نہیں کیا گیا ہے۔ جو کچھ میسر آیا ہے۔ وہ بلا تشریح و تفسیر ہے۔ اصل خطوط فارسی زبان میں ہیں اور مخصوص طرزِ نشر میں لکھے گئے ہیں جو ایک عالم و ناظر ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ خود اس زمانے کے خطوط کا مقابلہ کیا جائے۔ تو ایک بین فرق نظر آتا ہے۔ اگرچہ اس وقت ان خطوط کا اردو ترجمہ ملتا ہے۔ لیکن اس میں وہ چاشنی اور وہ ملاوت نہیں جو اصل خطوط کا طرہ امتیاز ہے۔ کیونکہ بعض الفاظ ایسے تھے جن کا یا تو ترجمہ نہیں ہو سکا۔ اور اگر ہوا بھی ہے، تو مترجم نے بہت لاپرواہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور کچھ عجیب قسم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس طرح وہ ملاوت باقی نہیں رہی جو اصل خطوط کا ماہ الامتیاز ہے۔ تاہم دو آتشہ شراب سے آتشہ کامزہ دے سکتی ہے اور ارتقائے دماغ اور ادنیٰ ذوق کے معیار کو سمجھنے والے اصحاب ان تراجم سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

یوں تو یہ خطوط مختلف اصحاب کے نام تحریر فرمائے گئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر حضرت شاہ مولے ابوالکارم اویسی شیخ عبدالاحد کابلی قدس اسرارہم کے نام ہیں۔ آپ زیادہ تر ایسے خطوط کا جواب تحریر فرمایا کرتے تھے جو اہم مسائل کے بارے میں ہوتے تھے۔ تمام خطوط، قدیم انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ اول القاب ہیں، پھر دعائیں اور پھر احوال وغیرہ۔ اکثر و بیشتر خطوط اس طرح شروع ہوتے ہیں۔

بعد دعاء و سلام، مدح، ثنا۔ دائم در طلب در فائے مولانا مکتوب الیہ کا نام

وغیرہ) مشتاق لقاء مکہ میں دین دینے نیکین نقیر حقیر، اسیر نفس شریہ، احقر الانا

کمال تام، مقیم خطہ کبھقل کی طرف سے مطالعہ فرمائیں۔ ہماری طرف ہر طرح خیریت ہے۔ اس محب کی سلامتی تمام عزیزوں اور متعلقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواہاں ہوں۔

اس کے بعد آپ کو جو کچھ بیان کرنا ہوتا ہے، وہ بلا کسی تہید و تعارف کے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس میں گنگلک اور تعقید نام کو نہیں آنے دیتے خطوط کا ایک ایک لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کاتب سامنے بیٹھا درس میں مشغول ہے۔ اب ہم ذیل میں خطوط میں سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں۔

اس سے پیشتر کسی جگہ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جذب اور سلوک تصوف کی دو اہم اصطلاحات ہیں جنہیں عام آدمی سمجھنے سے نا صر ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے ان کی تاویلات کرتے ہیں۔ حضرت اقدس ایک سبالبک مجذوب تھے۔ اپنی اس طبیعت کے بارے میں حضرت شاہ موسیٰ ابوالکارم کو ایک خط میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

اے فرزند امیری یہ طبیعت کچھ نفس کی رہنمائی سے پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کچھ ہے۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ پردہ غیب میں جو کچھ پوشیدہ ہوتا ہے راز رسانی اور حکمت ربانی پر عیاں ہو جاتا ہے۔ جو کچھ وہ کتاب ہے، خود کرتا ہے۔ ہمیں کرنے نہ کرنے سے کیا واسطہ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَعْلَمُ مَا يُرِيدُ عوام اللہ کے دوستوں کی ہزار ہا شکایتیں اور ان پر بے شمار طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اس لئے کہ درویشوں پر طعن و تشنیع قدیم سے ہوتے آئے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سنت قدیم ہے۔ وَ لَنْ تَجِدُ سُنَّتَ اللّٰهِ تَبْدِيلًا نِيزِيَةِ اَيُّ شَرِيفَةٍ كُوَانِ يَكْذِبُوْنَ فَقَدْ كَذَبَتْ رَسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ

بھی اس مضمون کی آئینہ دار ہے۔

اے خدا بر عاشقان خوشنود باش ۛ عاشقان راعاقبت محمود باو!  
اس مقام میں زیادہ وہی قیل و قال کرتا ہے، جو راز سے ناواقف ہوتا ہے۔ لہ  
دیکھئے نبی اور ولی کے فرق کو کس طرح واضح کرتے ہیں۔

۱۔ مکتوب بنام حضرت شاہ موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ۔

”وقت اپنے موقع پر خود پکار اٹھتا ہے۔ کہ اٹھ اور شراب پی۔ اور جوش و خروش پیدا کر۔ جب حقیقت آشکار ہوتی ہے تو نبی نبی ہوتا ہے اور ولی ولی نبی صاحب ولی ہوتا ہے اور ولی اپنے کام میں پوشیدہ رازوں کا محرم ہوتا۔ نبی صاحب اعجاز ہوتا ہے اور ولی صاحب کرامت۔ نبی صاحب نبوت ہوتا ہے اور ولی صاحب ولایت۔ نبی کے لئے غایت ہے اور ولی کے لئے اقامت۔ نہ ہر وقت نبی ہوتا ہے، نہ ہر وقت ولی، ولی۔ دونوں کے حضور میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی نبی جس انجام سے آگاہ ہوتا ہے۔ وہ اس کا اعلان کرتا ہے۔ نبی کے پاس اصل ہوتا ہے اور ولی کے پاس اس کی نقل۔ اس کے خلاف واقع نہیں ہوتا۔ ولی شریعت کے آداب کا لحاظ رکھتے ہیں اس لئے نبی کے ساتھ مساوات کا دعویٰ نہیں کرتے۔“

دنیا کے سلوک میں فقر و غنا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ اور جسے خودی اور فقر و غنا کی دولت ہاتھ آجائے، اسے کیا چاہیے۔ یک سوارۂ میدان فقر و غنا، اس دنیا کا شہنشاہ ہوتا ہے۔ جس قدر رقیب اور اس دنیا میں آئے وہ تمام اس امر پر زور دیتے رہے کہ خودی کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ حضرت اقدس ایک مکتوب میں اس طریقہ پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

”اسے فرزند!

جن لوگوں نے فقر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی بنا دیا۔ فقر و غنا ان کے جسم کا لباس ہے، دنیا کا مال و منال ان پر غالب نہیں آتا، اور جہاں آب و گی کا گرد و خبار ان کے دامن ہمت کو آلودہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے عشق مولائیں گھر پار اور مال و دولت سب کو ترک کر دیا اور پورے طور سے آزاد ہو گئے۔ عشق و محبت کی منزل میں ان کا یہ پہلا قدم ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ذات اور اپنی ہستی کو بالکل مٹا دیا۔ وہ ایک عالم بے خودی میں جیتے ہیں۔ اپنی طرف سے مردہ ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے زندہ۔“



فقر و ناقر اور خودی کے بعد وحدت میں گم ہونے کی باری ہے جو شخص دریا سے وحدت میں غوطہ زن ہوا۔ وہی دریا کا حقدار قرار پایا۔ اور جس شخص نے اس دریا سے فائدہ اٹھانے کی جرأت نہ کی، وہ یقیناً بے نیل و مرام لوٹے گا۔ حضرت اقدس کی ایک مکتوب میں فلسفہ توحید پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

”عزیز میں! جب ایک شخص نے اپنے آپ کو دریا سے توحید میں غرق کر دیا تو پھر اس میں بشریت کہاں رہی۔ نہ یہ رہا نہ وہ رہا۔ ھُوَ الْاَكْلُ۔ ھُوَ الْاَخِرُ، ھُوَ الظَّاهِرُ ھُوَ الْبَاطِنُ ھُوَ الْبِكْرُ ھُوَ الْبَدِيءُ۔ جو شخص جلال و جمال میں محو ہے، وہی فائز المرام ہے اور درجات بلند کا حقدار ہے جو شخص آپ سے گزر گیا۔ فقط خدا کا رہ گیا۔ بشریت اور غیر خدا کا قدم در میان سے جاتا رہا۔ جب فقط ذاتِ خداوندی رہ گئی، تو زوال کہاں۔ بقا ہی بقا ہے فتا اس کے لئے مقدر ہے۔ جو حق تعالیٰ سے دوری و مجوری رکھتا ہے۔ اور قانون بھی ہے کہ مجبوراً ہمیشہ دور رہتے ہیں۔ اور جو لوگ جلال و جمال کے مفہوم سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی آخر کار حضوری سے محروم رہتے ہیں۔ حسن و کمال کو محبوبِ مجازی کہتے ہیں اور اس کے در میان حق کو تلاش نہیں کرتے۔ البتہ قید میں رہ کر آزاد کو تلاش کرنا مشکل ہے۔ مُرشدِ کامل کے بغیر اس مقام پر کمال کو بھی زوال سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو شخص کہ توحید کے حوتِ خالص سے بہرور ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ کمال وہ ہے۔ جو حق سبحانہ کا کمال ہے۔ یہ کمال توحید کے صرف خالص سے مالا مال ہے یہاں کمال در کمال ہے۔ جس کو تغیر ہے۔ نہ زوال اور نہ ہی جمال و جلال کی طاقت۔ وہ ہمیشہ کے لئے زوال میں ہے۔ اس کو توحید کے دعوے کی جرأت نہیں۔ اور توحید حق میں وہ ہمیشہ ناکامیاب و متغیر ہوتا ہے اس لئے وہ وبال میں ہے۔ اور اس کا دعویٰ کمزور ہے۔“

منازل سلوک و تصوف طے کرتے وقت مختلف اور متعدد منازل سے گزرتا پڑتا ہے۔ تب کہیں یہ دولت بے بہا ہاتھ آتی ہے۔ اور جب ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں۔

سالک کے لئے تہجی کے تین درجے ہیں۔ اول صوری، دوم معنوی، سوم درائے صوری  
 و معنوی۔ حضرت شیخ اللہ دار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں حضرت اقدس سے سلوک  
 کی منازل کے بارے میں دریافت فرمایا۔ دیکھئے حضرت اقدس ان تجلیات کی تشریح  
 کس طرح کرتے ہیں۔

”سنوئے عزیز من! سالک کے لئے تہجی کے تین درجے ہیں۔ اول صوری۔  
 دوم معنوی۔ سوم درائے صوری و معنوی۔۔۔ اول سیر صوری کہ یہ بھی ایک  
 طرح کا مشاہدہ حق ہے۔ کہ سالک اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ سیر معنوی یہ ہے  
 کہ سالک خود تو بیٹھا رہے۔ اور اس کی روح اپنے وطن میں سیر کرے۔ اور پھر  
 واپس اپنی جگہ پر آجائے۔

اے عزیز من یہ روح القدس کا مقام ہے۔ اگر روح صفائی حاصل کر لے  
 تو پھر وہ اپنے مقام پر جا کر واپس آجاتی ہے۔ لیکن یہ مقام مکانی ہے۔ روح  
 کے لئے ایک مقام مقرر ہے۔ اور روح اپنے مقام کی سیر کرتی ہے۔ البتہ  
 درائے مکان روح کے لئے جانے کی گنجائش نہیں۔ ماورائے مکان سجاویت  
 ہے۔ عالم مکانی نہیں۔ اس مقام پر بھی پریشانی و سرگردانی ہے۔ فنا بایقاع کے  
 بعد شہود دائمی کا درجہ ہے۔ یہاں تہجی نظر آتی ہے۔ وہ درائے صوری و معنوی  
 ہے۔ ایک مقام اس سے بھی بلند تر ہے۔ اور اس مقام میں حضرت رسالت پناہ صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب الہی حاصل کیا۔ اور محرم اسرار ربانی ہوئے۔ اس کے  
 بعد واپس ہوئے اور اس عالم میں تشریف لائے۔ اور جو کچھ درگاہ رب العزت  
 سے سنا تھا اور جس پر مامور من اللہ تھے۔ دنیا کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔ یہ  
 مرتبہ درائے صوری و معنوی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا  
 اس اسرار گاہ کا محرم کوئی نہیں ہے حضور نے اپنے اصحاب سے اور دنیا سے اس  
 راز کا ایک کرمہ بھی بیان نہیں فرمایا۔ جو کچھ حضور نے دیکھا۔ وہ کسی کو نظر نہ آیا۔ اور  
 جو کچھ سنا وہ کسی نے نہ سنا۔ پس یہ قرب جو آنحضرت نے حاصل کیا ہے جہت  
 بے مکان تھا۔ یہاں نہ تو کون و مکان ہے۔ اور نہ این و آن ہے۔“

شیخ الحداد نے ایک مرتبہ حضرت اقدس کو یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ اللہ ساری دنیا سے انسان نبیان الرب والانسان ساری و صفتی۔ اور تحریر فرمایا کہ حضرت اس کی وضاحت کیجئے کیونکہ یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور ساتھ یہ بھی دریافت فرمایا کہ یہ حدیث عوام و خواص دونوں کے بارے میں ہے یا اس سے فقط خواص مراد ہے۔ حضرت اقدس اس کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”اے میرے عزیز سنو! یہ حدیث خواص کے حق میں ہے، عوام سے متعلق نہیں جو حیوان انسان کی صورت میں ہیں۔ ان کو انسان نہیں بلکہ حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ انسان وہ ہے جس میں جان نہ ہو۔ نہ کہ حیوانی صفات۔۔۔۔۔“

انسان اس کو کہتے ہیں جو باری تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو۔ اور حق جل و جلالہ کا عاشق صادق ہو۔ جو زیر و زبر سے محفوظ اور بلندی کا مشتاق ہو۔ انسان کہلانے کا مستحق وہ ہے جو اپنے آپ سے آزاد اور ہر حال سے محفوظ ہو۔ حق سے ملا ہو۔ وصل و فراق سے بے پروا ہو۔ اور جس نے تموتوا قبل ان تموتوا کما مزہ چکھا ہو۔ اس کے دل میں عشق کی آگ بھڑکی اور حق کے سوا ہر شے جل گئی ہو عدما لہ وجود لہ اور ہر طرف اور ہر سمت فاینا تولوا

فتمدجھہ اللہ خیال کرے انسان اسے کہتے ہیں۔ نہ کہ اسے جو کوتاہین ہو۔ اور یہ ساری و صفتی کی تعریف میں داخل نہیں۔ آج کل کم نگاہ اور کوتاہ بین آدمی ہر ناقص اور ناسق کو انسان کہتے اور انسان سمجھتے ہیں۔ خدا محفوظ رکھے۔ ساری و صفتی ہرگز ان کا نشان نہیں ہے۔ جو لوگ کہ ظاہری احکام شریعت سے بے خبر ہیں تو باطن کی صفائی کو وہ کہاں پہنچ سکتے ہیں جو بہت ہی مشکل ہے ہر کس و ناکس کو ساری و صفتی کا مصداق کہتے ہیں۔ اور انسان سمجھتے ہیں۔ نہ حق کو پہنچنے نہ مشاہدہ حق کیا۔ اور نہ استغراق کا مزہ چکھا۔ ہر بے بصیر مقلد تقلید کی باتیں بناتا اور ہر نافرمان شیدہ آدمی انسان کہلاتا ہے۔ اگر چہ راز ہائے ربانی انوار سبحانی اس پر نہ چمکے ہوں۔ اور نہ ہی اس نے خود کو پہچانا ہو۔ جو شخص من عرف نفسه فقد عرف ربه کی صفت سے متصف نہیں اسے انسان کہنا ضروری نہیں۔

”اگر نماز کی ہزار رکعتیں ادا کرتا ہے اور زہد و عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اگر اس میں وہ صفت نہیں جو بیان کی گئی ہے تو یہ سب کچھ قطعی بے کار ہے

اور ذوق و شوق کی آگ کے سوا مطلقاً کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس دور میں درویش اور سالک پیدا ہوئے ہیں جو اپنے آپ میں مارنے اور پیدا کرنے کی طاقت بیان کرتے ہیں۔ اور در بدر مارے مارے پھرتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ شرف الدین نمیری کہتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ آئے گا۔ کہ لوگ مرید بنائیں گے تاکہ ان سے سیم وزر ہاتھ لگے۔ بلکہ بعض بزرگوں نے تو کہا ہے کہ جو شخص اس نیت سے مرید کرتا ہے کہ دنیا کا جاہ و جلال بیسرا جائے تو یہ مرتبہ غیر مجذوبیت کا ہے۔

”حضرت خواجہ اجیری فرماتے ہیں۔ کہ سالک مجذوب کے سوا کہ اس کے دل پر جذبہ ربانی نہ طاری ہوا ہو۔ اور نہ اس نے خدائی رازوں کو پہچانا ہو۔ تو اس کے لئے مرید کرنا حرام ہے۔“

حضرت قطب عالم شیخ نور پر نور فرماتے ہیں کہ انسان وہ ہے جس کا نفس روح کی صورت اختیار کر لے اور روح دل کی صفت حاصل کر لے۔ اور دل سر کی صفت اور سر میں صفات حق تعالیٰ پیدا ہوں۔ یہ نکتہ ذرا دقیق ہے۔ ہر کوئی اس کے معانی نہیں سمجھ سکتا، لہ

حضرت اقدس کی شان علم و فضل کو ظاہر کرنے کے لئے یہ اقتیاسات ہی کافی ہیں۔ ان کے مطالعے ہی سے قاری کے ذہن میں آپ کی عظمت و سر بلندی ابھر آتی ہے۔ اور ایک علم و فضل سے مالا مال شخصیت سامنے آتی ہے۔ حضرت اقدس کے خطوط کا ایک ایک لفظ بذات خود روشنی کی ایک ایسی مشعل ہے جو بھولے بھٹکے مسافر کی اندھیری رات میں رہنمائی کرتی ہے اور جن سے شہیدِ حجت، حلقِ معرفت اور مدعیہ و مدت ٹپکتا ہے۔ طبیعت نے بہتیرا زور مارا کہ تمام خطوط نقل کر دیے جائیں لیکن آخر کتاب کی ترتیب اور ضخامت اڑے آئی۔ اور انہیں چند اقتیاسات پر قناعت کرنا پڑی۔ قاری کے لئے سکون قلب کا سامان پیدا کرنے کے لئے یہ اقتیاسات ہی کافی ہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی اور صاحب اس موضوع پر غامض فرسائی کرتے ہوئے گوئے بدقت لے جائیں۔

آپ کے خطوط اور خطبات میں عربی اور فارسی زبان کے بیشتر اشعار پائے جاتے

ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پندرہ شعرے ذوق کے مالک بھی تھے۔ اور بہت سے قدیم اور معاصر شعرا کے اشعار نوک زبان تھے۔ یہ شعر کو خطبات و خطوط میں مناسب اور موزوں موقع پر استعمال کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا انگشتری میں نگینہ جڑا ہوا ہے۔ مکتوب میں جا بجا شعروں کے استعمال نے خطوط کو اور بھی قابل قدر بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ مکتوبات و خطبات کا مطالعہ کرنے سے آپ کے عمق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ حضرت اقدس ایک سالک مجذوب تھے۔ لیکن جب یہ جذبہ کچھ ٹھنڈا پڑتا اور آپ عام حالت میں ہوتے تھے۔ تو لوگوں کو پند و نصائح کیا کرتے۔ آپ کے خطبات پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر فصیح البیان اور شیریں مقال خطیب تھے۔ آپ کے خطبات علم و ادب کا ایک خزانہ ہیں۔ جو جو اہر نور سے معمور ہیں۔ ایک ایک لفظ بذات خود ایک کوزہ ہے۔ جس میں ایک تند و تیز دریا کو بند کر دیا گیا ہے۔

زبدۃ المقامات کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ عوام و خواص آپ سے مسائل تصوف کا حل دریافت کرنے کے لئے دور دراز سے آیا کرتے تھے۔ گلزار خوارق میں ہے کہ ایک بار حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی اور حضرت شیخ اسمعیل بندگانگی قدس اسرارہم کے دل میں علوم باطنی اور حقائق وحدانیت کو معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ وہ ”العلم حجاب اکبر“ کا انکشاف چاہتے تھے۔ اپنے دل کی اس گہرہ کو کھولنے کی کوشش کر کے لے وہ اکثر فقرا اور اہل صوف کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ اس تک و دو میں وہ ولایت پورب میں ایک درویش شیخ بہار خاں سے ملے۔ شیخ بہار خاں کے ہاتھ میں ہر وقت دو گز لمبی تھیلی رہتی تھی۔ جو سائل آتا تھا اس میں سے کچھ رقم نکال کر اس کو دے دیتے تھے۔ سوالی آتے اور اپنی مرادیں پوری کر کے چلے جاتے۔ لیکن یہ پویشیہ خزانہ کم ہونے میں نہ آتا تھا۔ ان حضرات نے اپنا عقدہ لایسجل ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے ایسے پوری بات کو سنا بھی نہیں تھا۔ کہ کہا۔ ان اشکال کو منجملہ مشائخین نامدار حضرت شاہ کمال قادر، ساکن علاقہ کبیتقل و سامانہ ہی حل کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر دونوں حضرات رخصت ہوئے۔ چونکہ شیخ اسمعیل کا وطن مالوف پانی پت تھا۔ لہذا وہ وہاں ٹھہر گئے۔ اور شیخ عبدالاحد، حضرت

۱۔ یہ صاحب حضرت شیخ جلال الدین پانی پت کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ (مؤلف)

شیخ جلال الدین نقانیسری قدس سرہ رحمہ کی خدمت میں پیش ہوئے انہوں نے حضرت شاہ کمال کیتھی قدس سرہ رحمہ نقانیسری میں مقیم تھے۔ حضرت نے ان کے دل خطرات سے مطلع ہو کر مسکندہ اسٹیج جلال الدین کے سامنے رکھا۔ شیخ موصوف نے کہا کہ اس نکتہ غریب کا جواب تنہائی طلب ہے۔ حضرت نے دوبارہ فرمایا کہ عوام و خواص حصول فیض کی غرض سے آپ کے گرد جمع ہیں۔ مہربانی کر کے اس مسئلے کی وضاحت کیجئے۔ کیونکہ بے دانش اور بے خیر لوگ اس نکتہ کے ادراک سے خود ہی عاجز ہیں۔ ایسے میں یہی مجلس خلوت کے مترادف ہے۔ شیخ موصوف نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ یہ بات خلوت میں ہی کی جاسکتی ہے۔ حضرت اقدس یہ سن کر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ شیخ عبدالاحد کے اختیار کی باگ ڈور جاتی رہی اور حضرت اقدس کے اٹھتے ہی آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک شخص سے پوچھا کہ یہ سوار کون صاحب دولت ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ بزرگ عوث الاعظم کے فرندوں میں سے ہیں۔ جن کا اسم گرامی حضرت شاہ کمال قادری ہے۔ اور جو دور حاضر کے عظیم الشان مشائخین میں سے ہیں۔ شیخ عبدالاحد یہ سنتے ہی حضرت کے قدمبوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "عبدالاحد خیریت سے تو ہو" عرض کی آپ ایسے بزرگوں کی زیارت نصیب ہو گئی ہے۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خود سندی ہو سکتی ہے۔ حضرت اقدس نے ان کی پیٹھ پر تھپکی دی۔ اور اشکال غریب کے خلیجان سے کماحقہ آگاہی بخشی۔ جس سے ان کی عقیدت و ارادت میں یہاں تک پختگی پیدا ہوئی کہ تمام عمر حضور کی بندگی و حلقہ بگوشی میں مستعد رہے۔

میدان کشف و مجاہدات میں بھی حضرت اقدس یکتاے روزگار نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ تین چار روز سے آپ اپنے قدمبارک کو جھکائے ہوئے گھر تشریف لے جاتے۔ اور اسی حال میں باہر تشریف لاتے۔ آپ کے محرم خاص فتح خاں ناتھ نے خلوت میں اس کی وجہ دریافت کرتے ہوئے عرض کی کہ یا سیدی۔ چار روز سے حضور کا روتے مبارک خلوت عادت واقع ہوا ہے۔ اس حال کی کیفیت سے سرفراز فرمائیے۔ حضرت نے قدرے تامل کیا۔ لیکن فتح خاں کے پیہم اصرار پر آپ نے اپنے سر سے دستار مبارک اتارنے ہوئے فرمایا۔ کہ دیکھو۔ کثرت تجلیات و انوار الہی کے باعث سر زخمی ہو گیا ہے۔ چونکہ سر کا گوشت مطلق آتہ چکا ہے۔ لہذا سر اٹھانے کی ہمت نہیں۔ لاجرم سر جھکا جھکا کر چلتا ہوں۔

غرض اس مختصر تبصرے سے یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت اقدس علی وادینی حیثیت سے کس قدر بلند شخصیت کے مالک تھے۔ آپ علم و فضل کے آفتاب و رخشاں علم الہی و عرفان کے بحر موج اور دنیا کے ادب کے مہر تاباں تھے۔ آپ معرفت و روحانیت، فلسفہ اخلاق، نفسیات اور علم کلام کے استاد کامل، فقر و تصوف، عبادت و ریاضت، توکل و رضا، زہد و تقوا اور علم و عرفان کے مرد میدان تھے۔ آپ کی اس عظیم المرتبت شخصیت کے سامنے اس دور کے بلند پایہ صوفیاء، مشائخ اقطاب اور اولیاء اللہ دم بخود اور سرنگوں نظر آتے ہیں۔

### شان بزرگی :-

آپ ایک جلیل القدر اور با عظمت ولی ہو گزرے ہیں۔ جس کا اقرار مشائخین وقت نے کیا ہے۔ اور یہ اعتراف کچھ اس قسم کا ہے۔ کہ یہ آپ کی شخصیت کو دو یا لاکر دینا ہے اور آپ کی شخصیت رفعت بدوش نظر آتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحدؒ فرماتے ہیں کہ :-  
”مجھے نسبتِ فردیت جو اولیائے امت کا آخری عروج ہے۔ حضرت شاہ کمال قادری کیتغلیؒ نے عطا فرمائی۔ جو جذبہ قوی اور خوارقِ عظیم والے بزرگ تھے۔“

اسی امر کا اعتراف شیخ مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تصانیف میں جا بجا کیا ہے۔ اور عموماً اس طرح گوہر افشانی کی ہے۔

”اس درویشِ رامایہ نسبتِ فردیت کہ عروجِ اخیر مخصوص بانست از پدر بزرگوارِ خود حاصل شدہ بود۔ پدر بزرگوار اور از عزیز می کہ جذبہ قوی داشتند و بخوارق مشہور بودند بدست آمدہ بود۔“

یعنی :-

”اس درویش کو نسبتِ فردیت کا متاع جس سے اولیائے امت کا آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوا تھا۔ والد بزرگوار نے اس نسبت کو ایک بزرگ سے حاصل کیا تھا۔ جو اپنے زمانے کے

صاحب جذبہ تھے اور کرامات و خوارق میں فرزندمانہ تھے“  
 اور زبدۃ المقامات اور دوسرے تذکروں میں بصراحت لکھا ہے:-  
 ”مراد حضرت ابشاں (حضرت مجددؒ) ازاں عزیز کثیر الجذبہ والنوارق شیخ  
 کمال قادریؒ است“

یعنی:-

”عزیز کثیر الجذبہ والنوارق سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی مراد حضرت  
 شاہ کمال قادریؒ (کیتھلی) ہیں“  
 حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ان کے آتالین اور لاہور کے مشہور زمانہ  
 قطب حضرت شیخ طاہر بندگیؒ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:-  
 ”بکیر الملک العتاق حضرت شاہ کمال قادریؒ کیتھلی اور رڈس الاولیا حضرت شاہ  
 سکندر کا شمار ان فقید المثال اور صاحب تصرف بزرگوں میں ہوتا ہے، جن کی  
 نظیر اولیائے متقدمین میں بھی کم نظر آتی ہے“  
 حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:-

”چوں نظر کشفے سر دادہ می شود۔ بعد از حضرت غوث الثقلین از مشائخ  
 سلسلہ عالیہ قادریہ شیخ کمال اقل قلیل بنظر در آمدہ اند“

یعنی:-

”جب مجھے بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے۔ تو مجھے سلسلہ عالیہ قادریہ  
 میں حضرت غوث الثقلینؒ کے بعد حضرت شہ کمال (کیتھلی) ایسی کوئی  
 عظیم المرتبت ہستی نظر نہیں آتی“  
 حضرت شیخ عبدالاحد نے فرمایا:-

”شیخ چون در میان معارف علمی و تعین اسرارنی در آمدند بعضے اوقات  
 و قائلن ان اسرار آنکہ ہمارت علی مستمعان را کامل بود۔ بعد از تفکر و تاویل  
 بسیار بمبرور ایام حل می شد و بفہم درآمد“

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک بار حضرت خواجہ محمد معشوق طوسی قدس اللہ  
 سرہ کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شہ کمالؒ بھی اسی عالم سے تھے“

(حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)



حضرت اقدس کے کیتھل تشریف لے جانے سے قبل خواجہ عبدالرشید شاہ ولایت المعروف صوفی بدھتی میہاں اپنا زور باطنی دکھانے کے تھے۔ حضرت خواجہ عبدالرشید نے حضرت کی آمد سے لوگوں کو ان الفاظ میں خبردار فرمایا تھا۔

اے خواجہ محمد معشوق طوسی کا نام محمد تھا۔ عاقل اور مجنون تھے۔ بڑے بزرگ صاحب حال باکمال تھے۔ طوس میں رہتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک بھی طوس میں ہی واقع ہے۔ جیسے شیخ ابوسعید ابوالخیر قصیہ بہمنہ سے نیشاپور جانے لگے اور طوس کے ایک نواحی گاؤں میں پہنچے۔ تو ایک درویش سے فرمایا کہ طوس میں خواجہ محمد معشوق کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت لے کر آؤ۔ کہ کیا ہم آپ کے شہر و ولایت میں آسکتا ہوں جب وہ درویش حضرت خواجہ کے پاس پہنچا اور حضرت شیخ کا پیغام گوش گزار کیا، تو آپ مسکرائے اور فرمانے لگے۔ جا کہہ دے کہ آجائیں۔ اس پر حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے بھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کا استقبال کیا۔ اور معائنہ فرمایا۔ عین القضاة ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ آپ نماز نہ پڑھتے تھے۔ مولانا عبدالرحمان جامی، نغمات الانس میں فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد عموویہ اور خواجہ امام احمد غزالی سے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام صدیقین کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم خاک ہوتے اور خاک ہو کر ایک دن حضرت محمد معشوق طوسی کا قدم مبارک اس خاک پر رکھتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر طوس کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ خواجہ محمد معشوق نے قیام پہنچی ہوئی تھی۔ اچانک آپ نے اپنی قبا پر ایک گرہ لگائی اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کی زبان بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر نے کہا اے سلطان عصر اور اے سرور وجود قیاس کے بند کو کھول ڈالو۔ کیوں کہ آپ نے تو آسمان اور زمین کے ساتوں طبقتوں پر بند لگا دیا ہے۔

نغمات الانس ص ۲۲۹-۳۵۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۸ء

”کچھ عرصے بعد اس سرزمین پر ایک شیر خدا آئے گا۔ اور لوگوں کو دولت باطن سے مالا مال کر دے گا۔ اس کی شان جلالت سے بچتے رہنا۔“

ایک مرتبہ حضرت بادستیل پوری نے فرمایا۔

”الحمد للہ مجھے انسانِ کامل کی صحبت میں نخل ہستی کا ثمر مل گیا ہے۔“

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری نے فرمایا۔

”ملک العشق شاہ کمال کیتھلی، عاشقوں کے سردار ہیں۔ اولیاء اللہ کے قلوب

اور احوال کو اللہ تعالیٰ نے ان کے قابو میں دے رکھا ہے۔“

متحدہ پنجاب کے ایک سابق کمشنر رائے سٹینٹ سیکرٹری مسٹر اے۔ ایم۔ سٹونے

اپنی کتاب بندوبست صنلح کرناں میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اور آپ کی اولاد کو

عزت و شرافت کی عظیم شان یادگار مانا ہے۔

حضرت شاہ میراں بھیک قدس اسرار ہم ایک مرتبہ حضرت اقدس کے مزار مبارک کی زیارت

کے لئے کیتھلی تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جب قریب

پہنچے۔ تو شاہ بھیک قدس سرہ نے لوگوں کو فرمایا۔ ”تم پہلے چلو۔ یا مجھے پہلے جانے دو۔“ جب اس

کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ”اس دربار کی حاضری کے لئے شان و شوکت سے جانا

یے ادبی ہے۔ یہاں تو بے سرو سامان ہی ادلی و مناسب ہے۔ اس لئے میرے تمہارے

درمیان فاصلہ ہونا چاہیے۔ ہجوم پیچھے رہ گیا۔ اور آپ تن تنہا آستانہ عالیہ میں داخل ہو گئے

آپ چوکھٹ پکڑے کھڑے تھے۔ کہ کسی نے پشت کی جانب سے گرتے پکڑ کر جھٹک دیا۔

جب مڑ کر دیکھا۔ تو ایک عالی مرتبہ ابدال آپ کو گھور رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ ”میرے اور سرکار

کے درمیان تو کیوں رکاوٹ کا باعث بن گیا ہے؟“ اس پر حضرت شاہ بھیک قدس سرہ نے

وہ جگہ چھوڑ دی اور ساتھ ہی حضرت شاہ بھیک قدس سرہ پر ہیبت طاری ہو گئی۔

خواجہ حبیب اللہ سرہندی مہذب گلزار خوارق اپنے تذکرے میں رقمطراز ہیں۔ کہ

ایک مرتبہ میں تلاش روزگار کے سلسلے میں ملتان پہنچا۔ خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین زکریا

کے مزار اقدس پر حاضری دینے کے بعد آیا۔ حضرت شیخ نظیر سجادہ نشین کی خدمت میں

پہنچا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ”میاں کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہو؟“ میں نے عرض کیا۔ ”حضرت

شہکار قادری کیتھلی کی گلی کے گتوں میں سے ہوں۔“ فرمانے لگے۔ ”وہ شاہ کمال ہو۔“

متغلب الاحوال اور تسلب مردانِ خدا ہیں۔ اس پر میں غیرت سے آبِ آب ہو گیا۔ وہ صاحبِ نظر تھے۔ نورِ فراست سے سمجھ گئے۔ اور فرمایا: ”غمگین مت ہو۔ کہ حضرت اقدس درگاہِ خداوندی میں اتنا بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ کہ مردانِ خدا میں جو شخص ان کی نگاہ میں آجاتا ہے۔ ان کے ایک ہی مرتبہ دیکھنے سے ہی دست ہو جاتا ہے۔ اور کرامت و ولایت کا کوئی اثر اس میں باقی نہیں رہتا۔ ایک دن مجھ بندہ کی طرف بھی قہر آلود نگاہوں سے دیکھا تھا کہ اتنے میں حضرت بہاؤ الدین زکریا رقدس سرہ نے اپنا دست مبارک میرے شانے پر رکھا۔ اور ظاہری طور پر میری مدد فرمائی۔ تب میں ان کی نگاہوں سے بچا۔ یہ آپ کے پیرو مشرک کمال مراتب ہے اور بدیں وجہ وہ مشائخ نامدار و اولیائے کبار ہیں شمار کئے جاتے ہیں۔“

## ایشارہ استغناء

ایشارہ کے لغوی معنی ہیں۔ اپنے آپ پر دوسرے کو تیز جھ دینا۔ اور استغناء کا مطلب ہے۔ ”پر ورنہ کرنا۔ یہ صفات ہی کسی ایک انسان کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ اور انسان کو ملکوئی صفات کا حامل بنا دیتی ہیں۔ جس شخص میں یہ صفات موجود ہیں یقیناً وہ ارفع و اعلیٰ مراتب کا حقدار ہے۔“

سلوک و تصوف کی منازل طے کرنے کے لئے لازمی ہے کہ سالک یا صوفی میں یہ صفات پائی جائیں۔ کیوں کہ جب تک یہ لوگ دنیا کی زنجیروں کو نہیں توڑیں گے۔ اس وقت تک ایک قدم بھی نہیں چل سکیں گے۔ اور یہ زنجیریں اور بندھن بھی توڑے جاسکتے ہیں کہ ایشارہ و استغناء کو اپنا شعار بنالیں۔ کیوں کہ فقیر تو راضی برقصائے الہی ہوتا ہے اسے امروز و فردا سے کیا غرض۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی ندس سرور انسانیت کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ جہاں ریاضت و عبادت اور کشف و مجاہدہ میں لاثانی تھے۔ وہاں دیگر اوصاف جمیلہ و اخلاقِ جلیلہ سے بھی منصف تھے، اتباعِ سنتِ نبوی کو عین ایمان سمجھتے تھے اور کسی حالت میں بھی اس شعار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، فقر و غنا کے پتلے تھے اور اپنے مریدین کو ہمیشہ خودی اور فقر کو برقرار رکھنے کی تلقین و ہدایت فرماتے، اس سلسلے میں اپنے معاصرین

اولیاء اللہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور بعض جگہ تو وہ ان سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت کو اس بات پر فخر تھا کہ میں اپنے جدا مجد سرور کائنات جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی شریعت کو پورا کر رہا ہوں۔ کیوں کہ آنحضرت کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی متابعت نہیں۔ یہی خصوصیت تھی۔ جس نے بڑے بڑے کالمین وقت کو آپ کے در پر نا صبیہ فرسائی پر مجبور کر دیا۔

اس سے بڑھ کر فقر و استغناء کی اور کیا مثال مل سکتی ہے، کہ اوائل سیر و سیاحت میں آپ کے پاسے مبارک میں لوہے کی ایک زنجیر رہتی ہے۔ فقراء کی ایک جماعت ہمراہ ہے اور آپ پہاڑ پر چلے جا رہے ہیں۔ کہ زنجیر پارس پتھر سے منس ہو کر تمام کی تمام سونا بن جاتی ہے۔ ایثار و استغناء کا یہ پتلا نور از زنجیر اتار کر پھینک دیتا ہے۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ بہت عرصے سے خلیفہ شوق کے عالم میں صحرا نوردی و شہت پیمائی کرتے رہے اس دوران میں خورد و نوش کی کوئی پروا نہ کرتے تھے۔ لیکن جب آیتہ شریفہ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَبَدًا إِلَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ - (یعنی ہم نے انہیں ایسے نہیں بنائے ہیں کہ وہ کھانا نہ کھائیں) کا خیال آتا تو اس وقت تھوڑا بہت کھا لیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ بحالت جذب و مستی پنجاب کے علاقہ میں صحرا نوردی کر رہے تھے۔ کہ ایک طالب راہ الہی سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کو اپنے ہاں بہان رکھا، صبح کو چلتے وقت چھ عدد بیٹی روٹیاں بطور زاد راہ رومال میں باندھ کر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ایک جنگل میں پہنچ کر اس نے اس رومال کو درخت کی ایک شاخ سے باندھ دیا۔ اور اجازت لے کر اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ چھ ماہ گزرنے پر اسے دوبارہ شوق زیارت دامن گیر ہوا۔ وہ گھر سے چل کھڑا ہوا اور اسی درخت کو ڈھونڈ نکالا۔ جس کے نیچے آپ قیام فرماتے تھے۔ دیکھا کہ آپ سامنے سے شریف لارہے ہیں۔ اس نے ملاقات کئے اپنے دل کی پیاس بجھائی۔ اتفاقاً اس کی نظر اوپر پڑی۔ تو رومال مع روٹیوں کے اسی طرح بندھا ہوا پایا۔ متعجب ہو کر پوچھا تو حضرت نے فرمایا: خدا نے بزرگ اپنی رحمت کاملہ کی بدولت غیب سے تازہ روٹی دیتا ہے۔ پھر مجھے اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا: اس روزی غیب سے مجھے بھی بہرہ ور فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس میں سے تجھے ایک لقمہ بھی دے دوں تو تو یہاں سے اٹھ نہ سکے گا۔ اور زن و فرزند سب کچھ بھول جائے گا۔

اسی دشت پیمائی اور صحرا نوردی میں سمرقند گئے تو حاکم سمرقند بباق خاں نے جہان نواز کی سعادت حاصل کرنا چاہی اور بخارا کی طرف بقرض سیاحت آنکے تو حاکم بخارا بہان خاں نے خاطر مدارات کرنا چاہی لیکن آپ نے کہیں بھی سرکاری مراعات قبول نہ فرمائیں۔

تذکرہ شرف غوثیہ اور گلزار خوارق کے مصنفین نے لکھا ہے۔ کہ ایک روز آپ کے مرید خلیفہ باواستیل پوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے چھوٹے صاحبزادے باہر تشریف لائے ان کے چہرے سے خستگی و ناتوانائی کے آثار نمایاں تھے۔ باوا صاحب نے ان سے خستگی و ناتوانائی کی وجہ دریافت کی۔ تو صاحبزادے نے بوجہ صغریٰ و بے تکلفی بتا دیا کہ کئی روز سے کھانا نہیں کھایا۔ باوا صاحب نے جب یہ الفاظ سنے تو حیران رہ گئے کہ اس جلیل القدر بزرگ کے ہاں یہ ناداری و مفلسی! باوا صاحب اٹھے پاؤں لوٹے۔ اور ایک سنگ پارس لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سنگ پارس پیش کرتے ہوئے عرض کیا جیسا سیدی۔ اس سے لوہے کو مس کیا جائے تو وہ سونا بن جاتا ہے۔ آپ نے یہ سن کر اسے ایک طاقتے میں رکھتے حاکم دیا۔ کچھ روز بعد باوا صاحب پھر تشریف لائے۔ یہی حالت دیکھ کر پھر حیران و ششدر رہ گئے۔ کہ سنگ پارس کے باوجود یہ تنگی ترشی۔ اسی اثنا میں آپ باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا: استیل پوری! آؤ باہر چلیں۔ دونوں حضرات باہر چلے گئے۔ حضرت نے استنجا کیا۔ اور ڈھیلہ زمین پر دے مارا۔ جہاں ڈھیلہ پڑا۔ وہ زمین سونا بن گئی۔ آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو اٹھا لو۔ پھر فرمایا تنگ دستی ویسے بسی کی وجہ سے یہ فاقہ کشی نہیں۔ بلکہ یہ تو میں اپنے چچا مجدد رسول کریم (صلعم) کی سنت ادا کر رہا ہوں۔ کیوں کہ آنجناب (صلعم) کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ باواستیل پوری بے ساختہ پکار اٹھے۔ الحمد للہ انسان کامل کی صحبت میں مجھے نخل ہستی کا ثمر مل گیا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا: اگرچہ اس خاک سے لوہا سونا بن جاتا ہے۔ مگر دل پر گرانی رہتی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ دنیاوی آرزوں سے نجات مل گئی ہے۔ اور پھر باواستیل پوری کی وہ تمام چیزیں دریا برد کرادیں۔ یہی چیزیں ہیں جو انسان کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی ہیں علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

تیری خاک میں ہے اگر شر تو خیال فقر و غنا نہ کہ

کہ جہان میں نانِ شعیب ہے مدارِ قوتِ حیدری

جب آپ ملتان تشریف لائے تو شیر شاہ سوری کے نائب نے آپ کو سمر آنکھوں

پڑٹھایا۔ اور ہر قسم کی مراعات پیش کیں۔ لیکن آپ نے ان سب کو ٹھکرا دیا اور ایک حجرے میں رہنا پسند فرمایا۔

اگرچہ آپ کے ہاں فتوحات و نذرو تیاز کثرت سے آیا کرتی تھیں۔ لیکن اس حالت میں بھی آپ نے صبر و ایثار کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا آپ اس تمام نذر و نیاز کو خیرات کر دیا کرتے تھے۔

آپ اور آپ کے زبیر و خلیفہ اکبر حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے شیر شاہ اور اکثر تاجداران وقت کو بے حد عقیدت رہی ہے چنانچہ ان کی طرف سے آپ کی درگاہ اور آپ کے خاندان کے لئے بجا کبریا و تعریف ہوتی آئی ہیں۔ گلزار انوارتق کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک بار شیر شاہ سوری کو کسی مہم میں کوئی وقت پیش آئی تو اس نے غوث محمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی منت مانی کہ اگر اس مہم میں کامیاب ہو گیا تو گیارہ سو اشرنیاں حضرت کے خاندان کے کسی ذی شان بزرگ کی نذر کروں گا آخر وہ اس مہم میں کامیاب ہو گیا اور اس ایقانے عہد کی غرض سے اپنے امیر خاص میاں محمد فرعی سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص ایسا مل سکتا ہے جو پیران پیر کی اولاد یا خلفاء میں سے صاحب ولایت ہو جسے نذر پیش کر دی جائے۔ امیر موصوف نے جواب دیا۔ کہ خاندان قادریہ کے زمرہ مشائخ میں ایک صاحب ولایت بزرگ حضرت شاہ کمال قادریؒ ہیں جو جگر گوشہ پیران پیرؒ ہیں اور حال ہی میں ہندوستان میں وارد ہوئے ہیں۔ اور آج کل شہر میں گوشہ قناعت میں قیام پذیر ہیں۔ گورنر ملتان کے نام فرمان جاری ہوا۔ کہ شاہی نواز نے سے گیارہ سو اشرنیاں بطور نذر تحریم پاک حضرت شاہ کمال قادری کے حضور پیش کر دی جائیں جس پر حاکم ملتان نے اپنے ایک درباری کے ہاتھ مذکورہ نذر روانہ کر دی۔ جب وہ نذر حضور

۱۵۴۲ھ میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہم مارواڑ پر حملے کے سلسلے میں تھی۔ شیر شاہ سوری نے ۱۵۴۶ھ میں ملتان فتح کرنے کے بعد اگلے ہی سال مارواڑ پر حملہ کیا تھا۔ اس زمانے میں حضرت شاہ کمال کیتھلی مقیم تھے۔ آپ کی شرافت نسی، ناناندانی و جابست، بلندی مناقب اور علو استعداد کی شہرت چکی تھی اور عوام کے ساتھ ساتھ خواص بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہو گئے تھے۔ حاکم ملتان اور شیر شاہ دوسرے مقررین بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ اس لئے میاں محمد فرعی نے حضرت اقدس کا تذکرہ سوری کے سامنے عمدہ الفاظ میں کیا تھا۔ (مؤلف)

میں گزرائی گئی۔ تو آپ نے لیتے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا اہم درویشوں کو عوث العالمین کا اہم مبارک ہی کافی ہے محتاج اور بہت ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے۔ کہ میں ہی یہ رقم لوں۔ مقربان بارگاہ سلطان لوٹ آئے۔ اور تمام گفتگو من و عن حاکم ملتان کو یاد سنائی۔ اس نے یہ واقعہ شیرشاہ سوری کو لکھ بھیجا۔ اس نے جو اباً تحریر کیا کہ تم خود جا کر حضرت کی خدمت میں ادب و احترام کے ساتھ پیش کر دو۔ ادھر شیرشاہ سوری کو یاد آیا کہ وہ جس وقت مختلف الجھنوں میں گرفتار تھا تو ایک مرد خدا نے ان تمام مصائب و آلام سے نجات دلائی تھی۔ خیال ہوا کہ شاید یہی حسنی الاصل بزرگ ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میاں محمد فر علی خاں کو اسی تکمیل کی غرض سے روانہ کر دیا۔ ادھر حاکم ملتان فرمان ملتے ہی حضرت کے در دولت پر حاضر ہوا۔ اور نذر مذکور نہایت ادب سے خدمت عالیہ میں پیش کی۔ لیکن خودی فقر و غنا اور ایثار و استغناء کے اس پتلے کی طرف سے پھر وہی الفاظ کہ جاؤ یہ غریبا اور مساکین میں تقسیم کرادو۔ کیوں کہ یہ لوگ اس امداد کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور شیرشاہ کو لکھو کہ تمہارا اندر اتنا قبول ہو چکا ہے۔ مزید یہ بھی لکھو کہ تم جو عمائدین سلطنت سے دریافت کر رہے ہو۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میری ملاقات جامع مسجد دہلی میں تم سے ہو چکی ہے۔ اور اس دوران میں جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی یاد کرائی۔

دربین اثناء میاں محمد فر علی خاں بھی آپہنچے۔ حاکم ملتان سے بات چیت کے کچھ جملے ان کے کانوں میں پڑے۔ جس سے حضرت اقدس کی عظمت و بزرگی ان پر کما حقہ ظاہر ہو گئی۔ اور یہ لوگ ہزار جان سے زیارت کے لئے یہ تاب ہو گئے۔ اختتام گفتگو پر یہ لوگ دارالسلطنت کی طرف چلے گئے۔ اور میاں محمد فر علی نے حضرت اقدس کا ہدایت نامہ بجنہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس سے شیرشاہ سوری کو حضرت اقدس کے بتائے ہوئے سارے واقعات یاد آئے۔

دربار قادی میں لکھا ہے۔ کہ حضرت اقدس مریدوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ فقیروں کی خدمت کرو اور امیروں سے دور رہو۔ حضرت اقدس کی خدمت میں فتوح و نیاز بہت آتی تھیں۔ مگر آپ مال و متاع سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ جو آتا تھا، فقراء میں تقسیم فرمادیتے۔ اکثر آپ کے گھر فاقہ ہی رہتا تھا۔ ایک دفعہ شیرشاہ سوری شاہ ہند نے اشرافیوں کے ٹوڑے بھیجے حضرت اقدس نے لینے سے انکار فرما دیا۔ اور اس کو تھر پر فرمایا کہ تجھ کو دوست سمجھتا ہوں۔ اور تو میرے پاس ایسی چیز بھیجتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ مردار فرماتا ہے۔

گلزار خوارق میں ہے کہ ایک بار حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سیر و سیاحت کی غرض سے اگرہ تشریف لے گئے یہاں امیر الامراء سید جامد کے ہاں فرودکش تھے۔ کہ ملا مبارک ناگوری آپ کی زیارت کو آئے۔ اور دعا اور نصیحت کے لئے عرض کیا آپ نے انہیں درس و تدریس میں مشغول ہو جانے کے لئے کہا۔ اور فرمایا کہ بادشاہوں کی قربت سے پرہیز کرو اور معاد و معاش کے لئے کسی متمول شخص کے دروازہ پر تا صیہ فرسائی نہ کرو۔ حضرت اقدس ازل سے ایک درد مند دل لے کر آئے تھے۔ جب کبھی آپ کسی کو مصیبت میں گرفتار دیکھ پاتے۔ تو آپ کا دل پیچ جاتا اور آپ اس شخص کی مصیبت رفع کرنے کی کوشش فرماتے۔ کوئی سائل بھی آپ کے ہاں سے خالی نہیں گیا۔ مصیبت میں گرفتار برنا و پیر، زن و مرد، امیر و غریب اور شہنشاہ و گداغریبیکہ ہر کوئی آپ سے مستفید ہوتا ایک دفعہ شیخ تاج الدین قریشی حاکم ملتان کے اصطلیل کا داروغہ گھوڑوں کی نگہداشت سے غفلت برتنے کے الزام میں برخاست کر دیا گیا۔ وہ حضرت اقدس کی خدمت میں شب و روز رہنے لگا۔ حضرت اقدس نے ایک روز فرمایا جو مانگتا چاہتے ہو مانگ لو۔ اس نے عرض کی۔ حضور افلاس و ناداری سے بے فکری اور دولت مندی میری نعمت میں ہو جائے حضرت اقدس نے فرمایا۔ تو نے دنیا طلب کی ہے۔ نادان آخرت پر نظر رکھ کیوں کہ آخرت پر نظر رکھنے والوں کو تہ اس جگہ میں کچھ غم نہ اس جہان میں سزا و جزا کا اندیشہ۔ اس نے کہا دنیا درست ہونے کے بعد دین ہی مکمل ہو جائے گا۔ اور جب حضور کا سہارا مل گیا ہے تو دین کا کیا فکر ہے۔ آپ نے اسے چار ہزار روپے قرض دلا دیئے۔ اور ایک عمدہ گھوڑا خرید کر اسے دیدیا تاج الدین پھر حاکم ملتان کی ملازمت میں آگیا۔ اور اس کے حسن کارکردگی پر چار پرگنوں کی حکومت اسے مل گئی۔ اور پھر سے دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ حضرت اقدس نے اسے ایک ہمایونی دے رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تک یہ تمہاری کمر سے بندھی رہے گی۔ دولت میں کمی نہ ہوگی۔ اگر اسے کمر سے اتار دے گا۔ تو پھر ہماری ذمہ داری نہ ہوگی۔ کچھ عرصے تو تاج الدین نے یہ ہمایونی اپنے پاس احتیاط سے رکھی لیکن ایک روز تاج الدین کے مصاحبین کہنے لگے کہ تمہاری کمر سے یہ پرانی اور بھٹی ہوئی ہمایونی بندھے رہنا تمہاری شان کے خلاف ہے۔ شروع شروع میں تو اس نے ان الفاظ کی پروا نہ کی۔ لیکن جب احباب بہیم اصرار کرنے لگے تو اسے کمر سے کھول مچل کے غلاف میں پیٹ کر ایک گھٹری میں رکھ دیا۔ کچھ عرصے بعد حکومت کو شہ پہنچا۔ کہ اس نے



پر گنوں کی مالگاری پوری ادا نہیں کی۔ شاہی حکم سے چنانچہ پرتالی شروع ہو گئی، اس کے قے بہت سا روپیہ نکلا۔ اس جرم میں اسے کوڑوں کی سزا ہو گئی۔ جب اس پر کوڑے پڑنے لگے تو اس نے ہر کوڑے پر صدادی کہ پیر دستگیر فرماد کا یہی وقت ہے۔ اس وقت حضرت اقدس ملتان سے دور کسی دوسری جگہ ایک مزید کے گھر مدعو تھے۔ آپ کے سامنے دسترخوان چٹا گیا مگر آپ نے ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا۔ بلکہ ہر چوٹ کا اثر حضرت کے بازو پر نمایاں ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ بازو سے خون جاری ہو گیا۔ ادھر دوسری طرف تاج الدین اس خیال میں تھا کہ اس کے پیر کاہل کا بازو اس کی پلٹھ پر ہے۔ مزیدوں نے پوچھا کہ حضور یہ کیسا خون بہہ رہا ہے۔ تو آپ نے یہ سدا حال سنایا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ دوبارہ تحقیق ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ اسے بلا تصور سزا دی گئی ہے چنانچہ رہا کر دیا گیا۔ ایک مقرب نے حاکم سلطان سے کہا کہ تاج الدین اچھا آدمی ہے، اس کی برخواستگی حاسدین کی سازش کا نتیجہ ہے چنانچہ حاکم ملتان نے تاج الدین کو دوبارہ تلمبہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ بھی حضرت اقدس کی توجہ کا اثر تھا کہ وہ برسر روزگار ہو گیا۔

حضرت اقدس غریبوں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی سے بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خشک سالی کے آثار نمودار ہوئے قحط زدہ لوگوں کی زبوں حالی دیکھ کر اس درجہ متاثر ہوئے کہ آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک دن خادم نے کھانا پیش کیا تو آپ نے فرمایا ہمیں پسند نہیں کہ لوگ بھوکوں مرجائیں اور ہم پیٹ بھر کر کھانا کھائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا۔ تو شیخ یحییٰ خادم خاص کو بلا کر حکم دیا کہ روزانہ ایک دیگ دیسے کی تیار کی جائے جب دیگ پک کر تیار ہو جاتی تو آپ اپنا کپڑا اس پر ڈال کر فرماتے کہ روزانہ صبح و شام لوگوں کو بلا کر تقسیم کیا کریں۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب شہر میں قارغ الیابی اور خوشحالی ہو گئی تو یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ گو روزانہ صبح و شام سینکڑوں افراد آپ کے نگر سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ ہر سال ساون کے مہینے کی چار جمعراتوں کو آپ کے مزار عالیہ پر میلہ لگتا ہے اور اس شہر کے لوگ اپنے مرشد مرقی اور محسن کی یاد میں دیسے پر ہی ختم دلاتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت اقدس فقر و استثناء کے پتلے اور دوسروں کے دکھ درد کے ساتھی تھے۔ اور یہی صفات آج تک آپ کے اخلاف کا طرہ امتیاز ہیں۔

## حلیا اور لباس

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ راست قامت، قدرے کشیدہ قد تھے، جسم اطہر قدرے

حسبم تھا پیشانی فراخ، کشادہ ابرو، پتی دراز و بلند اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں تھیں جن سے رعب جلال ہر وقت ٹپکتا تھا۔ پر نور کتابی چہرہ، عارض گلگون سرشک نور افشاں ڈاڑھی بمطابق سنت نبوی جس کے موٹے مبارک نہایت ملائم، باریک اور چمکدار۔ کشادہ سینہ و کشادہ شانہ، ناخن نہایت صاف و آردار۔

آپ کا لباس نہایت سادہ لیکن پڑسکودہ ہوتا تھا، بحالت جذب آپ ایک چوتھہ پہنتے تھے جو سرخ رنگ کا ہو جاتا۔ اور تقریباً ٹخنوں تک لٹکا رہتا۔ اور تمام قابل ستر چیزیں اس میں ڈھک جاتی تھیں۔ اور جب یہ حالت نہ ہوتی تو عموماً آپ کا لباس دو مختلف رنگوں اور طرزوں کا ہوتا تھا۔ سرخ رنگ کا یا فوجی دردی کا۔ اکثر و بیشتر روایات میں یہی دو لباس پائے جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی کپڑا اس رنگ کا سلوایا نہیں۔ بلکہ بدن پوڑا لے ہی خود بخود اس طرح کا بن جاتا تھا۔ اس بارے میں کرامات کے باب میں حضرت اقدس کا بیان ملاحظہ ہو۔ سرخ لباس میں عموماً فیض، تہہ بند اور عام ہو کر رہتا تھا۔ لباس صاف ستھرا رہتا تھا، اور اس میں سے خوشبو آتی رہتی تھی۔ پاؤں میں کھڑاؤں پہنتے تھے۔ لیکن جذب کی حالت میں ننگے پاؤں رہا کرتے تھے۔

## وصال

کیتھل شریف میں آپ باغ ہمایوں میں رونق افروز ہوئے۔ اس باغ سے اس قدر اس ہو کہ ۲۹ جمادی الآخر ۹۸۱ھ (۲۷ اکتوبر ۱۵۷۳ء) بروز سوموار یہیں وصال فرمایا۔ اگر ۸۳۵ ہجری کو آپ کا سال ولادت قرار دیا جائے تو آپ کی عمر ۴۴ سال بنتی ہے۔ اور بصورت دیگر یعنی ۸۹۵ ہجری کو سال ولادت تسلیم کرنے سے ۸۶ سال کمال کلائے سے ۴۴ سال کی عمر اور سن وصال ۱۳۰۰ تو ناولد سے ۹۸۱ ہجری برآمد ہوتا ہے۔ سن وصال کے لئے راقم الحروف نے آل شیرہایت اور لبائے ذوالجلال بنیم مادہ ہائے تاریخ کہے ہیں۔

سالک الساکین کے مولوی محمد عبدالستار سہرانی نے حسب ذیل قطعے میں فیض کمال

سے تاریخ وصال نکالی ہے

حضرت شاہ کمال کیتھل

بچوں ز دنیا یافت با حق وصال

بہر تاریخ وصال آنجناب

آمد از باغ ہمایوں فیض کمال

۹۸۱ ہجری

حضرت اقدس کے حال وصال میں بھی اختلاف ہے۔ بعض تذکروں میں ۹۷۱ ہجری پایا جاتا ہے۔ اور کچھ تذکرہ نگار سال وصال ۹۸۱ ہجری بیان کرتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات پابند ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت کا وصال جلال الدین اکبر کے عہد میں ۹۸۱ ہجری میں ہوا کیوں کہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی ۹۷۱ ہجری میں متولد ہوئے اس وقت حضرت اقدس حضرت مجدد کے والد حضرت عبدالاحد کے گھر موجود ملتے ہیں اس کے علاوہ حضرت اقدس کے وصال کے وقت حضرت مجدد الف ثانی کی عمر نو دس سال کے درمیان تھی زبدۃ المقامات کے مصنف نے سات آٹھ سال لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”و نیز بکرات آل شیخ بزرگوار (یعنی شیخ کمال کبیتلی) بوالہ حضرت ایٹان رحمہ اللہ انفس بشارت اساس در حق حضرت ایٹان (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) فرمودہ حضرت ایٹان ہفت ہشت سالہ بودہ اند کہ شیخ کمال کبیتلی از جہان انتقال نمودہ۔ علیہ مبارکہ شیخ راجحہ صہبا بنخاطر عاطر داشتند“

اگر اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے، تو حضرت اقدس کا سن وصال ۹۷۸-۹۷۹ ہجری متعین ہوتا ہے۔ لیکن زبدۃ المقامات کے مصنف اس سے پیشتر ہی حضرت کا سن وفات بیان کر چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

”چوں عمر شیخ از ثمانین تجاوز نمود، در ناسع عشر از جمادی الآخر سنہ احدی و ثمانین تسعمائتہ راہ وصال رفیق اعلیٰ گرفت و در قریب کبیتلی کہ از قراسے تابعہ سر ہند است خواب گاہ گرفت“

اس کے علاوہ ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) میں اکبر نے گجرات فتح کیا۔ اس وقت علی قلی خان اکبر کے ہمراہ تھا۔ وہ سلسلہ قادریہ میں مرید تھا۔ حضرت نے اسے بد فعلی کا ارادہ کرنے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے۔ اس طرح ۹۸۰ ہجری میں حضرت بقید حیات تھے۔ نیز تحفۃ الابرار (تصنیف ۱۲۲۳ ہجری) کے مصنف نے برکات الاولیاء کے حوالے سے

اس سے متعلق استاد مکرمی ڈاکٹر طرانا صاحب نے اپنے پیش لفظ میں اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ راقم الحرف کو اسی چیز نے مزید تحقیق کا شوق دلایا۔ (مؤلف)

۴۰ مسالک السالکین اور آئینہ تصوف کے مصنفین نے تو ۱۰۰۰ ہجری سال وفات بیان کیا ہے جو سر اسر غلط ہے۔

آپ کے وصال کی تاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۹۸۱ ہجری کو ہے۔ مسابک السالکین کے مؤلف نے  
تہذیب المتکلمات کے حوالے سے بھی سال وصال دیا ہے۔

یہ بیانات تالیف ہو چکے ہیں کہ حضرت اقدس کا سن وصال ۹۸۱ ہجری ہے لیکن سال  
ولادت ۹۷۵ ہجری ہے۔ اور حضرت اقدس نے اسی سال سے تراشہ یعنی ۱۰ سال کی عمر میں وصال  
فرمایا۔ اس کی تائید تہذیب المتکلمات کے مترجم بالا اقتباس سے بھی ہوتی ہے۔ اگر ہم ۹۷۱ ہجری کو  
سن وصال تسلیم کر لیں تو حضرت مجدد الف ثانی کا سال ولادت غیر یقینی ہو جاتا ہے کیوں کہ  
یہیں حضرت مجدد الف ثانی کی آٹھ تو سال کی عمر کے وقت حضرت کو یقیناً حیات تسلیم کرنے کے  
لئے یہ ثابت ہے تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی ۹۷۹ ہجری سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ یہ شواہد  
کی روشنی میں ممکن نہیں۔

حضرت اقدس کے وصال کا واقعہ نہایت حیرت انگیز لیکن بصیرت انور سے بیان  
کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس کو گاجرے میں تشریف رکھا گیا تھا۔ اور ریاضت و عبادت  
القدر اتمی میں اس قدر مشغول رہے کہ چھوٹے چھوٹے چرے سے باہر تشریف نہ لیتے۔ ۱۹ جمادی  
الثانی ۹۸۱ ہجری کو حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ولید کی عرض سے چرے  
کے پاس گئے۔ وہاں بڑا عالم تھا۔ انہوں نے دعا ہے میں سے دکھا کہ آپ بے دم بیٹھی  
صاحبزادے کو شک بنوا۔ اللہ العزیز نے اور چند اصحاب کو عمر اے آئے، دروازہ اتارا انہیں  
دیکھتے پر معلوم ہوا کہ عروج محمد ظاہری سے پر واز کر کے محبوب حقیقی سے جا ملی ہے۔ ایک کھرام  
رہ گیا۔ کفن و دفن کا بندوبست کیا گیا۔ غسل دینے کے لئے حضرت نے جنبش کی، غسل پر دست طایا  
ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہوا ہی چاہتا تھا کہ حضرت نے سبحان اللہ اور ریاضت فرمایا۔ کیا ہمارے وصال  
کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہے۔ مشغول نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: اچھا، ہم  
چلتے ہیں۔ یہ کہنا اور دم سلا۔ مولانا عبدالعزیز قنبر ہجری سے پر واز کر گئے۔

تقریباً چنانچہ میں ایسی ہی ایک روایت آپ کے وصال کے بارے میں لیتی ہے۔ کہ  
کہ ایک دفعہ آپ کا ایک بھائی صاحبزادہ فوت ہو گیا۔ آپ نے بھی ابولوح کے قتل کے لئے  
یہ عملانی تجربہ حاصل کیا۔ اول حال نظام نے سمجھا کہ آپ وصال پا گئے ہیں۔ چنانچہ وہ تجیز و کفن کے بعد  
آپ کو دفن کرنے کے لئے لے چلے۔ کہ اچھا، ایک آپ تو زندہ ہو گئے۔ اور فرمانے لگے کہ حقیقت  
تو یہی ہے لیکن چونکہ تم نے جمادی ثانیہ کو دیا ہے۔ تو اب ہم آئے اپنا سفر نہیں رکھتے ہم



دیا کہ آج غوث الآفاق شاہ کمال قادری کینٹھلی کا وصال ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ نے صحیح معنوں میں دُور غوثیت کی تجدید کی ہے اس لئے آپ کو غوث الآفاق کہا جاتا ہے۔

## مزار اور عرس

حضرت اقدس کا عرس مبارک ۲۹ جمادی الآخر سے یکم رجب المرجب یعنی تین روز تک منایا جاتا ہے۔ تقسیم برصغیر سے پہلے عرس میں دُور دراز سے لوگ آتے تھے۔ اور ایک نئی دنیا آباد نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ موسم برسات میں ساون کے تمام مہینے ہر جمعرات کو ایک میلہ منعقد ہوا کرتا تھا۔ یہ نظارہ دیدنی ہوتا تھا۔ بارش ہو رہی ہے لیکن شائقین اسی میں چل پھر رہے ہیں۔ کیا مجال کہ میلے کی رونق میں فرق آئے۔ آج بھی آپ کا مزار مرجع ضلالت ہے۔ جہاں عقیدتمند بلا امتیاز مذہب و ملت بیرون جات سے اگر دامن مراد کو بھرتے ہیں۔

شہر کے باہر مشرقی جانب تشریف لائے تو ایک وسیع و عریض تالاب ملتا ہے جسے "بدھ کیاٹ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے پل سے گزر کر باغ کے وسط میں پہنچ جاتے ہیں یہیں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ جہاں خداوند قدوس کے انوار و تجلیات کا ہر وقت نزو ہوتا رہتا ہے۔

ساخت کے اعتبار سے مزار مقدس مٹھن شکل کا ہے۔ جس کے اضلاع قوسین کی شکل کے ہیں۔ چھت گنبد نما ہے۔ عمارت کے بنانے میں چونے گچ کا استعمال کیا گیا ہے۔ اور پلستر بھی اسی مصالحے سے کیا گیا ہے۔ چوتھہ سنگ رخام سے تعمیر کیا گیا ہے۔ جو سطح زمین سے تقریباً ڈیڑھ گز اونچائی کے ناصلے پر واقع ہے۔ محد مبارک حضرت علاؤ الدین صابر کلیری اور حضرت داتا گنج بخش رحمہم اللہ تعالیٰ کی محد ہائے مبارک کی طرح بھنورے میں واقع ہے۔ اور پھر گرسی اٹھا کر سنگ مرمر سے تعویذ بنایا گیا ہے۔ یوشان و شوکت اور رعب و جلال آپ کی ذات گرائی میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا تھا۔ وہی شان و شوکت اور جلال آپ کے مزار میں نمایاں ہے۔ مزار مقدس کا کل احاطہ تقریباً ایک مربع زمین پر حاوی ہے۔ مزار مقدس کی عمارت پر کوئی نقش و نگار نہیں بنائے گئے۔ بلکہ مزار مقدس سادگی و پرکاری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ نہ ہی مزار مقدس کی عمارت کی دیواروں پر کوئی شعر لکھے گئے ہیں۔ البتہ صدر دروازے پر ایک شعر مرقوم ہے۔

گلشنِ چمن حضرت علیؑ اور وحشی شمع بزمِ نبی

اندر کرامتِ کالی شاہ کمالِ قادریؒ!

مزار پر کتنی لاگت آئی؟ اسے کس نے بنوایا؟ پیر کتنے غصے میں بنا؟۔۔۔ تذکرے میں  
بارے میں یا تو خاموش ہیں یا ان میں اختلاف ہے طبقاتِ حسابیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کے  
کسی مقرب نے روضہ مبارک کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور اس کے بعد اس میں ترمیم و  
اضافے کے ساتھ تعمیر کا کام جاری رہا ہے۔ مصنفِ قصرِ عارفان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے  
کہ مزار آپ کے کسی مرید نے بنوایا تھا۔ جو بربانپور کا رہنے والا تھا۔ ممکن ہے آپ کا یہ وہی مرید  
ہو جسے طبقاتِ حسابیہ کے مصنف نے اکبر کا مقرب بنایا ہے۔

درگاہ شریف کے چاروں طرف گونا گوں درختوں کے چھنڈ گھنی چھاؤں کئے ہیں۔  
کھرنی کی ٹہنیاں اعلیٰ کے درخت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ موسمِ بہار میں نیم کے پتوں کی بستری اور پھولوں  
کی سفیدی بہار کا ایک سماں باندھ رہی ہوتی ہے۔ حیبِ درختوں کی ٹہنیاں ہلتی ہیں۔ موسری  
کے پھولوں کا مینہ برستا ہے اور کچھ جھوم جھوم کر زمین کو چومنا چاہتے ہیں۔ تو ایسا  
معلوم ہوتا ہے کہ بہار کی رعنائیاں اسی چمنستانِ بوتلوں میں ٹوٹ پڑی ہیں۔ صبح کے وقت پرندوں  
کی چہک اور گلوں کی جہک اس عالمِ رنگ و بو کو مزید سحر آفرینیاں عطا کرتی ہے۔ صبا یا بوسہ  
مردمنور کر کے جو انانِ چین کے ساتھ چہک زنی کرتی نظر آتی ہے۔ اس عالمِ نیرنگ کے اس  
نظارے کے بعد انسان کے دل میں عشقِ حقیقی کی چنگاری جتم لیتی ہے کہ انسان پھر وہیں کا ہو  
رہتا ہے۔ ییل و نہار مزارِ مقدس پر عبادت میں گزار دیتا ہے۔ مزارِ مقدس سے کچھ فاصلے  
پر درویشوں کی رہائش و اقامت کے لئے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ صبح کے وقت ان درویشوں  
کی حالت دیدنی ہوتی ہے۔ حیب ان کی تجلیل و تجمید کی آوازیں فضا میں گم نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ دیگر  
حضرات کے لئے خوابِ خوش مزہ سے اٹھنے کی نوید ہوتی ہے۔ اور صلائے عام سے بارانِ  
نکتہ دال کے لئے کا منتظر پیش کرتی ہیں۔ یہاں کے ذرات سے تصورِ وحدت عیاں ہے۔  
اور دوسے درے کی زبانِ حال کہتی ہے عیاں تو ہی تو ہے نہاں تو ہی تو ہے تالاب کے  
مناظر یل و نہار جمیل مانسرد را اور کیپٹین کے مناظر کو مات کرتے ہیں۔ نظارہ طلوع و غروب  
آفتاب دیدنی ہے۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے، گویا مہر و ماہ کا ابتدا و منتہا یہی تالاب ہے  
تشنگانِ بادہ و وحدت و شادمانِ بحرِ طریقت و حقیقت کا ہجوم بے کراں ہر وقت رہتا ہے

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء مریدین اور عقیدت مند  
ہر عرس پر باقاعدہ حاضر ہوتے اور آپ کے مزار شریف پر مراقبہ کی حالت میں گفتگوں کیے  
لیتے۔ آپ کے مریدین و معتقدین کا سلسلہ برصغیر پاک و ہند تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ سلسلہ غیر  
ممالک مثلاً عراق، عرب، ہسپانی اور کوسٹان میں بھی پھیلا پھیلنا شروع ہوا اور عرس  
کے علاوہ عام دنوں میں بھی اندرون و بیرون ملک سے لوگ تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کے  
علاوہ شاہان وقت بھی آپ کے در پر نہیں سائی کو باعث سعادت سمجھتے۔ بعض نے تو خود آکر  
ماضی وی اور بعض نے جاگیروں کے ذریعے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ ان میں ہندو مسلم سنی  
و ایان ریاست شامل ہیں۔ غلام کے علاوہ سلاطین امراء انگریز حکام معتدرو لوگ، مشائخ اور  
علماء مزار مقدس پر حاضر ہوتے رہے ہیں۔ مشائخ میں سے آپ کے خلفاء کے علاوہ حضرت  
شیخ جلال الدین تھانبھری، شیخ ولی اللہ حیدری، حضرت شاہ فاضل الدین ٹھالی، خواجہ محمد معصوم شیخ  
آدم بھوری، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، خواجہ غلام محی الدین زکی المعروف پیر  
تادری، پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، صوفی علی نواز نقشبندی، امجد علی الہادی، مولانا سعد اللہ  
خان نقشبندی کنڈیاں والے اور حضرت ملا شہباز اور علماء میں سے تواب بہادر بارجک، مولانا  
حبیب الرحمن شروانی، مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا حامد علی خاں رامپوری، مولانا عبدالقادر رامپوری  
قاری محی الاسلام پانی پتی اور علماء اللہ شاہ بخاری چند ایسے حضرات ہیں جنہوں نے مزار مقدس  
پر ماضی وی ہے احمد شاہ ابدالی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مزار شریف پر حاضر ہوا  
تھا۔ اور ۱۹۰۶ء میں جب شاہ افتخار خان امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان آیا اور کیتھلی کے  
قریب ٹھکانے کیا۔ تو مزار شریف پر حاضر ہوا تھا۔

آپ کا مزار آج بھی حسب معمول فیصل رساں ہے چنانچہ اولیائے وقت اب بھی نسبتاً  
کامل کے حصول کے لئے آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ پیر بہادر شاہ نے لکھا ہے کہ میں نسبتاً  
کمال کے لئے کیتھلی شریف گیا۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی کے مزار پر ماضی وی کیا دیکھا ہوا  
کہ آپ نے کوئی چیز میوے کی قسم سے اپنے دست مبارک سے میرے کپڑے میں ڈالی ہے۔  
۱۸۸۶ء میں درگاہ کے اخراجات کے لئے زمینوں کے علاوہ ایک کٹواں بھی وقت  
تھا۔ ۱۹۱۸ء میں انگریز حکومت نے بھی اس درگاہ کی عظمت کے پیش نظر اس کے اخراجات



کے لئے ایک مرنے کے تریب زمین دی تھی جس کی تصدیق ۱۹۱۸ء کے گزٹ پیپر سے ہوتی ہے۔  
 برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد خانقاہ کمالی کے سجادہ نشین حضرت سید علی احمد شاہ گیلانی  
 قدس سرہ پاکستان میں ہجرت کر گئے۔ اسیباب نظر سے اس دور کی کیفیت پر سفیدہ نہیں۔  
 ظاہر ہے اسے عالم میں درگاہ کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا۔ اور تقسیم کے بعد بھی کافی  
 عرصے تک حالات کچھ ایسے رہے کہ حضرت سید علی احمد شاہ گیلانی قدس سرہ ہندوستان نہ  
 جاسکے۔ تاہم بزرگان دین بلا تیز مذہب و ملت اور بلا فرق ذات پات جس کسی سے جو خدمت  
 یسنا پاتے ہیں، لے لیتے ہیں۔ نظر کمالی نے بھی اپنی آرام گاہ کے لئے خدمت گار تلاش کر لئے۔ اب  
 بلا امتیاز مذہب و ملت ہندو مسلم مزار مبارک کی تزیین و ترتیب میں حصہ لے رہے ہیں۔ باناؤ  
 سے عرس منعقد ہوتا ہے ہزاروں افراد کی شرکت، قوالوں کی محفل، عقیدت مندوں کے وفد  
 اختیاق و جذبات سے گزشتہ دور کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

اس بات کا تذکرہ کچھ تعجب خیز ہوگا کہ ۱۹۵۷ء میں تقسیم برصغیر کے بعد مزار مبارک کی تزیین و  
 ترتیب مرمت اور عرس کی از سر نو تجدید ہندوؤں نے شروع کی، ۲۱ مارچ ۱۹۶۷ء کو کیتھول سے  
 برہموت شراجی تالی ایک (ہندو) صاحب نے موجودہ سجادہ نشین جناب سید مقبول جی الدین  
 گیلانی بظلالہ العالی کے نام ایک مختصر خط میں حضرت اقدس کے حالات زندگی اور کرامات پر  
 روشنی ڈالنے کے لئے لکھا۔ ان صاحب نے اپنے خط میں لکھا کہ حضرت اقدس کا عرس گذشتہ  
 چار سال سے لگاتار ہوتا رہا ہے۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ مزار مبارک کا فرش اور تالاب کی  
 طہارت والی دیوار کی تعمیر از سر نو ہو رہی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بتانے کے لئے برہموت شراجی  
 نے ۱۱ اپریل ۱۹۷۷ء کو ایک دوسرا طویل خط لکھا۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مزار کی تعمیر  
 مرمت ترمیم و آرائش اور روشنی وغیرہ کا خیال ہندوؤں کے دل میں پیدا ہوا۔ خط سنبلیس  
 اور دلچسپ ہے اور عقیدت کے جذبات سے لبریز۔ ایک ہندو کے یہ جذبات دیکھ کر  
 حیرت ہوتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے اندر وحدت کے کسی متلاشی کی  
 روح بولی رہی ہے۔ اس خط کا مفید مطلب حصہ قارئین کے مطالعہ کے لئے من و عن ہوا  
 درج کیا جاتا ہے۔

لے تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارے کتاب خانہ کہ حضرت شیخ سکندر کیتھول کے مکتبہ میری لائبریری لاہور۔

میرے محترم روشن لال جی بی، اسے سپر سوگر کی شہری ہنسراج جی ریٹائرڈ چیف گڈس کلرک، جن کا پتہ بعد میں لکھوں گا۔ اس سب کامیابی اور عرس پاک اور تزیین اور آرائش کے مالک روح رواں اور محرک ہیں آج سے ٹھیک چار سال قبل جناب حضرت شاہ کمال صاحب نے کس طریقہ سے ان کے دل میں سچی تڑپ اور تحریک پیدا کی۔ کہ آپ اس کار خیر اور ثواب کے کام میں پہل کیجئے اور اسی تڑپ کو لے کر شہری روشن لال جی آج سے چار سال پہلے کیمٹل شریف لائے کیمٹھل، بالوروشن لال جی کا وطن بھی ہے اور گھر بھی یہ محلہ تانوگوبان کے رہنے والے وہی میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز ہیں۔ جب یہ چار سال قبل حضرت شاہ کمال صاحب کی درگاہ پر آئے تو مقبرہ کی حالت کو دیکھ کر ان کا دل بے چین ہوا تھا۔ اس وقت سے آپ نے خلعت لیا کہ درگاہ کی حالت جلد سے جلد درست کی جاوے اور اس کے بعد آپ کی کوششوں سے سب کچھ ہوا۔ میں خادم بھی ان کی کوششوں میں برابر شریک ہوتا رہا ہوں اور ساتھ میں میرے عزیز بھائی رام نواس، جو بنک کی اعلیٰ ملازمت میں ہیں نے دن رات ایک کر کے سامان فراہم کر کے درگاہ شریف کو وہ تزیین و آرائش دلوانی کہ بیان سے باہر ہے یہ جناب حضرت شاہ کمال صاحب کے حکم کا نتیجہ ہے، ہم سب کے دل میں ان کے لئے بہت عقیدت اور جذبہ محبت ہے۔ عرس چار سال سے جاری ہے اس سے قبل سال کا عرس بھی لچھے پیمانے پر ہوا۔ لیکن اس سال کا عرس جناب شاہ کمال صاحب کی دعا اور کرم سے عالی شان اور اعلیٰ پیمانے پر منایا گیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تالاب کی مسمار دیوار کو بڑی اینٹوں سے تمام کو تعمیر کیا گیا ہے۔ ٹیپ بھی ہوگی۔ درگاہ شریف کے سامنے اور پیچھے دائیں بائیں بھی اینٹوں کا فرش کر دیا گیا ہے اور درگاہ شریف پر ہر اچھ لہراتے ہوئے پریم اور حجت کا درس دے رہا ہے جناب حضرت شاہ کمال صاحب کا یہ مزار، تالاب کے کنارے بلندی پر واقع کتنا سہانا اور دل کش منظر پیش کر رہا ہے اور دنیا کے غم و فکر سے جھلسی ہوئی روحوں کے لئے کتنا سکون قلبی دینے کا باعث ہے بیان سے باہر ہے۔

”میں نے چکواپناہی واقعہ سننا ہا ہوں۔ ۱۸ اپریل کو عرس پاک کا دن تھا فرش کا ٹکڑہ جو درگاہ شریف کے دروازہ کے ساتھ محقق سے بقایا ۵ بجے شام ۷ اپریل ۶۷ء کو رہ گیا۔ ارادہ کیا کہ یہ ضرور بین جانا چاہیے۔ میں تمام دن کی محنت شاقہ کے بعد ۲/۵ بجے پہنچا اور اپنے سامنے مزدوروں اور کایکروں کو حوصلہ دلاتے ہوئے بتوا کر رات کے سوا دس بجے گھر پہنچا لیکن اتنی دیر ہونے پر بھی وہاں ان کی خدمت میں بیٹھے ہوئے دل میں سکون و راحت تھی۔ اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ اور یہی دل نہیں آ رہا تھا کہ اسی طرح ان کے قدموں میں بیٹھا ہوں۔ اور آٹھ نو اپریل کو تو حضرت شاہ کمال صاحب کی پرورش اور رحمت فیاضی پر تھی کہ درگاہ پر نور برس رہا تھا۔ ہوا عطر بیز تھی۔ بجلی کے عارضی نقصوں سے سارا ماحول پر نور اور منور تھا۔ اس وقت جو عبادت اور دعا کے بعد راحت اور سکون ملا کیا بیان کروں اور یہ عارضی بجلی مستقل لگائی جا رہی ہے اور دستور کے مطابق میں بھی ہر روز ان کے قدموں میں سجدہ کرتا ہوں۔ چراغ روز روشن ہوتا ہے۔ یہ سب ان کی فیض کرم کا نتیجہ ہے۔ میں اور دوسرے احباب کس لائق ہیں... ہم سب نے کیا کیا یہ تو ان کا حکم تھا جو ہمارے لئے سعادت اور مسرت کا پیغام لایا ہے۔ زندگی میں کسی مشکلات ان کے کرم اور بخشش سے دور ہوئیں یہ ان کا فضل ہے۔“

آخر میں مکتوب نگار نے حضرت اقدس کے حکم کے بارے میں لکھا ہے۔۔۔  
 ”جو کچھ آپ حضرات نے اہل ہنود کو حکم دیا ہے یہ مقتضائے وقت ہے“ مکتوب نگار نے قوالی کی محفل کا ذکر بھی کیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں خطوط میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ دیوار اور فرش کی لمبائی اور چوڑائی کتنی ہے اس کی تفصیل ہمیں ایک اور خط میں ملتی ہے جو حضرت صوفی عبدالرحمن نے مرزا فضل الحق بیگ ۲۱ مئی ۱۹۶۷ء کو شملہ سے تحریر کیا ہے۔ اس خط کے تیسرے پیرا گراف

۱۔ علیقہ مجاز حضرت حافظ غلام قادر شاہ، نصیبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر بھارت  
 ۲۔ ریٹائرڈ ایس ڈی۔ او۔ ۶ جناح پارک شیخوپورہ، علیقہ مجاز جناب حافظ غلام قادر شاہ مذکور۔

میں حضرت صوفی عبدالرحمن رقم فرماتے ہیں :-

دیکھتے ہیں کہ شریف میں حضرت اقدس جناب شاہ کمال الکمال رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک بھی ۱۸ اپریل ۱۹۷۷ء کو (مقام کیتھل شریف) ہوا تھا۔ وہاں پر تالاب کے رخ پر ایک دیوار ۵ فٹ اونچی ۵۰ فٹ لمبی اور سوائٹ چوڑی بنوادی حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے سامنے ایک چوڑے ۴۰ فٹ لمبا اور ۴ فٹ چوڑا ایسٹ ڈالابو ایسا ہے۔ ہر دو مزارات مبارک کی معمولی مرمت اور صفائی سفیدی وغیرہ کرادی گئی ہے عرس مبارک میں پندرہ بیس آدمی شام دہلی کے پہنچے تھے۔ مہمان اشخاص میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی شریک تھے۔ رات کو قرالی کی محفل بھی ہوئی تھی۔

ہم نے اوپر جن خطوں کے اقتباسات دیئے ہیں، ان سے واضح نہیں ہوتا کہ ان حضرات کو حضرت کیتھل کے مزارات کی دیکھ بھال کا خیال کس طرح پیدا ہوا لیکن ان کے بعد کے خطوط سے مزارات شریف کی دیکھ بھال سے متعلق بہت سے امور پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مزارات شریف میں بجلی کا باقاعدہ انتظام کر دیا گیا ہے، دیواروں پر رنگ روغن کیا گیا ہے۔ فرش بتائے گئے ہیں مہمانوں کے لئے مہمان خانے بن گئے ہیں۔ اور مزارات شریف کی مسجد کے لئے اور عرس شریف اور دیگر اسلامی تقریبات میں رہنمائی کرنے کے لئے ایک خطیب کا تقرر بھی ہو چکا ہے اور ان خطیب کی رہائش کے لئے کمرہ بھی دیکھا گیا ہے اور شریف کے احاطے میں ہی بن چکا ہے۔ پانی کی فراہمی کے لئے ٹیوب ویل کی تنصیب ہو چکی ہے اور یاغچہ بھی لگ چکا ہے، اور اب ہندوستان کا محکمہ اوقاف بھی مزار شریف کی دیکھ بھال میں دل چسپی لینے لگا ہے اور اس کے اخراجات کی کفالت میں شریک ہونے لگا ہے۔ انہی خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ عرس کی تقریبات مسلمان بزرگوں اور اولیاء اللہ کے ہاتھوں انجام پاتی ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بزرگوں ان تقریبات کے موقعوں پر کس طرح زائرین کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور کس طرح انہیں راہ حق دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہی خطوط میں ایک ایسا بھی ہے جس سے معلوم ہوتا

۱۔ قوسین کی عبارت مکتوب نگار نے مکرر لکھ دی ہے۔

۲۔ مراد ہے مزارات حضرت شاہ کمال کیتھل و حضرت شہ سکندر کیتھل رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

ہے کہ کس طرح حضرات کے مزارات کی دیکھ بھال کا کام شروع ہوا۔ چنانچہ روشن لال گپتا جی نے اپنے ۱۳ جون ۱۹۶۱ء کے خط میں ساری داستان بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”میرا سترہ، دربار قادریہ سے ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ اس طرف رجوع جناب ویدیا امرت لال جی نے کیا جو شملہ میں ڈاکٹر ہیں اور یہ سرکاری ملازم بھی ہیں۔ وہ جناب حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فریدی ہیں جن کا دربار عالیہ جالندھر شریف میں ہے۔ اور حضرت حافظ جی کے مرید جناب قبلہ محمد حسین خان صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مستری قیص خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگان کے مزار شملہ میں ہیں شملہ اور جالندھر شریف میں باقاعدہ حضرات کے عرس منائے جاتے ہیں۔ جہاں ہزاروں عقیدت مند قیص لیتے ہیں یہ عرس باقاعدہ ۱۹۶۱ء کے بعد سے منائے جاتے ہیں ۱۹۶۳ء میں سب سے پہلے مستری قیص خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر مئی ۱۹۶۳ء میں حاضر ہوئے۔ پھر ۱۹۶۳ء ستمبر میں جناب محمد حسین خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ باجی کے

۱۔ حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب قدسی سرہ سلسلہ قادریہ طاہر یہ فاضلیہ کے عظیم المرتبت بزرگ تھے آپ چھوٹی عمر میں ہی حضرت غلام محی الدین قادری سے بیعت ہوئے ان سے ہی کسب فیوض و برکات کیا۔ اور خود مخلصانہ حاصل کیا۔ آپ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے۔ حضرت حافظ غلام قادر شاہ کو بیعت و خلافت حضرت غلام محی الدین سے انہیں حضرت نور احمد عرف سائیں ننگہ شاہ سے انہیں حضرت قلند عبد الرسول سے، انہیں حضرت شاہ غلام غوث ٹہالوی سے انہیں اپنے والد حضرت غلام قادر شاہ سے انہیں اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ فاضل الدین ٹہالوی سے۔ انہیں حضرت ابو محمد قادری سے، انہیں حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری سے انہیں حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے انہیں اپنے دادا حضرت شاہ کمال کیتھلی سے۔۔۔ الخ حضرت حافظ غلام قادر کے متائب و محاسن بہت زیادہ ہیں۔ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں مسلمان ہندو سکھ عیسائی، عالم و فاضل پندرہ گانی، ادیب اور شاعر شرف بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے ۱۳ ستمبر ۱۹۲۶ء کو میاندر میں وصال فرمایا۔ وہیں مزار شریف ہے۔ آپ کے تلامذہ و شاگرد ہیں آپ کے صاحبزادے میاں شمس الحق مزار گوجرانوالہ پاکستان میں چھوٹی عبدالرحمن قصبہ جلال آباد ضلع مظفرنگر (بھارت) حضرت مزار فضل الحق بیگ جناح پارک شیخوپورہ، محمد حسین خاں، قیص خاں شملہ اور سائیں جیکہ (موضع سرپانہ سرحد ہندی) بہت مشہور ہیں۔

عرس مبارک میں شرکت کی تقریباً نومبر ۱۹۶۳ء میں رات کو کچھ حضرات کی رحمت ہوئی میں نے یہ خوابت جناب ڈاکٹر دیاستنکر صاحب جن کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہوا۔ یہ خواب میں نے ان کو خواب کے اگلے روز سنایا۔ آپ حضرت حافظ صاحب سے بیعت تھے۔ اور ہندوستان میں عمر سیدہ بزرگ تھے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۸۴ سال کی تھی انہوں نے مجھ سے پوچھا بیٹا تم رہنے والے کہاں کے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ناچیز کیتھل شریف کا رہنے والا ہے۔ انہوں نے فرمایا بیٹا تم بہت خوش نصیب ہو۔ یہ دربار عالیہ حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا رہے اور وہاں جا کر خدمت کرو۔ میری خواہش بڑھتی گئی۔ مئی ۱۹۶۴ء میں مجھے ضروری کام کے سلسلے میں والد صاحب کے بلوانے پر کیتھل جانا پڑا۔ جاتے وقت خواہش ہوئی کہ شاہ صاحب کے ہاں سلام کر کے آؤں گا۔ میں تبرک اور اگر تھی وغیرہ وہاں سے ہی لے گیا تاکہ کیتھل میں مجھے کوئی نہ جانتے کیتھل پہنچ کر میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ اماں یہاں کوئی پیر کی درگاہ ہے انہوں نے فرمایا کہ بیٹا سنا ہے تو سہی۔ لیکن میں جگہ نہیں جانتی انہوں نے فرمایا کہ شری رام نو اس شہر سے پوچھو جو شاید انہیں جانتے ہیں۔ آپ پنڈت برہم دت صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ وہ میرے ساتھ حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی درگاہ پر لے گئے۔ وہاں جا کر میں نے کیا دیکھا شری رام جی تو باہر ہی رہ گئے۔ اور میں سہیل، اگر تھی دھوپ اور تبرک لے کر اندر لے کر چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ روضہ شریف میں فرش سب ٹوٹ پڑا ہے ایک پرانا چراغ وہاں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ میں نے چراغ جلا دیا۔ اور سب کچھ بھول گیا۔ روتے روتے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں تھا۔ مجھے کیسے یاد کیا ہے آپ میری حالت تو جانتے ہی ہیں۔ میں ایک ادنیٰ ملازم ہوں اور ہر قسم کا گنہگار ہوں۔ مجھ پر یہ رحمت کیسے ہوئی۔ اب اگر بلا یا ہے تو اپنے قدموں میں رکھنا اور اس جگہ کو جنت بنا ڈالنے آپ کے لئے یہ مہمولى پیر ہے، اس وقت اس روضہ شریف میں ایک بڑھا رہتا تھا۔ اور حضرت نور الدین صاحب رحمۃ اللہ کا مزار مبارک وہاں نہیں تھا صرف نشان باقی تھے، یہ خواہش لے کر روکر میں وہی واپس چلا آیا۔

تقریباً ایک مہینے کے بعد میں نے اعلیٰ حکام سے درگاہ شریف خالی کرانے کی درخواست کی۔ حضرات کو کچھ ایسا منظور ہوا کہ وہ اسی وقت خالی ہو گئیں۔ یہ جان کر مجھے از حد خوشی ہوئی۔ اور محسوس ہونے لگا۔ کہ یہ سب شاہ کمال کی بدولت ہے پھر خواہش ہوئی کہ کم از کم سفیدی ہو جائے تو اچھا ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ شری رام تو اس شرمادہلی کسی ذاتی کام سے دہلی تشریف لائے۔ میں نے سفیدی کے لئے معوض کیا۔ انہوں نے بے حد خوشی منظور کیا۔ میں نے انہیں ۲۵ روپیہ دیئے۔ اور کہا کہ جو کچھ اور کہے گا دوں گا۔ انہوں نے دونوں درگاہوں میں سفیدی کرانی اور لکھا کہ صرف ۱۰ روپیے خرچ ہوتے ہیں اور ٹھیکدار نے اپنی اجرت نہیں لی۔ کیوں کہ اس کو کچھ نائدہ ہو گیا ہے یہ صرف مال کی لاگت ہے یہ جان کر مجھے از حد خوشی ہوئی۔ اس کے بعد نومبر ۱۹۴۲ء میں جالندھر شریف حضرت حافظ جی کے عرس مبارک پر حاضری کے لئے گیا دہاں میری ملاقات پہلی دفعہ صوفی عبدالرحمن صاحب جلال آباد والوں سے ہوئی آپ سے میں نے یکے میں موقعہ دیکھ کر حالات سنائے۔ انہوں نے فرمایا کہ چند روزہ ہوئے ان کو حضرات عالیہ کا خواب میں دیدار ہوا۔ اور باتیں ہوئیں۔ فرمایا کہ حضرات اب تک دہلی میں حضرت باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ نقشبندی کے جہان تھے۔ اور سفیدی کے بعد کیتھل شریف تشریف لے گئے۔ وہ ناپاکیزگی کی وجہ سے دہلی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا بچہ سفیدی کر رہا ہے اور ہم بلدی ہی کیتھل چلے جائیں گے۔ اس کے بعد حضرات عالیہ کا پہلا عرس نومبر ۱۹۴۲ء میں ہوا جس میں صوفی عبدالرحمن صاحب، حکیم عبدالرحیم صاحب ان کے صاحبزادہ میری والدہ محترمہ اور آپ کا بڑا بڑا کارام راج اور چند اصحاب موجود تھے جناب ٹیکسری سٹیٹ میونسپل کمنشنر بھی موجود تھے اس کے بعد تو دن گئی رات چوگنی ترقی ہے کہاں یہ حالت تھا ہوسٹل میں تھی اور اب تو پانچ رنگ اور عن سب ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ یہ سب حضرت خود انجام دے رہے ہیں۔ وہاں کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یا تو میں کوئی افسر ہوں یا روپے والا حقیقت میں یہ ہے کہ میں تو دربار کے کٹوں سے بھی گیا کرتا ہوں۔ گنہگار ہوں۔ صرف حضرات کی رحمت ہے

خود سب کچھ کر رہے ہیں۔ اور عزت اس ناچیز خادم کی ہوتی ہے میں حضرات سے تین چیزیں تو ہر وقت مانگتا تھا۔ (۱) یہ درگاہ جنت میں جائے۔ (۲) خادم کو حضرات کے قدموں میں جگ ملے۔ (۳) آپ کا دیدار ہو جو مجھے رستہ دکھائے۔ دراصل مجھ سے پوچھا جائے تو یہ سب رحمت میرے مالک حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ جانکدھری کی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے سے زیادہ داد اپنی خدمت کو بہتر سمجھتے ہیں۔“

اس مکتوب سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرات شاہ کمال کینٹھلی قدس سرہ نے کس طرح کینٹھل کے ہی باشندے کو اپنی خدمت کے لئے نامور کیا۔ اور اولیاء اللہ نے بھی اپنے کشف کی بناء پر روشن لال گپتا جی کو ہی اس خدمت کی سعادت حاصل کرنے کی بشارت دی۔ برہم دت شرما جی اور روشن لال گپتا جی کے ساتھ پر تھی چند گپتا بھی اس سعادت میں شامل ہیں۔ بہر حال یہ حضرات مزارات کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور تقریبات مسلمان بزرگوں کے ہاتھوں ہی انجام پذیر ہوتی ہیں جیسا کہ ذیل کے بعض اقتباسات سے واضح ہو جائے گا۔

مزار شریف کے اردگرد بتائی جانے والی دیوار کے بارے میں برہم دت شرما جی نے اپنے ۲۲ اگست ۱۹۴۸ء کے خط میں لکھا ہے کہ:-

”آپ کو یہ سن کر افسوس ہو گا کہ جو تالاب سے ملحقہ دیوار بنوائی تھی، حال کے ۔۔۔ سیلاب سے گر گئی ہے یہ سب جلدی سے تعمیر ہوئی تھی اور پائیداری کی صفات اور بنیاد سے محروم تھی۔ اس لئے پانی درمیان میں مرنارہا جس سے پانچ چار گز کے ٹکڑے کو چھوڑ کر تمام گر گئی ہے پر سول جب میں حضرات کی قدمبوسی کے لئے گیا۔ تو وقف بورڈ کا اور سیر بلا جو مٹی ڈلوا رہا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ دفتر کو اوپر سے فوری اطلاع آئی ہے کہ جلد جا کر دیوار کی نگہداشت کریں۔ اب وقف کارادہ ہے کہ چار پانچ ہزار روپے لگا کر نئے سرے سے مضبوط

لے وصال کے بعد بھی بزرگان دین کا روحانی تصرف ملاحظہ ہو کہ کس طرح اپنے خدمتگاروں سے وصال کے بعد بھی اپنی خدمت لے لیتے ہیں یہ سب اشارات غیبی ہیں۔ جو ان بزرگوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور ارباب دولت اور اعیان حکومت تک ان کی خدمت پر مامور ہو جاتے ہیں (مؤلف)



اور ستون والی دیوار اپنا دہ ہوگی جو صدیوں تک قائم رہ سکے۔ ایسا ان کا خیال ہے امید ہے، یہ سب حضرات کی رحمت سے ہوگا اب ان کی طرف قدر شناسی ہو، مگر لگائی ہیں خود بخود سب کچھ آہستہ آہستہ ہوتا ہی رہے گا۔ مجھے امید یہی ہے“

بزمِ محبت شرمانے ۲۵ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اپنے خط میں لکھا۔

حضرت شاہ کمال صاحب کی نظر کرم اور التفات کی بات ہے کہ جناب مولوی سید سلیم الدین صاحب کی توجہ اور خدمت سے مزارات ہردو میں بہت رونق رہتی ہے۔ سید صاحب اجیر صاحب سے تعلق رکھتے ہیں۔ عربی اور انگریزی کے اچھے عالم اور ماہر ہیں۔ اور قرآن پاک کے حافظ بھی ہیں۔ جیب بھی خاص کر جمعرات کے روز قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے اور سینکڑوں لوگ سجدہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ تو بہت خوشی ہوتی ہے کہ جناب حضرت شاہ کمال صاحب اور جناب حضرت شاہ سکندر صاحب کی نظر کرم ہے کہ یہ جگہ پھر سے بارونق ہو رہی ہے۔ یہ بھی مستقل لگ گئی ہے خوشی کی بات ہے کہ ان دعامیں بہ طفیل اور حکم حضرات صاحبان جناب سید سلیم الدین صاحب کا کمرہ بھی تعمیر ہو گیا ہے جو حضرت شاہ کمال صاحب کی درگاہ شریف کے پیچھے درخت کے ساتھ ٹولا ہے اور کل روز پمپ بھی لگ گیا ہے جو حضرت شاہ کمال صاحب کی درگاہ شریف کے سامنے تالاب کی دیوار کیساتھ کرنے میں لگایا گیا ہے یہ سب کچھ آپ ہی آپ ہو رہا ہے کوئی نیکہ ہستی اس کام میں ہاتھ بٹا رہی ہے اور ان کے حکم سے سب کچھ ہو رہا ہے۔ میرے جیسے خادم کے لئے جس کے دل میں ہردو حضرات کے لئے گہری عقیدت ہے یہ سب کچھ بہت سکون بخش اور فرصت کا باعث ہے میں نے جناب سید علی احمد صاحب کے دور کے عرس دیکھے ہیں۔ اور میں شامل ہوتا رہا ہوں۔ لیکن جو کچھ اب ہم ٹولا ہے وہ بیان سے باہر ہے کثیر عقیدت مندوں کا جگہ ٹا رہتا ہے بجلی کی روشنی سے سارا منظر رات کو بہت دلقریب معلوم ہوتا ہے“

۱۔ مراد حضرت شاہ کمال کیتھلی اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

درگاہ شریف کے بارے میں روشن لال گیتاجی نے ۲۴ جون ۱۹۷۶ء کو لکھا ہے۔  
 درگاہ شریف کے احاطے میں اوپر ایک کھرنی کا درخت لگا ہوا ہے۔ جو دو سال سے  
 زیادہ ہے، کیلے کے درخت، پیتے کے درخت، ملتان کے کھجور کے درخت،  
 انجور کی بیلین، بار سنگار کے درخت (GOLD MOHER) کا درخت اور سرخ  
 رنگ کے پھولوں کی بیلین روغنہ مبارک کے اوپر چڑھ کر بہت رونق بڑھا رہی ہیں  
 دونوں روغنہ مبارک میں پختہ بجلی لگی ہے۔ شام کو روشنی ہو جاتی ہے۔ درگاہ شریف  
 کے ساتھ خوبدھ کیا تالاب ہے۔ وہ پختہ بن گیا ہے۔ اور اس میں دو ٹیوب ویل  
 پانی بھرتے ہیں کشتی چلتی ہے۔ درگاہ کے باغ میں ہر قسم کے رنگیں پھول لگے ہیں  
 سفید پتھر کے پنج اور کرسیاں لگی ہیں۔ ہری گھاس کٹی ہوئی اس قدر خوشنما معلوم  
 ہوتی ہے، جیسے ریشم کے بڑے گدے پھمے ہوئے ہیں۔ وہاں جنت کے نظارے  
 نظر آتے ہیں۔“

عرس کی تقریبات میں مسلمان بھی برابر شریک ہوتے ہیں۔ اور مقامی مسلمانوں کے علاوہ ہندوستان  
 کے دوسرے علاقوں سے مسلمان اور بزرگ مدیدہ بزرگ تشریف لائے ہیں یہ بزرگان کرام و عظام و نصیحت  
 سے زائرین کے دلوں کو گرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں عرس حضرت شاہ کمال کی تہلیج  
 کا ذکر کرتے ہوئے برہم دت شرماجی نے ۹ جولائی ۱۹۶۹ء کے خط میں لکھا ہے۔

جناب حضرت شاہ کمال صاحب اور حضرت شاہ سکندر صاحب ہردو کے عرس  
 مبارک ۱۹-۲۰ بروز پینچر وار بڑی شان و شوکت اور اہتمام سے منایا گیا۔ زائرین کا  
 کافی اجتماع رہا جناب مرتضیٰ قادری صاحب تو مدارس سے بذریعہ موٹی جہاز  
 تشریف لائے عقیدت کا یہ عالم تھا جس کو دیکھ کر قبلہ جناب شاہ کمال صاحب کے  
 قدموں میں سر عقیدت سے جھک جاتا ہے خوش نصیب ہوں کہ ان کے دربار کا  
 خادم ہونے کا شرف بختا ہے ان کی کمال مہربانی ہے جس کی وجہ سے تابعدار ہوں  
 مرتضیٰ قادری صاحب بڑے پینچے ہوئے باکمال بزرگ ہیں۔ بہت پاکباز اور خلوص و محبت  
 سے لیریز دل لئے ہوئے ہیں۔ اس دفعہ ان سے ملاقات کر کے دل باغ باغ ہو گیا۔  
 عبادت کے باریک رموز سمجھائے کہ کس طرح سے دل کی کوڑیاں کھلتی اور راز دنیا  
 حاصل ہوتا ہے جب میں نے حضرت شاہ کمال صاحب کی زیارت اور کرم فرمائی کا حال

سنا یا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ان کی طرف سے ایسا ہی شفقت اور عنایات کا ہاتھ بڑھتا ہی رہے گا۔ خیر بہت پابند انسان دکھائی پڑے... کتنا پاکیزہ ماحول  $\frac{1}{4}$  کی رات کا تھا۔ ان کے فضل و کرم سے ایک آرائش کرنے والا بندہ بھی بیچ دیا۔ بجلی اور راڈ لگ ہی چکے ہیں۔ بموم بتیوں کی قطاروں نے سندر سماں باندھ دیا۔ خوشبودار اگر بتیوں کی لپٹوں سے سارا ماحول معطر اور سپہ فضا تھا ایسے روحانی ماحول میں کس کا دل سکون محسوس نہیں کرتا۔ اور جس پران کی مہر و محبت کا سایہ ہو تو وہ روحانی دولت سے سیرابی حاصل کرتا ہے۔ جناب صوفی عبدالرحمن صاحب جلال آبادی بھی تشریف لائے تھے ان ہی کے دم قدم سے مزار شریف کی رونق دوبالا تھی۔ رسومات سب آپ صوفی صاحب اور جماعت مرتضیٰ قادری صاحب نے بڑی عقیدت سے ادا فرمائیں۔ ویسی گھی کا پرشاد اور لالچی دالے کا تیرک خوب تقسیم کیا گیا۔ جتنے ہمان تھے سب کی خاطر مدارات انہیں سے کی گئی۔ اور کھانا بھی شاندار تیار کر دیا گیا تھا۔... آپ کو یہ پڑھ کر خوشی ہو گی کہ اس دفعہ عرس پر حضرت شاہ کمال صاحب کے مزار شریف کے ساتھ حضرت شاہ سکند کی طرف جاتے ہوئے راستہ پر ایک سینٹ کا بچہ ہمان خانہ بھی بن گیا ہے۔ اب ہمالوں کو پوری طرح سے آرام نصیب ہو گا۔ ویسے پہلے بھی کچے مکان میں سب آرام کرتے رہے ہیں۔“

مزار حضرت شاہ کمال کی تڑپیں و آرائش میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے علاوہ ہندوستان کے محکمہ اوقاف نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے چنانچہ اب مزار شریف کے احاطے کے چاروں طرف دیوار بن گئی ہے احاطہ میں ٹیوب ویل لگ گیا ہے اور ایک باغ بھی لگ چکا ہے، ان امور کی تفصیل روشن لال گیتاجی نے حضرت میاں مقبول محی الدین گیلانی سجادہ نشین و ربار عالیہ قادریہ کی ایک کتاب "بیرہ غازی خاں کے نام اپنے ایک خط محررہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء میں دی ہے لکھتے ہیں:-

”آپ کو خبر ہی ہے کہ ۱۹۶۳ء سے آئے سال حضرات کا عرس منایا جاتا ہے ۱۹۶۳ء میں حضرات کا عرس مبارک حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی تاریخ وصال یعنی ۲۹ جمادی الآخر کو منایا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں آنجناب مزار افضل حق بیگ ۹۷ جناح پارک شیخوپورہ کے مشورے سے آئندہ عرس کی تاریخ اپریل کے

دوسرے ہفتے کے روز مقرر کی گئی عرس مبارک! کا عدہ آٹے سال اسی تاریخ کو ہوتا رہا پچھلے سال میری چیرمین پنجاب وقف بورڈ جناب طیب حسین صاحب اور ڈاکٹر کٹر وقف جناب علامہ رسول صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جب میں ان کے پاس عرس مبارک کا دعوت نامہ لے کر گیا ملاقات کے وقت ان حضرات نے رائے دی کہ عرس مبارک تاریخ وصال کو ہی ہونا چاہیے۔ اس سال ہم نے عرس تو اسی ہفتے میں منایا لیکن میری تسلی نہ ہوئی۔ اب ابادہ یہ ہے کہ اس سال سے حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا عرس مبارک تاریخ سال وصال کو ہی منایا کریں میرے خیال میں یہ تاریخ اس سال مارچ اگست یا ستمبر میں پڑھے گی آپ حضرات کی تاریخ وصال تحریر فرمائیں اور ہمیشہ کے لئے تاریخ مقرر کر دیں۔ میں نے آپ کو اپنی خواہش پیش کر دی ہے آپ بزرگ ہیں۔ اور آپ کا فیصلہ ہی ہم پر لاگو ہوگا۔۔۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت زمین پر آرائی ہے اور وہ ہے کیتھل شریف۔ دونوں درگاہیں بہت عمدہ حالت میں اور عمدہ مبارک پتھر سے پرچم لہرا رہے ہیں۔ دونوں دروضوں میں پختہ بجلی کی فٹنگ ہو گئی ہے اور ٹیوب لائیٹ بھی لگ گئی ہیں روضہ مبارک شاہ کمال صاحب میں نیا سرخ فرش ۱۹۶۷ء میں ہی بن گیا تھا۔ اور حضرت نور الدین صاحب کا نزار عالیہ بہت عمدہ نیا تعمیر ہو چکا ہے (OIL PAINTS) اور ڈسٹ پمپ وغیرہ بخوبی ہو چکے ہیں۔ عمدہ ریشمی اور دوسری سرخ اور قیمتی چادروں میں حضرات طیبوں میں تو وہاں جا کر سجدہ بھول جاتا ہوں۔ اور سولے روئے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ سب کرم فرمائی میرے مولا کی ہے میں تو ایک ملازم اور غریب قادم ہوں جب یہ دیکھتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ خود ہی کرنے والے ہیں اس سال وہاں پر چاروں طرف پختہ BOUNDARY WALL دیواریں بن گئی ہیں۔ ایک عمدہ ٹیوب ویل تقریباً پچاس ہزار قیمت کا لگ گیا ہے اور ایک عمدہ باغ درگاہ شریف کے چاروں طرف تقریباً تین لاکھ کی قیمت کا بن چکا ہے ہر قسم کے پھول لگ گئے ہیں۔ دو کمرے حضرت شاہ کمال شاہ صاحب کے احاطہ مبارک میں حجرہ کی شکل میں پختہ بن گئے ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت کام باقی ہے وہ تقریباً دو یا تین ہفتے

میں کافی پائیہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ ویسے کام تو چلتا ہی رہے گا۔ درگاہ شریف کی خدمت شری برہم دت شراجی کر رہے ہیں۔ چراغِ نبوی وہ بھی کرتے ہیں۔ آگے چل کر خط میں روشن لال گپتا جی نے درگاہ شریف کے باغ کے بارے میں لکھا ہے کہ۔

میرے خیال میں تمام ہندوستان میں اس سے زیادہ خوبصورت باغ درگاہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

روشن لال گپتا جی کے ۲۱ مئی ۱۹۷۰ء کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مزارات کی صفائی کا کام ایک ماہی کے سپرد ہے جو روز صفائی کرتا ہے۔

۱۹۷۰ء کے عرس کے بارے میں روشن لال گپتا جی کے بیان کی تصدیق برہم دت شراجی کے ایک خطِ محررہ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۰ء سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں :-

عرس مبارک ۲۸-۲۹ جمادی الثانی بمطابق یکم و دوم ستمبر ۱۹۷۰ء بروز منگل بڑی شان و شوکت سے منایا گیا۔ درگاہ شریف پر خوب آرائش و زیبائش بجلی کے منور قلموں سے ہوئی۔ درگاہ شریف کے سامنے دو دروازے تھے جو پھیلے ہوئے سبز زار پارک بڑے خوشنما معلوم ہو رہے تھے، اور حضرت کی درگاہ کے سامنے وائے دروازے سے جوڑی کی پالیں یا بٹے تھے، وہ اڈہ ٹور میں تبدیل ہو گئے ہیں پارک میں طرح طرح کے پھول تراش شریف کے چاروں طرف کھلتے رہتے ہیں یا بوروشن لال جی اور سب عقیدتمندوں نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وقف بورڈ نے بھی اس فیصلہ کو قبول کر لیا کہ حضرت کے وصال یعنی ۲۸/۲۹ جمادی الثانی کو ہی عرس شریف ہر سال منایا جاوے۔

برہم دت شراجی نے اس خط میں مزید لکھا ہے کہ :-

میں نے ان آنکھوں سے وہ اعلیٰ روحانی شخصیت دیکھی ہے، جسے آپ اور ہم جناب میاں علی احمد صاحب کا نام بڑے فخر سے لیتے ہیں ان کے چہرے پر وہی روحانی جلال نمایاں تھا۔ خوبصورت چہرہ اور معصومیت سے لبریز دل ان اعلیٰ مرتبت بزرگوں اور فقراء سے درشت میں ملا تھا جنہیں ہم حضرت شاہ کمال صاحب اور حضرت شاہ سکندر صاحب جیو پ الہی کے تبرک ناموں سے یاد کرتے اور

اُن کے قدموں میں آج بھی عقیدت سے سر جھکاتے ہیں۔ مجھ پر ہر دو حضرات  
 کا سایہ اور ہاتھ بدستور قائم ہے بدستور اُن کی خدمت کا شرف حاصل ہے۔  
 گویا اس وقت مزار شریف کی دیکھ بھال کے علاوہ عرس مبارک کے اہتمام میں ہندوؤں  
 مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ خوب اہل زکاں دین جس سے جو کام لینا چاہیں خوب لیتے ہیں۔  
 کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کار خیر میں حصہ لے رہے ہیں۔

---

## کرامات

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے کرامات کا ظہور فطری طور پر ہی ہوتا تھا۔ ورنہ آپ نے کبھی کرامات کا دکھاوا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی شخص کے اصرار پر کوئی کرامت دکھائی۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اگر نزد اوکے بیت مشاہدہ خوارق رفتے ازاں سخت دربار شدے یعنی اگر کوئی آپ کے پاس اس غرض سے جاتا کہ کرامات کا مشاہدہ کرے تو اس سے سخت کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک ہم عصر ممتاز عالم مولانا مالوئی اپنے شاگردوں کے ہمراہ اس غرض سے آپ کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے کہ آپ سے کوئی کرامت مشاہدہ کرے جب منزل مقصود کے قریب پہنچے تو آپ کو اس کے ارادے کا علم ہو گیا خشونت اور غصے کے مارے اینٹ پتھر وغیرہ جو کچھ بھی مل سکا لے کر مولانا کے پیچھے پڑ گئے۔ مولانا نے ناچار اپنے شاگردوں کے ہمراہ راہ فرار اختیار کی۔ آپ نے پیچھے سے حملہ کرتے ہوئے فرمایا: اے مکار مالوئی! تو اس لئے آیا تھا کہ کمال سے کرامات دیکھے!

صاحب گلزار خوارق راوی ہیں کہ ایک ہندو درویش باوا سینتل داس نامی کیتھلی کے تالاب بدھ کیار کے کنارے اپنی اتر پائیں نکال کر صاف کیا کرتے تھے۔ اور عوام اسے دیکھ کر کرامت کی خوش فہمی میں مبتلا رہتے۔ ایک روز آپ نے جنگل سے آتے ہوئے یہی ماجرا دیکھا، تو باوا صاحب سے فرمایا: اس کھیل سے محض شہرت مقصود ہے، تو اور بات ہے۔ ورنہ قلب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور سکر اتے ہوئے وہاں سے تشریف لے آئے۔ بعدہ جب درویش نے آنتوں کو اندر ڈالنا چاہا تو وہ ٹھیک نہ ٹھیکیں جس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوئی آپ کے الفاظ اس درویش کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ باوا صاحب نے تاڑ لیا کہ ضرور صاحب نظر ہیں۔ بے تاب و بے قرار ہو کر سیدھے ستانہ عالیہ پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے۔

یاد رہے سو کہ رو در چشم بدایں سوگرد دہ: چشم من خاصیت قبلہ نما پیدا کرد  
 آپ نے کمال لطف و عنایت سے دیکھا اور ان کے سینے کو نور الہی سے معمور کر دیا  
 حتیٰ کہ خرقہ خلافت سے نوازا:

ایک دفعہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بچپن میں شدید بیمار ہوئے، بیماری کا  
 یہ عالم تھا کہ آپ بے ہوش تھے، اور سب گھروالے حضرت کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے،  
 انہی دنوں حضرت شاکاں کیفی قدس سرہ حضرت کے والد ماجد کے یہاں تشریف لائے، سب نے آپ  
 کی تشریف آوری کو برکت کا باعث سمجھا، اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو حضرت کی خدمت  
 میں لے آئے۔ آپ نے حضرت کے منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ اور فرمایا، مطمئن رہیے۔ اس بچے  
 کی عمر بڑی طویل ہے، اور اسے بہت عزت حاصل ہوگی، بہت مخلوق اس کے ذریعے مرتبہ  
 کمال کو پہنچے گی۔ یہ بچہ ہمدردی طرح ہی بزرگ ہوگا۔ ہم نے اسے اپنی فرزندگی میں قبول کیا ہے  
 حضرت مجدد الف ثانی کو اسی وقت صحت حاصل ہو گئی۔

حضرت اقدس کا لباس عموماً سرخ رنگ ہوتا تھا یا فوجی طرز کا اس صورت حال کو دیکھ کر بہت سے لوگ  
 معترض تھے خصوصاً علماء کی ایک جماعت پیش پیش تھی صاحب تذکرہ خوشیہ لکھتے ہیں کہ ان علماء کو حضرت کے بالکمال بزرگ  
 ہونے میں تو اصل کلام نہ تھا لیکن آپ کے سرخ لباس پر معترض تھے جب اس باب سے میں بکشتائی کرنے کی کوشش  
 کرتے تو زبان سا تھرتھرتی، اس پردہ پریشان اور تشرتہ ہو جاتے۔ آخر راہ نکالی اور ایک سفید  
 لباس تیار کر دیا آپ کے حضور میں پیش کیا۔ آپ کو تصرف باطنی سے ان کا  
 ارادہ اور مدعا معلوم ہو چکا تھا۔ لہذا آپ نے وہ لباس لیا۔ لباس کا زیب تن کرنا تھا۔  
 کہ سفیدی سرخی میں بدل گئی۔ حضرت نے جلال آفریں نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا: تم سمجھتے ہو  
 کہ میں کپڑے رنگوا کر پہنتا ہوں۔ مگر تم نے دیکھا۔ ایسا نہیں ہے۔ قدرت خود بخود اس کو اس  
 رنگ میں رنگتی ہے، اچھی طرح سمجھ لو کہ سالک مثل میت کے ہے، اور یہ غسل کی مرضی ہے۔ کہ  
 وہ اسے ٹھنڈے پانی سے غسل دے۔ یا گرم سے۔ میت کو کوئی سخی نہیں کہ وہ غسل کے سامنے  
 لب کشتائی کرے۔ یہی حال ہمارا ہے۔۔۔۔

اس واقعے کی بنا پر آپ کو لال دیال کا لقب دیا گیا۔

گلزار خوارق سے منقول ہے، کہ ملتان کے قیام کے دوران میں ایک روز آپ حضرت  
 بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں تشریف فرما تھے۔ چند مشائخین بھی وہاں



حاضر تھے۔ دفعۃً ایک بزرگ نے ایک واقعہ کی نسبت جو حال ہی میں گجرات میں رونما ہوا تھا بیان کیا، کہ والئی گجرات (کاٹھیاوار) اپنے لشکر کے ہمراہ شہر میں سے گذر رہا تھا۔ راستے میں ایک ٹکڑے کا فقیر سلطان کے گھوڑے کو روک کر مخاطب ہوا۔ کہ پیسے دے کر جاؤ۔ بادشاہ کو اس کا یہ انداز مخاطب پسند آیا۔ اس نے خیال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تاج و تخت عطا کیا ہے۔ اور یہ رعیت کا ادنیٰ ترین انسان ہے۔ اگر یہ صحیح معنوں میں فقیر ہے۔ اور صاحب وطن ہے۔ تو اس کا اس طرح مخاطب کرنا درست ہے۔ کہ یہ مخدوم کائنات ہے۔ اور میں بحیثیت ایک چوکیدار ہوں۔ اگر یہ محض ٹکڑے کا ہے، تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا اس لئے یہ قابل گرفت اور لائق سزا ہے۔ یہ خیال آتے ہی بادشاہ نے حکم دے دیا۔ کہ اس کو اوندھا کر تمام فوج کو اس پر سے گزار دو کہ یہ کیفر کردار کو پہنچے تعمیل حکم ہوئی تمام فوج مع ساز و سامان زمین پر سے گزار دی گئی۔ لیکن وہ زندہ و سلامت کھڑا ہو گیا بادشاہ خوف سے کانپنے لگا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ یہ کوئی کامل ترین انسان ہے۔ اب میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، چنانچہ اس خیال کے آتے ہی وہ ٹکڑے کا کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور ایک سکہ سنہری اس کی نظر کیا۔ وہ سکہ لیتے ہی چلتا بنا۔ . . . . میں نے جب اسے بغور دیکھا۔ تو وہ محض خالی اور ٹکڑے کا تھا۔ جب اوپر دیکھا تو اس کو کسی سلسلے سے بھی منسلک نہ پایا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس کو اتنی بڑی امداد کہاں سے مل گئی۔ جب کہ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس پر حضرت نے اس محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا۔ تو میری نظر سے بھی گذرا مجھے خیال آیا کہ یہ شخص بظاہر تو فقیر ہی نظر آتا ہے، اس لئے لوگ اس واقعہ کو فقیر کے ساتھ ہی منسوب کریں گے۔ اور یہی کہیں گے کہ ایک فقیر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ کوئی نہ کہے گا۔ کہ ٹکڑے کا کے ساتھ یہ واقعہ رونما ہوا مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ فقیر کو داغ لگے۔ میں نے اپنی کمر اس پر رکھ کر تمام فوج کو اپنے اوپر سے گزار دیا۔ یہاں تک کہہ کر آپ نے اپنی پشت مبارک سے قمیص اٹھائی۔ اس پر دو ایک خراش ناخن کی سی معلوم ہوتی تھی۔

ایک روز آپ صحرا میں ایک درخت کے نیچے استنجے کے لئے بیٹھے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی آپ کے ہمراہ تھے، زمین کے اندر سے اُج اُج کی صدا بلند ہوئی۔ آپ نے فرمایا اُسے مکار خود بینی و خود رائی ترک کر شیخ عبدالاحد نے ہر دو گفتار اپنے کانوں سے سنیں۔ جب آپ طہارت سے فارغ ہوئے۔ تو شیخ نے پوچھا کہ اس حالت میں بات کرنے کا کیا

سبب تھا۔ فرمایا مدت ہوئی ایک شخص قتل ہوا۔ اور وہ یہیں مدفون ہے۔ علامت قبر ظاہر نہیں۔ اب اس نے اپنے اظہار و شہرت کے لئے زمین کے نیچے سے آواز دی۔ مجھے اس کی اس حالت پر تعجب ہوا۔ کہ واللہ اعلم کتنی مدت اسے گزر گئی ہے۔ کہ اس کا وجودی ڈھانچہ اور گوشت پوست تک بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن خود پرستی و خود نمائی ابھی تک دماغ میں باقی ہے۔ وہ لوگ کتنے اچھے ہیں جو خود بینی و خود رائی سے چھوٹ گئے اور اپنی ہستی کو فنا کر ڈالا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، احمد آباد پہنچ کر بخار میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مکان کرائے پر لیا اور عرصے تک صاحبِ فراش رہے۔ ایک روز سلطان محمود گجراتی اس راستے سے گذر رہا تھا۔ پیال کی شدت اور سورج کی حدت سے اس کا منہ کھنکھانڈا۔ پیش سے بچنے کے لئے گھوڑے سے اترا۔ اور صدمہ دروازے سے داخل ہو کر آپ کی مسندِ خاص پر جا بیٹھا۔ اس کے لشکریوں اور سپاہیوں نے ادھر ادھر دونوں طرف سے آمدورفت مسدود کر دی اتوار سے جو کوئی باہر آتا۔ اس کو سپاہی خوب زد و کوب کرتے۔ دریں اشار اندر سے ایک خادمہ آئی اس نے ایک مرد غیر کو مسند پر بیٹھے دیکھا تو خوب لعنت ملامت کی سپاہیوں نے اسے اس عقیقہ کو اس قدر زد و کوب کیا۔ کہ اس کے جسم سے خون بہنے لگا۔ یہ خادمہ خون میں لت پت دوڑی اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں جا بیان کیا۔ حضرت جذبہ کی حالت میں آگئے۔ اور باہر تشریف لائے۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے حملے کی غرض سے تلواریں سونت لیں، لیکن جو نہی ہاتھ اٹھائے ان کے ہاتھ شل ہو گئے۔ آپ کا جلال بڑھتا جا رہا تھا۔ کہ آپ کے فرزند اکبر حضرت شہ عموالدین تیزی سے آئے اور آپ کے پائے مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ سارا غصہ رفور ہو گیا۔ امر اُردست بستہ حاضر ہوئے، اور حضرت شہ عموالدین کے ساتھ مل کر آپ کو تخت پوش پر بٹھایا۔ اور اپنی گستاخیوں کی معافی کے طلبگار ہوئے، آپ نے اپنی ذالی بخشش کے باعث ان کی خطا معاف کر دی۔ اور اس طرح سپاہیوں کے قتل شدہ بازو اپنی اصلی حالت پر آگئے حضرت نے سلطان کی خاطر تواضع بھی کی۔ دوسرے روز سلطان محمود عموالدین سلطنت دارا کین دولت کے ہمراہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے

شرف ہوا۔

علاقہ کیتھل کے ایک شخص غلام اللہ کا انتقال ہو گیا۔ وہ کسی اور بزرگ کے مرید تھے وہ شجرہ اور کلاہ جو انہیں اپنے پیرو مرشد سے حاصل ہوا تھا۔ مرور زمانہ کی نذر ہو گیا۔ ان کا جنازہ قبرستان میں لے گئے، تو شہر کے اہالی و موالی اور اعیان و اثرات ساتھ تھے۔ اتفاقاً حضرت شاہ کمال کیتھلی بھی اس جنازہ کی طرف آنگئے۔ ایک مرید مودود نامی نے حضرت سے فرمایا۔ یا سیدی! چونکہ غلام اللہ کے پاس شجرہ اور کلاہ موجود تھیں۔ کیا یہ حضور کی مرید کی میں داخل ہو سکتا ہے؟ اور آپ اس کے لئے شجرہ کا حکم فرمائیں تو کیا ہی خوب ہو؟ فرمایا جب تک وہ میری مریدی کا اقرار نہ کرے ایسا ممکن نہیں۔ حضرت کے اس جواب سے اکابرین شہر بہت حیران ہوئے کہ مردہ بھلا زندہ ہونے کا اقرار کیونکر کر سکتا ہے؟ حضرت نے سیدامان اللہ حسینی کو جو اس جگہ کے اکابرین و اعیان میں سے تھے۔ جنازے کے پاس آنے کا حکم دیا۔ مودود کو جنازے کے پاس بٹھا دیا۔ اور غلام اللہ سے یوں مخاطب ہوئے۔

”کچھ اجاب شجرہ و کلاہ کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اگر تو غلامان خاندان قادر یہ کی جماعت میں منسلک ہو کر میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے، تو تجھے شجرہ اور کلاہ دے دیتا ہوں“

قریب کھڑے ہوئے گواہوں اور حاضرین نے سنا کہ غلام اللہ نے پردہ آواز میں کہا، چونکہ حضور کی استمداد و استعانت کے بغیر سائر رضوانی کی پونجی حاصل نہیں۔ امیدوار ہوں۔ کہ اس لیے کس پر رحم فرمایا جائے، حضرت نے اس کے نام کا شجرہ لکھ دیا اور کلاہ دے کر سپرد خاک کر کے دعائے مغفرت کی۔

منقول ہے کہ آپ ایک رات لاہور کی گلیوں اور بازاروں میں گھوم رہے تھے۔ تین اور اہل اللہ گشت کر رہے تھے۔ کو تو ال شہر نگرانی کی غرض سے اس طرف آنکلا۔ ان اہل اللہ میں سے ایک پانی کے مشکے میں داخل ہو کر پانی میں تبدیل ہو گیا۔ دوسرا تنور کے اندر جا گھسا۔ اور آگ کی طرح روشن دکھائی دینے لگا۔ تیسرا ہوا میں تبدیل ہو کر پرواز کرنے لگا۔ حضرت اقدس جہاں تھے۔ وہیں ٹھہرے رہے۔۔۔۔۔ ان کے پیچھے پیچھے کو تو ال شہر گشت کرتا ہوا آ رہا تھا۔ تیزی سے آگے بڑھا کہ اس وقت یہاں کون

لوگ ہیں۔ منگے میں دیکھا، تو پانی نظر آیا۔ تنور میں آگ ہی آگ دکھائی دی۔ تیسرے صاحب جو ہو امیں اڑ رہے تھے۔ ان پر بھی حیرت ہی تھی۔ حضرت بھی وہیں موجود تھے۔ لیکن انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ان حالات سے کووال شہر پر جنون کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہاں سے چلتا بنا۔ ہر سہ اہل اللہ حضرت کی خدمت میں پھر اکٹھے ہو گئے۔

ایک مجذوب شیخ مونگر تھے۔ لاہور کے مقام پر بازار کے قریب ایک مسجد میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے ہاتھ میں ہمیشہ دو اینٹیں ہوا کرتی تھیں کوئی سوار ہو یا پیادہ کسی میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہاں سے صحیح سالم گذر جائے۔ ایک روز حضرت بحالت سواری وہاں سے گذرے۔ شیخ مونگر حسب دستور اٹھے، اور دونوں اینٹیں زمین پر پھینک دیں۔ سلام کر کے بے ساختہ حضرت کے قدموں پر گر پڑے۔ ایک مرید فتح شاہ نے اس حقیقت کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا۔ "جب میں ان کے سامنے سے گزرا، تو میری اور ان کی روح نے عالم بالا میں اٹنا شروع کیا۔ جہاں تک وہ اڑ سکتی تھی اڑی۔ جب آگے بڑھنے سے عاجز آگئی، تو واپس آگئی۔ اور شیخ نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا۔ میں نے اس کی تکمیل باطنی کر دی۔"

گلزار خوارق سے منقول ہے کہ دیار روم میں سیاحت کرتے ہوئے حضرت اقدس اس علاقے کے دار الحکومت میں پہنچے، شاہی محل کے نیچے سے گذر رہے تھے۔ کہ اوپر کے دریچے سے ایک حسین و جمیل نو عمر لڑکی کی نظر آئی جس کی دلربائی اور خوش ادائیگی نے آپ کے قلب و نظر پر یوں قبضہ کیا۔ کہ وہیں گلی میں اقامت گزریں ہو گئے۔ دس دن اور دس رات تک یہی حال رہا۔ اور کسی نے آنے جانے والے کی مطلق خبر نہ رہی سہ۔ بادشاہ کو اس حال کی اطلاع ہوئی، تو وہ خدم و حشم سمیت خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ اور عرض کی حضور یہاں قیام کی کیا وجہ ہے؟ میرے لائق جو خدمت ہو ارشاد فرمایا، انشاء اللہ اس کی تکمیل ہوگی، حضرت جب بحال ہو کر عام حالت میں آئے۔ اور بادشاہ کے آنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ تو فرمایا۔ "ہمارا مقصد تو انوار و تجلیات الہی کا مشاہدہ کرنا ہے، شہادشاہ فوراً"

سہ یاد رہے کہ کمالن بارگاہ الہی میں دلآویزی کی چنگاری وہ کام کرتی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ اور انہیں ہر شے انوار و تجلیات الہی نظر آتے ہیں۔

محل سرا میں آیا۔ اور اس چندے آفتاب چندے ماہتاب دوشیزہ کو لے کر خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ اور کہا "یہ ہے آپ کی..... منظور نظیر کنیز" حضرت اقدس نے نظر توجہ سے اسے دیکھا۔ اور فرمایا "یہ معصومہ جمال الہی سے معمور ہے۔ اللہ تعالیٰ عفت دیا کد امنی کے پردے میں دونوں جہاں کے مراتب اس کو حاصل کرنے کا موقعہ عطا فرمائے۔ اس نظارے سے ہمارا مقصد تو محض خدا کے بزرگ و برتر کے کمال و جمال کا مشاہدہ کرتا ہے" حضرت عالم مستی میں آگے نکل گئے۔ لیکن اس پاک دامن پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ بادشاہ کافی پریشان ہوا۔ خادمان شاہی کو حضرت کی تلاش کے لئے روانہ کیا جو تلاش بسیار اور منت سماجت کے بعد حضرت کو بادشاہ کے پاس لے آئے، دوشیزہ نے کپڑے پھاڑ گود لٹی پہن لی۔ اور اپنے باپ سے کہنے لگی "چونکہ اب میں دنیا کے کسی کام کے قابل نہیں رہی ہوں۔ اب آپ کا اس کنیز پر سب سے بڑا یہی احسان ہو گا۔ کہ اس مرد خدا کی خدمت میں رہنے کی اجازت دیدی جائے، تاکہ اپنی بعض مشکلات کو اس مرد خدا کی ہمراہی میں حل کر سکوں۔ اور ان کی فیض رساں ہمراہی سے استفادہ کرتی رہوں"

بادشاہ اسے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ بچی میری اپنی ہی بیٹی ہے! اب یہ شہزادی حضرت کی ہمراہی میں دنیا کی سپرد سیاحت میں مشغول ہو گئی۔ دوران سفر میں جہاں کہیں حضرت قیام فرماتے۔ زن و مرد اپیر و جواں، اس کے بے مثل حسن کے تماشے کی خاطر جمع ہو جاتے، جس سے اس نیک بخت کو بڑی پریشانی ہوتی۔ ایک روز اس نے بڑی جرات سے کام لیتے ہوئے حضرت کی خدمت میں درخواست کی۔ کہ میں لوگوں کی ہوسناک نظر بازی سے تنگ آگئی ہوں۔ اور میرے معمولات بھی اس طرح برقرار نہیں رہ سکتے۔ لہذا میں خدمت عالیہ میں موڈ بانہ درخواست کرتی ہوں، کہ آپ بارگاہ رب العرش میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس دنیا سے اٹھالے" حضرت نے اس عفت مآب کو تسلی دی۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اس نے پھر یہی دعا مانگنے کی درخواست کی۔ تو حضرت نے بارگاہ رب العرش میں دعا کی۔ جو مستجاب ہوئی۔ وہ اسی وقت جان بحق ہو گئی۔ ان نیک سیرت بی بی کا نام عائشہ بتایا جاتا ہے جزیرہ قبرص میں آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

دوران سیاحت میں حضرت اقدس نے ایک طراوت بخش و راحت افزا باغ میں آرام فرمایا۔ ایک غیر مسلم یاغبان نے حضرت کو ایسا کرنے سے منع کیا حضرت وہیں

تشریف فرما رہے۔ باغبان کے دماغ میں گل انسانیت کی ذرہ بھر خوشبو بھی نہ پہنچی تھی۔ اس نے سخت سست الفاظ کہتے ہوئے حضرت کے پاس مبارک کو اپنی طرف کھینچا، اس کی اس جسارت اور بے ادبی کو آپ کا خادم برداشت نہ کر سکا۔ اور تلوار سے دو ٹکڑے کر کے اسے دارالشفق پہنچا دیا۔ حضرت نے مرید کے اس فعل کی مذمت کی اور ایک چادر اس مقتول پر ڈال دی۔ دوسرے مالی حاکم وقت کے پاس جو نروذ ثانی تھا۔ وہاں دیتے ہوئے پہنچے اور عرض کی کہ چند صوفیان اسلام جو حال ہی میں کہیں سے وارد ہوئے ہیں نے باغ میں ٹھہر کر ہمارے فلاں بھائی کو ناحق مار ڈالا ہے۔ صوفیوں کا نام سن کر اس کی آتش غضب بھڑکی۔ اور اس تعصب حاکم نے چند شیطان صفت بدباطن سپاہیوں کو انجی گرفتاری کے لئے مقرر کیا۔ ان مسلح سپاہیوں نے جب دور سے حضرت کے رخ پر اوار کو دیکھا تو ان پر رعب و لایت اس قدر مسلط ہوا کہ تمام غرور حکومت جاتا رہا۔ اور نہایت ملامت و نرس سے عرض کرنے لگے، ہمیں کسی کی دل آزاری کرنی منظور نہیں۔ ہم اہم وقت نے ہمیں محض اس معاملے کی تحقیق کرنے کے لئے آپ کے بلانے پر مامور کیا ہے۔ اٹھئے اور ہمارے ساتھ چلئے۔ حضرت فرمانے لگے، ہم ایسے دشت و صحرا نورد رویشوں کے ہاتھوں قتل و غارت کیا معنی؟ ہندو باغبان کہنے لگے حضور ہمارے بھائی کو قتل کرنے کے بعد اس گودڑی کے نیچے چھپا دیا گیا ہے۔

سپاہیوں نے جب گودڑی کو اٹھایا تو دیکھا ایک کتا مرا پڑا ہے۔ حاضرین کی حیرت کی انتہا نہ رہی، سپاہی اور باغبان شرمندہ ہو کر لوٹ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ کے زالوں تلے ایک تکیہ تھا۔ ایک شخص نے پوچھا، "یا سیدی" ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے بحالت نماز جناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک سے لپٹے ہوئے بچے کو جھٹکا دیا۔ تو وہ کمر سے ہوتا ہوا صاف باہر نکل آیا۔ کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا، "بے شک! اللہ تعالیٰ نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں کو بھی یہ صفت عطا فرمائی ہے۔" اور آپ نے وہ تکیہ اسی طرح زالوں میں سے نکال کر دکھا دیا۔

آپ ایک روز حضرت بہاؤ الدین زکریا کے مزار مقدس پر تشریف لائے تو آپ کا وجود مبارک طول و عرض میں اتنا بڑھا۔ کہ گنبد خانقاہیں اس کے سمانے کی گنجائش نہ رہی اور تمام روضہ

مقدسہ کا احاطہ کر لیا، یہ بات خادم روضہ نے سجادہ نشین شیخ نظیرؒ سے بیان کی۔ وہ اس اطلاع کے ملتے ہی دوڑے۔ آپ کو کچھ دیر کھڑے دیکھتے رہے۔ اور پھر اپنا دست مبارک حضرت کے زانوئے مبارک پر رکھ دیا۔ آپ نے اسی حالت میں ہاتھ ان کی طرف کیا، اور کچھ وقفہ کے بعد اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ حضرت شیخ نظیرؒ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا، رئیس شہر آج سواری کر رہا تھا۔ عوام کا ازدحام تھا۔ منتظرین راستہ صاف کرنے کی غرض سے لوگوں کو مار پیٹ رہے تھے۔ ایک درویش بس سے مس نہ ہونا تھا۔ ایک مجہول الحال کو تو ال نے سلطان کے ایسا پر اس کو اس بری طرح زد و کوب کیا، کہ وہ زخمی ہو گیا۔ وہ اسی حالت میں حضرت بہاؤ الدین زکریا کی بارگاہ میں رویا۔ روضہ مبارک سے ندا آئی، کہ تعجب ہے کہ تمہارے ہوتے میرے مرید کو تکلیف پہنچے۔ فقیر نے رئیس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ حضرت شیخ نظیر بہت متحیر ہوئے اور وہ تاریخ اور دقت نوٹ کر لیا۔ تصدیق سے پایا گیا کہ ٹھیک اس تاریخ کو شاہ گجرات کا سر قلم ہوا تھا۔

جب اکبر بادشاہ نے گجرات پر چڑھائی کی۔ تو علی قلی خاں جو بادشاہ کا مقرب تھا ہم رکاب تھا۔ ہم سر کرنے کے بعد ایک روز غلبہ بشریت کے بعد اس نے ایک دلالہ کو بلایا۔ کہ اس کے ذریعے سے جلیظ نفس کا سامان ہم پہنچائے، وہ دلالہ جس محلے کی طرف جا رہی تھی، اس طرف سے حضرت اقدس بھی تشریف لارہے تھے۔ حضرت اقدس نے دلالہ کے کوزے لگانے شروع کر دیئے، یہ کوزے درحقیقت علی قلی خاں کے لگ رہے تھے۔ حضرت زبان مبارک سے یہ فراتے جاتے تھے کہ اے پلید! اس سلسلے میں داخل ہونے کے بعد اس قسم کے قبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔

مردی ہے۔ کہ شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کا ایک بیچ سالہ فرزند کھانے پینے کی طرف راغب تھا۔ والدہ کو فکر لاحق ہوئی اور یہ ماجرا حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں، بچوں کی طبیعت مختلف ہوا کرتی ہے، لیکن کچھ دن گزرنے کے بعد اس کی والدہ نے پھر درخواست کی، آپ نے اس بچے کو بلایا، جہربانی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کھانے کی ہدایت فرماتے ہوئے کہا "فرزند خوب سیر ہو کر کھایا کرو۔ اب صاحبزادے پر بھوک نے اس قدر غلبہ کیا، کہ رات دن چوبیس گھنٹے اس کے سامنے دسترخوان چنار ہوتا تھا۔ چنانچہ والدین جس طرح اس کے نہ کھانے سے تنگ آگئے تھے۔ اب اس کی بسیار خوری سے عاجز آگئے۔ اس پر آپ کی خدمت میں پھر عرض کی گئی، آپ نے فرمایا، "ایسا ہی ہوگا"۔ . . . چنانچہ عمر بھر صاحبزادے کے کھانے کی مقدار اس کے ہم عمر لڑکوں سے زیادہ ہی رہی۔

صاحب گلزارِ خوارقِ مروی ہیں۔ کس فتحِ خانِ نامی و یک صاحبِ سامانہ میں رہا کرتے تھے۔ اور اکرمِ عظیم کا وردان کا روزانہ کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ ان کو جن اٹھا کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ حضرت نے انہیں جن کے پنجے سے نجات دلانی اور نظروں سے اوجھل ہو گئے، البتہ حضرت کا حلیہ مبارک ان کے ذہن میں محفوظ رہا۔ اور اسی روز سے دل میں ارادہ کر لیا کہ اگر خوش نصیبی نے مدد کی، تو کسی دن اس بزرگ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا دوں گا۔ اتفاقاً فتحِ خاں مذکور کے چند دوست جو حضرت کے مریدین میں سے تھے۔ بیٹھے ہوئے بزرگانِ دین کے ذکر خیر سے دلوں کو تازگی بخش رہے تھے۔ کہ وریں اثنائے حضرت کا تذکرہ بھی چل نکلا۔ فتحِ خاں کے دل میں زیارت کے شوق نے چمکی لی، اور فوراً ہی اپنے احباب کے ہمراہ عازمِ کیتھل ہو گئے خدمتِ اقدس میں پہنچے اور مریدانِ باصفائی لڑی میں منسلک ہو گئے۔ ایک دن مجلس میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کہ فتحِ خاں ہر قدم اٹھانے پر دل میں یہ کہتے کہ کاش یہ لقمہ میرے پیروشد نے کھایا ہوتا۔ لگاتار تین لقموں پر یو نہی کہا۔ اور خود کھالئے جب چوتھا لقمہ اٹھانے لگے، تو حضرت نے فرمایا۔

”بس مجھے تین لقمے ہی کافی ہیں۔ چوتھے کی ضرورت نہیں“

نقل کیا جاتا ہے، کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ باغ میں رونق افروز تھے، کہ حضرت کی خدمت میں چند صوفیائے عظام حاضر ہوئے، گفتگو کے دوران ایک نہایت باریک مسئلے پر بحث چل نکلی۔ باغ سے باہر کو تو اُل شہر گشت کر رہا تھا۔ وہ آوازیں سن کر عین باغ میں آیا۔ لیکن سہرا سے کوئی نظر نہ آیا۔ گفتگو سے فراغت کے بعد وہ حضرات لاہور کو پرواز کر گئے، جب وہاں پہنچے تو گلی میں ایک مکان کے سامنے حضرت کو مع خورد و کلاں کھڑے پایا۔ حضرت نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا پھر وہ سمرقند روانہ ہو گئے، جب سمرقند کے ایک محلے سے گذر رہے تھے، تو حضرت کو ایک مقام پر کھڑے پایا۔ سمرقند میں بھی حضرت کے ہاں قیام فرمایا۔ صبح کو صرہین شریفین کی زیارت کے لئے وہاں پہنچے۔ تو دیکھا کہ حضرت مع اہل و عیال ایک مکان میں تشریف فرما ہیں، حضرت نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرانے کا کہا۔ واپسی پر انہوں نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ بات ہمارے افہام سے بالاتر ہے، کہ یہ مسافرت ہم نے پایادہ نہیں بلکہ اس طرح طے کی جس طرح اولیاء اللہ کرتے ہیں۔ راستے میں جہاں بھی ہم نے قیام کیا۔ وہاں آں جناب کو پہلے ہی موجود پایا۔ یہ بات ہمارے لئے موجب حیرت ہے۔ حضرت نے تبسم کتاں ارشاد فرمایا۔ عزیزانِ من خوب سمجھ لو جس طرح انگلشی جو کسی شخص کی انگلی میں پڑی رہتی ہے اور اس کی ہر چیز اس کی نظر کے سامنے ہوتی ہے۔ اسی طرح قدرت نے ایک انگلشی میری انگلشت میں



پہنا دی ہے۔ جس کے آئینے میں تمام کائنات مضمحل ہے۔ اور قرب و بعد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مرفوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس کے منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس مٹ کے دل میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے روضۃ اقدس کی زیارت کا بے حد شوق پیدا ہوا اور آپ حضرت کی اجازت کے بغیر عازم بغداد ہو گئے۔ جب مشہد کے قریب پہنچے۔ تو انہیں راستے میں پہلی، دوسری اور تیسری منزل پر ایک فقیر وضع درویش ملے، اور پوچھا۔ "میاں صاحبزادے کہاں تشریف لئے جا رہے ہو،" کہتے گئے "حضرت غوث الاعظم کے آستانے کی جا رہے کشی کے لئے عازم بغداد ہوا ہوں۔" انہوں نے فرمایا "تمہیں طواف بغداد کی کیا احتیاج ہے جب کہ تمہارے مرشد موجود ہیں۔ جاؤ ان کی خدمت کرو۔" لیکن حضرت شاہ موسیٰ نہ مانے "چوتھی منزل پر پہنچ کر ان کو شدید بخار ہو گیا۔ پاؤں متورم ہو گئے اور راستے کرنے سے عاجز آ گئے۔ حضرت موصوف قافلے سے جدا ہو گئے اور شہر کی مسجد کے گوشہ میں جا بیٹھے۔ چالیس دن رات ان کی یہی حالت رہی۔ صحت کلی عطا ہوتی تھی۔ زطائر روح نفس عنصری سے پرواز کرتا تھا۔ آخر ایک چھری لی، اور خود کشی کا ارادہ کیا۔ آدھی رات کے وقت چھری سینے میں گھونپنے لگے کہ حضرت اقدس بنفس نفیس وہاں آ موجود ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے "کیا کر رہے ہو۔" ثریعت و طریقت میں یہ طریقہ کب روا ہے، تمہیں معلوم نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاتل النفس فی النار، حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم نے اپنا مبارک زمین پر رکھ دیا اور قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ جب غربت میں عارضہ ہلک لاحق ہوا، اور زندگی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبور ہو کر میں نے اس فعل کے ارتکاب کا خیال کیا، حضرت نے فرمایا، "یہ تکلیف جو پہنچی لائق اور مناسب تھی۔" تب مرتبہ غوث الاعظم نے تمہیں اتنا سفر میں سمجھایا، اور بشارت دی کہ اپنے پیرو مرشد کے حضور آداب سجا لاؤ۔ تم نے مطلق پرواہ نہ کی۔ اب لازم ہے، کہ یہیں سے لوٹ جاؤ،" جب صبح ہوئی اور لوگ نماز کے لئے آئے۔ تو نماز سے فراغت کے بعد ان لوگوں کی نظر حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم پر پڑی، دیکھا کہ ان پر بیماری کا اثر باقی نہیں۔ دریافت حال پر انہوں نے ماجرا من و عن کہہ سنایا۔ وہاں سے واپس ہوئے، اور ملتان پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے صحت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا "آپ کی توجہ دہر بانی کا اثر ہے،" پھر حضرت نے فرمایا۔ عرصے کے بعد ملے ہیں رات کو اکٹھے سوئیں گے۔ ایسا ہی ہوا، نصف رات گزر جانے پر حضرت اقدس نے اپنی کلیم ان کے جسم پر ڈال دی۔ اور حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم ساون تک متواتر سوتے رہے۔ بعد ازاں حضرت نے خود اٹھایا، اور فرمایا

”موسیٰ تمہیں سونے کے لئے نہیں لایا گیا ہے، وہ اٹھے اور اٹھتے ہی جنگل کی راہ لی، اور راہ الوداع الہی کے ساک و ناظر بن گئے۔“

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ ایک مہلک مرض میں مبتلا ہوئے ہر چند علاج کرایا لیکن بے سود جب بے چینی اور اضطراب بڑھتا ہی چلا گیا، تو حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا، کہ اس فقیر عبدالاحد کو جو ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہے، اور جس کے علاج سے اطباء نے نامدار عاجز آگئے ہیں۔ آپ کی نظر عنایت کے بغیر شفا ئے عاجل اور صحت کامل ناممکن ہے، حضرت نے اپنے مقربان خاص مودود اور فتح علی خاں سے پانی طلب کر کے وضو کیا جب آپ سر مبارک کا مسح فرما رہے تھے، تو دو بلند قامت شخص ملو کا دلہاس میں وارد ہوئے۔ مولانا مودود اور فتح علی خاں نے ان سے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ جواب دیا ”بندہ ہائے خدا“ اسی طرح دائیں پاؤں کو دھوتے وقت مزید دو شخص اسی صورت و لباس میں ان کے برابر اگر دست بستہ کھڑے ہو گئے ان سے بھی پوچھا گیا ”کیا تم دونوں بھی ان کی رفاقت میں آئے ہو؟“ کہتے لگے ”ہاں حضرت شاہ کمال قادری نے ہمیں شیخ عبدالاحد کی خاطر طلب فرمایا ہے، حضرت نے وضو سے فراغت کے بعد دو گانہ ادا کیا۔ اور سلام پھیرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اپنی حقیقت سے آگاہ کرو۔ کہ تم میں سے کون عبدالاحد کے لئے مشورٹ الحال ہے، انہوں نے آداب بجا لا کر عرض کی، کہ ہم اسی افراد روئے عالم پر زحمت کے نام سے مسلط ہیں۔ اختلاف مزاج کے اعتبار سے بندگان خدا کے مختلف احوال پر حکم الہی سے مسلط ہیں، پھر اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ ہم میں سے یہ شخص شیخ عبدالاحد کا مزاجم حال ہے، شخص مذکور نے اقرار کرتے ہوئے عرض کی، کہ شیخ عبدالاحد کے وجود پر اللہ تعالیٰ نے مجھے قابض و ضابط کیا ہے، آپ نے فرمایا، ہمارے خاطر شیخ عبدالاحد سے درگزر کرو۔ کہ وہ بہت پریشان حال ہے، شخص مذکور نے عرض کی، کہ میں امر الہی سے مسلط ہوں، اس لئے میری جلا وطنی جائز نہ رکھیں، حضرت نے فرمایا، تو بیچ کہتا ہے۔ لیکن شیخ عبدالاحد طالبان خاص میں سے ہے۔ طوعاً و کرہاً اس کو تندرست کر دو۔“ وہ عرض کرنے لگا کہ آپ کے حکم کو ہر حال میں مانوں گا۔ اور فرمان عالی سے منہ نہ پھیروں گا۔ لیکن ایک ماہ کی مہلت عنایت فرمائیں۔ یہ کہہ کر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا شیخ عبدالاحد پورے ایک ماہ تک صاحب فراش رہے اور اس عرصے میں سخت بے چین ہوئے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے جسم میں اس قدر تیزی و تندی تھی، کہ گویا ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں ایک ماہ گزرنے کے بعد یہ آواز انہیں سنائی دی کہ عبدالاحد خدا کے لئے میری قدم بوسی حضرت شاہ کمال کیتھلی تک پہنچا دینا۔ صبح سویرے شیخ عبدالاحد اپنے بستر سے اٹھے، تو ان کے وجود میں کمزوری و تقاہمت کی کوئی علامت باقی نہ تھی۔ فوراً بارگاہ ایزدی میں

سجدہ ریز ہوئے۔ حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سالہ واقعہ من و عن بیان کیا۔ اس کے بعد شیخ  
عبدالاحد کبھی بیمار نہیں ہوئے۔

خواجہ حبیب اللہ مصنف گلزارِ حوارق کا بیان ہے۔ کہ مجھے اکثر و بیشتر دو درازہ سفر کرنے کا اتفاق  
ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ہم پانچ چھ آدمی سفر کرتے ہوئے ایک خوفناک مقام پر پہنچے۔ ہم میں سے ایک شخص یوسف  
بودلہ پر پیاس نے بے حد غلبہ کیا۔ وہ اس قدر درازانہ ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ پیاس کی شدت نے  
جب اس کا اتنا برا حال کر دیا تو ہم نے اپنی تمام تر توجہ حضرت اقدس کی طرف لگا دی۔ اور عرض کی "یا سیدی"  
بوقت ہلاکت و مصیبت مدد کرنا آپ کی شان ہے۔ اور ہم آپ کی شفقت و دستگیری کے امیدوار ہیں۔"  
تھوڑی دیر بعد ایک درویش صورت شخص پانی سے بھرا ہوا ٹٹائلے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ہم نے اس سے  
پانی کی درخواست کی، تو وہ کہنے لگا "یہ پانی تمہارے ہی لئے ہے" ہم نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اور برتن  
بھی بھر لئے ابھی وہاں سے چلے ہی تھے کہ وہ آدمی غائب ہو گیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر یوسف بودلہ  
بھوک کی شدت سے ٹڈھال ہونے لگا۔ حتیٰ کہ نقاہت کی وجہ سے زمین پر آ رہا۔ کہنے لگا "تم سب چلو اور  
مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں تو اب زمین پر سے اٹھ تک نہیں سکتا۔ کہ چلنے کی سکت نہیں" ہم نے  
تقاضائے مروت سے بعید دیکھا تو ٹھہر گئے اور پھر حضرت اقدس کو پکارا۔ اور عرض کی۔ اے دستگیر  
درماندگان جس طرح آپ نے ہمیں پیاس کی زحمت سے نجات دلائی ہم اس وقت بھی آپ سے استمداد کرتے  
ہیں۔" دریں اثنا ایک غیبی اونٹنی سوار نقاب اوڑھے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور چند بیٹھن روٹیاں دیکر غائب  
ہو گیا۔ ان روٹیوں کو ہم چھ آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ . . . . اور اس طرح حضرت شاہ کمال ہم درماندگان  
کی ہر منزل پر دستگیری کرتے رہے۔

## جلال

یوں تو اکثر صاحب ولایت شانِ جلال کے مظہر ہوئے ہیں۔ لیکن جتنا جلالِ چشتیہ سلسلے میں حضرت  
مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابری قدس سرہ کا مشہور ہے اور قادریہ سلسلے میں حضرت عبدالقادر جیلانی  
اور حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ کا۔ اتنا کسی صاحب ولایت میں نہیں پایا جاتا۔ یہ حضرت کے  
جلال ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ قبضہ شریف سے دس دس بارہ بارہ کوس کے فاصلے پر کوئی صاحب ولایت حضرت  
کی اجازت کے بغیر نہیں آسکتا تھا۔ اور اگر کوئی ایسا کرنے کی جرأت بھی کرتا۔ تو اس کی اعلیٰ صلاحیتیں سلب  
کر لی جاتی تھیں۔ اس لئے حضرت کا لقب سلاب الاحوال پڑ گیا تھا۔

کیبتصل کے قیام کے ابتدائی دور میں آپ کو تقریباً انتہی واقعات سے دوچار ہونا پڑا جو حضرت علی احمد صاحب  
 کلیری قدس سرہ کو پیش آئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کیبتصل تشریف لائے تو یہاں منتیوں کی ایک  
 جماعت رہا کرتی تھی جو اپنے علم و فضل پر بڑے مغرور تھے۔ ان کی کثرت تعداد کا اندازہ اس امر سے لگایا  
 سکتا ہے کہ ان کی تقریباً پانچ سو یا لکیاں نکلا کرتی تھی۔ دنیا میں یہ ازل سے ہوتا آیا ہے کہ جب کوئی شخص  
 عروج و ترقی حاصل کرتا ہے تو اس سے کتر درجے کے لوگوں کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھتی  
 ہے اور اس آگ کو بھاننے کے لئے وہ اچھے سے اچھا ہتھیار بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے۔  
 چنانچہ جب آپ کی شہرت ان مفتیوں کے کالوں میں پڑی تو انہوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ یہ شخص  
 خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے۔ اس سے حذر کرنا چاہیے، حضرت پر ان لوگوں نے اذیت اور سختی کو بھی روا رکھا  
 لیکن آپ کسی تکلیف و اذیت کو خاطر میں نہ لاتے۔ ایک روز آپ مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے  
 مسح کیا، تو ایک مفتی نے ترش لہجے میں کہا۔ عقلمند آدمی مسر کا مسح بھی کرنا نہیں آتا، آپ نے دوبارہ مسح  
 کر کے پوچھا۔ ٹھیک ہو گیا ہے بھائی؟ لیکن مفتی کی خشونت اور بڑھی، اور اس نے منکبرانہ انداز میں نفی میں  
 سر ہلا دیا۔ دو تین بار آپ نے مسح کیا۔ اور اس سے پوچھتے رہے۔ لیکن وہ ہر دفعہ نفی میں جواب دیتا رہا اس  
 پر جلال کمال جوش میں آیا، اور آپ نے اپنی گردن کو حوض کے پانی میں جھنجھولا۔ اور فرمایا۔ "لو اب تو مسح ٹھیک  
 طرح ہو جائے گا" یہ کرنا تھا کہ مفتی نے وہیں دم توڑ دیا۔ یہ واقعہ مفتیوں کے لئے عبرت انگیز تھا، لیکن ہوا  
 اس کے برعکس۔ اس عبرت ناک واقعہ نے ان کے جوش انتقام کو مزید ہوا دی۔ اور وہ نت نئی شرارتوں پر اتر  
 آئے، جب کچھ عرصے تک مفتی اپنی شرارتوں سے باز آئے۔ تو ایک روز حضرت کی زبان سے نکلا، مفتیاں  
 کی جڑاؤ اور شاہ کمال تے پٹی" اس کے ساتھ ہی مفتیوں کا خالوادہ ایک ایک کر کے ختم ہو گیا، یہی نہیں ہوا، بلکہ  
 دیگر لوگ جو ان کے مکانات کی اینٹوں کو اپنے تصرف میں لے آئے، ان کے مکانات بھی جل کر راکھ ہو جاتے۔ اس  
 واقعے نے دنیاے مفتیاں میں ایک تہلکہ مچا دیا، جب دیگر علاقے کے مفتیوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں  
 نے کیبتصل کے قریبی گاؤں پونڈری کے مفتیوں سے دریافت کیا کہ آیا یہ دعا صرف کیبتصل والوں کے لئے ہے  
 یا تمام کے لئے۔ اس پر پونڈری کے مفتیوں نے جواب میں لکھا کہ یہ صرف کیبتصل والوں کے لئے ہے، اور  
 ہم یہاں سب بخریت ہیں۔

اس قسم کی پاداش میں عموماً سرکش و نافرمان لوگ گرفتار ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کلام پاک  
 کے چودھویں پارے میں یوں فرماتے ہیں انامن الذین مکوالستات ان نحیفت اللہ بهم الامراض  
 یا تیمہا للعذاب من حیث لا یشرؤن ۵ یعنی کیا نافرمان لوگوں کو اس بات کا خوب

نہیں کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا مارے یا جدھر سے خبر بھی نہ ہو، ان پر عذاب نازل ہو جائے۔ . . . .  
 . . . . . دلی برحق سے ایسا رسائی اور ٹھٹھ مذاق کرنے کا صلہ ان سرکشوں، نافرمانوں اور بے باکوں  
 کو مل گیا۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ ایک روز حضرت اقدس پرگنہ قبولہ میں اسرار سلوک کے دقیق نکات کا مطالعہ  
 فرما رہے تھے اور اسی اثناء میں حاکم قبولہ شیخ موسیٰ مثل نائیب حاکم قبولہ کی معیت میں حضرت کی خدمت میں حاضر  
 ہوا، اور نسخہ کی درخواست کی۔ آپ نے نسخہ عطا کر دیا جب کچھ عرصے بعد آپ نے وہ نسخہ واپس طلب فرمایا۔ تو  
 وہ بدباطن اپنی ذاتی تخبانت کی بنا پر نسخہ واپس دینے سے انکار کرنے لگا۔ حضرت نے جلالی لہجے میں شیخ موسیٰ  
 سے فرمایا: ”وہ نسخہ نہیں دیگا“ آپ کا اتنا فرمانا تھا۔ کہ اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا، اور لفظہ لفظہ فزوں  
 تر ہوتا چلا گیا۔ یہ شک کہ اس کا پیٹ پھول کر پٹا ہو گیا۔ اور زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ پیٹ پھٹ گیا۔ اور وہ  
 راسی ملک عدم ہو گیا۔ مزار محمد اختر نے تذکرہ اولیائے ہند کی دوسری جلد میں طبقات حسابیہ کے حوالے سے  
 لکھا ہے، کہ آپ کا ایک مرید تھا۔ جسے اشتیاق تجلی نہایت تھا۔ اس شوق میں اس نے برسوں ریاضت و  
 مجاہدہ کیا۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اس وقت میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے بزرگ  
 نہیں، کہ انکی ایک نظر سے آدمی صاحب حال ہوتا تھا، اسی وقت آپ کو اس کے خطرے سے آگاہی ہوئی۔  
 نظر عاشقانہ اس پر ڈالی۔ کہ وہ تجلی ذات اس پر منکشف ہوئی مگر اسی وقت مر گیا۔ کیونکہ اس میں اس تجلی کا حوصلہ  
 نہ تھا، اور آپ نے بھی اسی وجہ سے توقف فرمایا تھا۔

ملتان میں ایک بزرگ شیخ عیسیٰ بخاری رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ اعلیٰ پائے کے صاحب حال اور  
 واقف ہونے والے تھے۔ ان پر ایک وقت ایسا آیا۔ کہ ان پر فقر و فاقہ کا غلبہ ہوا، اور بسا اوقات نان شبینہ بھی انکو میسر  
 نہ آتی تھی۔ ملتان کے علاقے میں قوم سیال بزرگان دین بہت سے عقیدت رکھتی تھی۔ انہوں نے حضرت شاہ کمال  
 کیتھلی کی خدمت میں عرض کی کہ اگر شیخ عیسیٰ ہماری کچھ زمین کاشت کر لیں تو ان کی یہ تنگدستی دور ہو جائے گی۔ آپ  
 نے شیخ عیسیٰ کو حکم فرمایا۔ اور انہوں نے کچھ اراضی کاشت کر لی۔ اور شب دروز آپ کی خدمت میں رہنے لگے، فصل  
 کاٹنے کا وقت آگیا۔ تو آپ نے فرمایا: جاؤ۔ اور فصل کاٹتے ہی واپس چلے آؤ۔ اسی دوران میں شیخ عیسیٰ اپنی خدمت  
 میں دیر سے حاضر ہوئے۔ آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ تو شیخ عیسیٰ نے گستاخانہ جواب دیئے۔ اس پر آپ ناراض  
 ہوئے۔ اور ایک مرید ناج الدین کو جو حکم ملتان کا ملازم تھا۔ حکم دیا کہ خود اندر آؤ۔ وہ دیوار بھانڈ کر اندر آیا۔ آپ نے  
 حکم فرمایا کہ شیخ عیسیٰ کے کپڑے اتار کر آگ میں جلا دو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پھر شیخ عیسیٰ کے پاس کشف و کرامت کی  
 کوئی چیز باقی نہ رہی۔

منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ فوجی دردی میں ملبوس گھوڑے پر سوار حضرت شیخ جلال الدین تھانیری قدس سرہ کے ہاں بغرض ملاقات تشریف لے گئے۔ شیخ کے دروازے کے سامنے ایک سرائے تھی۔ حضرت نے سرائے کی پوری سے فرمایا۔ ہمارے گھوڑے کی نگرانی کرنا۔ اس نے جواب دیا۔ شیخ کی زیارت کو ہر روز سیکڑوں آتے ہیں۔ کس کس کے گھوڑے کی نگرانی کروں حضرت نے اس کے ایک کوڑا رسید کیا۔ وہ بیہوش ہو گئی۔ حضرت شیخ موصوف سے ملے۔ شیخ سے نصوف کے ایک دقیق مسئلے کی وضاحت چاہی۔ شیخ نے فرمایا: ایک فوجی کا اس مسئلے سے کیا تعلق؟ حضرت نے فرمایا: اس لئے کہ مجھ پر بھی اس مسئلے کی وضاحت ہو جائے۔ شیخ موصوف نے فرمایا: تو ایسے وقت تشریف لائیے جب کوئی اور نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ جو نادان ہے اس پر اس مسئلے کا انکشاف خلوت میں ہو سکتا ہے، اور نہ جلوت میں۔ اور واقف کے درود بیان کرنے سے بخل کرنا اچھی بات نہیں۔ یہ فرماتے ہی حضرت اٹھ کھڑے ہوئے۔ سرائے میں تشریف لائے تو وہ عورت حضرت کے پاؤں چومنے لگی، لوگوں نے کہا: یہ وہی تو ہیں جنہوں نے تجھے کوڑا رسید کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: لیکن تمہیں شاید معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں۔ کوڑا لگتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں آسمان پر ہوں۔ اور فرشتوں کی تمہیل و تعظیم سن رہی ہوں۔ حضرت سرائے سے روانہ ہو گئے۔ ادھر شیخ موصوف کو کشف سے معلوم ہوا کہ ایک ذی شان استی مجھ سے نادان ہو کر واپس ہو گئی ہے۔ دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور حضرت کے گھوڑے کی رکاب تمام کر معذرت چاہی، حضرت نے فرمایا: شیخ تیرا اور تیرے مریدوں کا حال جواب میرے قبضے میں ہے تجھے غم دیدہ نہ دیکھ کر واپس کرتا ہوں، شیخ موصوف کیتھل تک آپ کے ہمراہ پیدل چلتے رہے تھے۔

نہ صرف یہ کہ حضرت کا جلال عوام پر بھی ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ آپ کے خاندان کے افراد بھی اس شانِ جلالت سے بچ نہ سکے۔ اس سلسلے میں ایک روایت ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کس طرح اپنے فرزندان کی اعلیٰ روحانی قوتوں کو سلب کر لیا تھا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ جو ریاضت و مجاہدہ میں کیتا و لاتی تھے اور جنگی قوت کشف بلا کی تیز تھی۔ ایک روز فرزند اکبر شاہ عماد الدین باہر تخت پر بیٹھے حجامت بنوا رہے تھے۔ کہ انہیں کشف باطنی سے معلوم ہوا کہ ایک جہاز بھنور میں پھنسا ہوا ہے۔ اہل جہاز شاہ کمال، شاہ کمال، کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ صاحبزادے نے زمین پر ہاتھ ڈالا، اور جہاز کو سہارا دیا۔ ادھر حضرت اقدیس کو بھی کشف سے پتہ چل چکا تھا۔ آپ حجرے سے باہر تشریف لائے اور صاحبزادے سے دریافت کیا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ صاحبزادے نے جواباً عرض کیا: یا سیدی اہل جہاز آپ کو پکار رہے تھے۔ مجھے گرم محسوس ہوئی۔ کہ وہ آپ کو یاد کرتے کرتے ڈوب جائیں۔ اس پر میں نے ایسا کیا، حضرت نے فرمایا: کیا لوح مبارک کو دیکھ لیا تھا؟ صاحبزادے نے سر مبارک خم کر دیا، حضرت نے صاحبزادے کے سینے پر دست مبارک پھیرا اور تمام صلاحیتیں سلب کر لیں۔ اسی طرح ایک روز فرزند اصغر نور الدین صغریٰ کے عالم میں ایک دیوار پر کھیل رہے تھے، دیوار پر اس طرح بیٹھے جس طرح گھوڑے پر سوار کرتے ہیں،

اور دیوار سے کہتے گئے۔ چل میرے گھوڑے؟ دیوار چلنے لگی حضرت کو تصرف باطنی سے اس امر کا پتہ چل گیا۔ صاحبزادے کو بلا کر کہا۔ تم نے عمر سے پہلے ہی اپنے احوال ظاہر کر دیئے۔۔۔ اور صاحبزادے کے سینہ مبارک پر دست مبارک پھیرا۔ یہ کرتا تھا۔ صاحبزادے کی روح محبوب حقیقی سے جا ملی۔ ان حالات کے پیش نظر منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کو یہ فکر دامن گیر ہوئی۔ کہ جو حال دونوں بھائیوں کا ہوا ہے، ہو سکتا ہے، کہ میرا بھی وہی ہو۔ لہذا انہوں نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ دن میں کئی کوس دور نکل جاتے۔ لیکن اپنے آپ کو کبمتصل کی حدود میں ہی پاتے۔ جب حضرت نے صاحبزادے کو اس پریشانی اور کشمکش میں دیکھا تو ایک روز انہیں مریدی و خرقہ خلافت کے مشرف فرمایا۔ اور کوٹ قبولہ شریف (ضلع ساہیوال) کی ولایت کا اشارہ فرمایا۔ صاحبزادہ موصوف کچھ متذنب ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اگرچہ وہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر (قدس سرہ) کی ولایت کا ایک حصہ ہے۔ تاہم وہ حضرت حضرت غوث الاعظم کی تندر کے طور پر تمہیں دیدیں گے۔۔۔ اور پھر حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کوٹ قبولہ شریف آگئے۔ جہاں خوب نام پیدا کیا۔

یہ اس جلال ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کوٹ قبولہ شریف چلے جانے کے بعد بھی کافی عرصے تک گھر شریف نہیں لایا کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں ہر لحظہ یہ خدشہ رہتا تھا۔ کہ مبادا کوئی سفارش ہو جائے۔ اور یہ نعمت سلوک و تصوف جو سالہا سال کی ریافتوں، عبادتوں اور کشف و مجاہدات سے حاصل ہوئی ہے۔ یک لخت چھن جائے۔

حضرت اقدس کا جلال عمر کے تقاضے کے ساتھ ساتھ کم ہونا چلا گیا تھا۔ اور اخیر عمر میں تو بہت ہی کم رہ گیا تھا۔ یعنی طبیعت کے اس رجحان کے بارے میں حضرت اقدس حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کوٹ لکھتے ہیں۔

قرنِ ندیم کچھ عرصے سے اس فقیر کی طبیعت کی تیزی اور جلال کم ہو گیا ہے اور علم پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ جل شانہ اس مقام میں میرے حالات کو خلیل اللہ کے ساتھ ہم اوقات کرے کہ قرآن شریف میں ان کو والتمذ اللہ ابراہیم خلیل فرمایا ہے۔

عوام اولیائے کرام کے جلال سے متعلق ایک الزکھے زاویہ نگاہ سے سوچتے ہیں اور اسے غلط طور سے سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ جلال میں کسی کی تباہی و بربادی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ وہاں توجوہ خدا کے سوا اور ہے ہی کچھ نہیں۔ مندرجہ بالا مکتوب میں آگے چل کر آپ رقم طراز ہیں۔

”اے فرزندِ من! عاشقوں کا جلالِ نفسانی ہے، نہ ان کا علم انسانی ہے، عوام اس جلالِ وحلم میں اور باتیں خیال کرتے ہیں۔ لیکن عاشقانِ خدا اس جلالِ وحلم میں خدا کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے، اور ہمیشہ ذاتِ الہی میں غرق اور مشغول رہتے ہیں۔“

حضرت اقدس کے جلال و محبوبت کا یہ عالم تھا کہ ادلیا و عظامِ نظر لائے ہوئے ڈرتے تھے! ایک مرتبہ سندھ میں قیام دورانِ حضرت شیخ بلال رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے جید عالم اور باخدا بزرگ تھے، کے پاس آپ تشریف لے گئے، اور ان سے چند علمی استفسار کئے شیخ نے اپنے علم کے مطابق جواب دیئے۔ ایک جواب آپ کو پسند نہ آیا، اٹھ کر چلے گئے شیخ کو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ تمام علوم ان کے دل و دماغ سے محو ہو گئے ہیں۔ فوراً حاضر خدمت ہو کر معذرت چاہی۔ آپ نے توبہ فرمائی تو ان کی تمام گم شدہ صلاحیتیں ان کو واپس مل گئیں۔

جن دنوں حضرت اقدس ملتان میں قیام پذیر تھے۔ ان دنوں ایک درویش حضرت سید علی مشہدی لب دریا، ریانت و مجاہدے میں مشغول تھے۔ ایک غیبی اشارہ پا کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے قبل انہیں درویش موسوت بہت سے مردانِ خدا سے مل چکے تھے۔ مگر ان کا وہ مقام نہیں کھلتا تھا جس کے وہ سال ہا سال سے جو یا تھے۔ حضرت اقدس کی توجہ باطنی سے حصول مقصد میں کامیاب ہوئے۔ حضرت سید علی مشہدی سلسلہ قادریہ کے معدن بزرگ حامد گنج بخش کے مرید تھے۔ اور سلسلہ قادریہ کے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ ان کی ملاقات آپ سے اس طرح ہوئی کہ جب وہ لب دریا چلے گئے تھے۔ اور ان کے اعلیٰ مقامات کھل نہیں رہتے تھے۔ توجہ مردِ خدا بھی ادھر اٹکتا وہ اس کی خدمت کرتے، اسی اثنا میں حضرت شاہ کمال کیتھلی کا گذر ادھر سے ہوا، تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ آپ کی توجہ باطنی سے سید علی مشہدی کے مقامات کھل گئے۔ اور آپ کی نگاہِ انکشاف نے انہیں کہیں سے کبیرہ پہنچا دیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک روز آپ برہانپور میں رونق افروز تھے۔ کہ شیخ بہاؤ الدین فریدی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے سامنے سے گزرے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر چہرہ مبارک کا رخ دوسری طرف پھیر لیا اور ان کی طرف پشت کر دی۔ یہاں تک کہ وہ راستے سے گزر گئے بخادموں نے اس کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ اگر اس وقت میری نظر کی تجلی ان پر پڑ جاتی تو ان کی ولایت سلب ہو کر ختم ہو جاتی۔

جب آپ پر عشقِ الہی کا جذبہ بہت غالب ہو جاتا۔ اس وقت جگلوں اور سیا بالوں کی طرف نکل جاتے

لے مکتوب بنام حضرت شاہ مولیٰ ابوالکارم



تھے۔ اس حالت میں آپ جس کی طرف دیکھتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا۔ اگر بیہوش میں رہتا۔ تو اٹک رہی کرتا  
 درنہ بیہوش ہو جاتا۔ اسے دنیا و فیہا کی کوئی خبر نہ رہتی۔ ایک دفعہ قیام ملتان کے دوران میں اسی حالت میں آپ  
 جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ جس وقت خطیب منیر پڑھا۔ اتفاقاً اس کے چہرے  
 پر آپ کی نظر پڑ گئی۔ اسی وقت وہ کلیجہ بھگام کر رہ گیا، اور لڑکھڑا کر مچھے گر پڑا۔ اس کے بعد اس میں خطبہ پڑھنے کی سکت نہ  
 رہی۔ دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا، اور آپ نے نماز پڑھائی۔

## تصرفاتِ روحانی بعد از وصال

وصال کے بعد بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے تصرفاتِ روحانی کے بہت سے واقعات  
 رونما ہوتے رہے ہیں۔ اور اب بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ ان واقعات  
 سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے، کہ اولیاء اللہ اپنے وصال کے بعد بھی اسی طرح فیض رساں ہوتے ہیں۔ جس  
 طرح اپنی زندگی میں۔

حضرت عارفان میں لکھا ہے، اور یہ روایت ہم گذشتہ صفحات میں وصال کے باب میں تفصیلاً درج  
 کر آئے ہیں۔ کہ آپ اپنے وصال کے فوراً بعد جسم ظاہر کے ساتھ جنوبی ہند میں برہنپور میں اپنے ایک معتقد  
 سوداگر سے ملاقی ہوئے، اور ارشاد کیا کہ ہم نے دنیا سے رخصت سفر باندھ لیا ہے۔ اس لئے اب ہماری  
 قبر کیتھل میں عمارت تعمیر کر دو۔ جو ندر دنیا پہلے بھیجتے تھے۔ اب بھی ہماری خانقاہ میں بھیجا کر دو۔  
 حضرت شاہ میران بھیک قدس سرہ جو سلسلہ حشتیہ صابریہ کے ممتاز بزرگ ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے روضہ  
 مبارک کی زیارت کے لئے کیتھل تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں لوگوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ جب  
 شہر کے قریب پہنچے تو شاہ میران بھیک قدس سرہ نے لوگوں سے فرمایا: یا تو پہلے چلو یا پھر کو پہلے شہر میں جانے دو؟  
 ایک خادم نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ یہ دربار سالار سلسلہ قادریہ اور زبیدہ خاندان غوثیہ ہے۔ اس دربار کی حاضر  
 کے لئے شان و شوکت سے جاننا ہے ادنیٰ ہے، یہاں تو بے سرو سامانی ہی ادنیٰ و مناسب ہے۔ چنانچہ ہجوم  
 پیچھے رہ گیا۔ اور وہ تنہا آستانہ شریف میں داخل ہو گئے۔ حضرت شاہ میران بھیک قدس سرہ مزار شریف  
 کی چوٹ پکڑے کھڑے تھے۔ کہ کسی نے پشت کی طرف سے گرتا پکڑ کر جھٹک دیا، مڑ کر دیکھا تو ایک عالی مرتبہ  
 ابدال آپ کو گھور رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا، میرے اور سرکار کے درمیان تو کیوں رکاوٹ کا باعث بن  
 گیا ہے، اس پر حضرت شاہ میران بھیک قدس سرہ نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور ان پر بہت سی طالع  
 ہو گئی۔

انگریزوں کے عہد حکومت کے ابتدائی دنوں میں افسر انگریز ہی ہو کرتے تھے۔ ایک دفعہ سی ایچ بک نامی ایک انگریز اسٹنٹ کمشنر بن کر کینٹنل ٹریفک آیا۔ وہ بڑا بد مزاج زود دل سیخ اور خود سر تھا۔ اور کوئی بات بھی اپنی مرضی کے خلاف برداشت نہ کرتا۔ اسکی سرکاری رہائش گاہ خانقاہ ٹریفک کے بالمقابل تھی۔ افسر مذکورہ بجا جوں اور نقاروں سے نفرت تھی۔ لیکن صبح شام مزارات عالیہ پر نقارہ بجا کرتا تھا۔ اس نے اعلان کروایا۔ کہ اب نقارہ اور شادی بیاہ کے باجے وغیرہ نہیں بجیں گے اور نہ سزا دی جائے گی۔ ٹریفک کے معزز لوگوں نے اسے بہت سمجھایا۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔۔۔ آخر ایک روز افسر مذکور نے کچھری میں وکلاء سے اپنی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ ہمیں رات کو ایک بوڑھا بابا سونے نہیں دیتا۔ وہ ہم سب کو بار بار چار پائی سے گرا دیتا ہے۔ اور بار بار اسی طرح ہوتا رہتا ہے، اب ہم بابا سے معافی مانگتے ہیں، چنانچہ اس نے مسلمان وکلاء سے دربار ٹریفک پر حاضری کا طریقہ معلوم کیا۔ اور دربار ٹریفک پر حاضری کے لئے گیا۔ آٹھ دس گز کے فاصلے پر ہی جوتے اتار دیئے۔ اور نہ مزار عالیہ پر حاضر ہوا۔ کچھ دیر موڈ بکھڑے ہونے کے بعد مزار سے باہر آیا، شیرینی تقسیم کرنے کے بعد تقاضی کو طلب کر کے ہدایت کی کہ اب تم حسب دستور نقارہ بجا کرو۔ اور اگر میرے کان میں نقارہ کی آواز نہ آئی تو تم خوب جانتے ہو کہ کیا ہوگا چار آنے جیب خاص سے نقارہ چھی کا وظیفہ مقرر کیا جب تک افسر مذکورہ کینٹنل ٹریفک میں رہا۔ اس معمول میں کمی نہ ہوئی۔ نقارہ حسب دستور بجاتا رہا۔ تقسیم برصغیر پاکہ ہند کے بعد ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے مزار ٹریفک کی دیکھ بھال اور ترمیم و آرائش کے خیال کا پیدا ہونا بھی آپ کے تصرفات روحانی کا نتیجہ ہے۔

## ملفوظات

- ۱۔ تدبیر کو مدبروں پر چھوڑ دے۔ عاشقوں کو تدبیر سے کیا مطلب۔
- ۲۔ کمال کے بعد کمال ہے۔ جس کو انتہا خیال کیا جاتا ہے، وہ بھی بے انتہا ہے۔ اس منزل کا کوئی اخیر نہیں اور نہ ہی اس کی انتہا اور غایت ہے۔
- ۳۔ دریائے عشق میں غوطہ زنی کر۔ اگر موج نے راحت کے ساحل پر ڈال دیا تو سبحان اللہ کہہ رہی سب سے بڑی سرفرازی ہے۔
- ۴۔ مردان خدا کا کمال یہ ہے کہ جب وہ عرفان وصال سے بہرہ ور ہو کر مرتبہ بلند پر پہنچتے ہیں۔ تو توحید میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر جب حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے تو بندگان خدا کے لئے ہوش میں آجاتے ہیں۔

- ۵ - جو شخص جمال و جلال میں محو ہے، وہی فائز المرام ہے، اور درجات بلند کا حق دار ہے۔
- ۶ - کمال وہ ہے، جو حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات کا کمال ہے۔
- ۷ - فقیری فقرار کے لئے نعمتِ عظیم ہے۔
- ۸ - مذہب فقراد میں ذکرِ ذات و صفات اور حسب و نسب خود پرستی خود ستائی کے مترادف ہے۔
- ۹ - سالک مثل میت ہے۔
- ۱۰ - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی متابعت نہیں۔
- ۱۱ - درویشِ راضی برضاے الہی ہوتا ہے۔
- ۱۲ - اہل و عیال سے دور رہنا، اور ان سے بھاگنا نقصوں کا کام ہے۔
- ۱۳ - انسان کہلاتے کا مستحق وہ ہے، جو اپنے آپ سے آزاد اور ہر حال سے محفوظ ہو۔
- ۱۴ - جو لوگ ظاہری احکام شریعت سے بے خبر ہیں، باطن کی صفائی کو وہ کہاں پہنچ سکتے ہیں۔
- ۱۵ - اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔
- ۱۶ - خدا کے دوستوں کو کوئی پابند نہیں کر سکتا۔
- ۱۷ - عاشقوں کا جلال نفسانی ہے، اور نہ ہی ان کا علم انسانی ہے۔
- ۱۸ - عشاق عیال و اطفال کے پابند نہیں، جس طرح عوام ہوتے ہیں۔
- ۱۹ - خودی کے مکتب میں پڑھنا شروع کر جب تک یہاں کی الف اب نہیں پڑھے، کاتب عاشقوں کے راز کو نہیں پائے گا۔
- ۲۰ - نذراہدین، صالح بن، فاسق بن، اذہاق بن، نذرتاجر بن، نذرامیر بن، نذرفقیر بن، نذردین بن، نذردین کا بن، اگر بنے تو یہ بن بعد مالہ وجود لہ۔
- ۲۱ - جو نصیحت بھی کی جاتی ہے، وہ یقینی طور پر راحت کا سبب ہے، نہ اس میں خزانہ پانے کی خوشی اور نہ رنج کی ٹلیس ہے۔
- ۲۲ - جو علم عمل سے خالی ہو، وہ یوں ہے، جیسے دیگ بے نیک یا گھوڑا سونا کسوٹی کا محتاج۔
- ۲۳ - مصروف کار ہو جا، رازوں کو تلاش کر اور حق تعالیٰ کا راز داں ہو جا۔
- ۲۴ - انسان اس کو کہتے ہیں، جو باری تعالیٰ کی صفات سے منصف ہو، اور حق جان و علی کا عاشق ہو، جو زیر و زبر سے محفوظ اور بلندی کا مشتاق ہو۔
- ۲۵ - اگر کسی نے ساحل پر بیٹھے بیٹھے وقت گزار دیا تو وہ پھل کا خقدار ہے، اور اگر خواص کی

سند رک گہرائیوں میں غوطہ لگایا تو وہ در آبدار کا حقدار ہے۔

۲۶۔ عرفان کا متحمل وہ دل ہو سکتا ہے جس میں دنیا کی حرص اور حسد نہ ہو اور جو جاہ و مرتبہ کا خواہش مند نہ ہو۔

۲۷۔ علمائے ظاہر کا علم وسیع ہوتا ہے۔ اور علمائے باطن کا عمیق۔

۲۸۔ مرتبہ اسی کا بلند ہے جس کو علم و عمل دونوں کی توفیق ہوئی۔

۲۹۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ اسے سوال کی حاجت نہیں۔

۳۰۔ جس نے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدائے پاک کو نہ جانا۔

۳۱۔ فقر اور کمزوری خدا کی خوشنودی ناممکن ہے۔

۳۲۔ مردانِ خدا اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا اور کوئی کلمہ اپنی زبان سے نہیں نکالتے۔

۳۳۔ جس نے خواہشاتِ نفسانی کو ترک کیا۔ وہ اصل بحق ہو گیا۔

۳۴۔ فقیر وہ ہے جو دنیا اور عاقبت کی طرف رغبت نہ کرے۔

۳۵۔ طالب کو چاہیے کہ دنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دے۔

۳۶۔ عادت پر غلبہ حاصل کرنا کمالِ انسانیت ہے۔

۳۷۔ عارفوں کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ تمام عالم کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

۳۸۔ تین چیزوں کا سہارا لینا۔ اول دولت کا، دوم اولاد کا، سوم احباب کا۔

۳۹۔ صوفی وہ ہے جس کا قلب اللہ کے سوا تمام چیزوں سے خالی ہوتا ہے۔

۴۰۔ ابتلا ایک ثروت ہے، اسی لئے خاصانِ حق اس میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

۴۱۔ نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت خدا کی دوستی ہے۔

۴۲۔ شکم سیری مانعِ عبادت ہے۔

۴۳۔ گنہگار رہنا پسند کرنا اس میں ہی ناموری کی نسبت امن ہے۔

۴۴۔ خدا کا دوست وہی ہے جو مخلوق پر مہربان ہو۔

۴۵۔ عبادتِ خلوت میں ہی ہوتی ہے سببِ فرائض کے، ان کا ظاہر کرنا اللہ ضروری ہے۔

۴۶۔ قناعت کر کے قناعت ہی میں غنا ہے۔

۴۷۔ دنیا عالمِ باب ہے یہاں پر ہر قفل سے پیشتر سبب کا ہونا قدرت کی حکمتِ عملی ہے۔

۴۸۔ فقیر جو کہ بچے سے حقیر نہ سمجھ۔

۴۹ - امرایں سے بڑے وہ ہیں جو عالموں سے دور ہوں۔ اور عالموں میں سے بڑے وہ ہیں جو امراء کے قریب ہوں۔

## اولادِ امجاد

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادوں، شاہ عماد الدین، شاہ موسیٰ ابوالکلام اور شاہ نور الدین، اور تین صاحبزادیوں بی بی صالح، بی بی شاہ خاتون اور بی بی نہال کی نعمت سے نوازا تھا۔ ساری اولاد پاکیزہ اخلاق اور نیک سیرت سے متصف تھی۔ آپ کے صاحبزادے علم و عرفان کے مینار تھے۔ جن کی روشنی سے ایک عالم متور ہوا۔ ان صاحبزادوں نے ابتدائے عمر میں ہی کمالات کی آخری منزلیں طے کر لیں تھیں اور انکا شمار اولیائے وقت میں ہونے لگا تھا۔ ذیل میں ان صاحبزادوں میں سے ہر ایک کا ذکر باری باری کیا جاتا ہے۔

**۱۔ حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہ** آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ متقی، پرہیزگار عالم اور باعمل بزرگ تھے۔ نہایت روشن ضمیر اور تصرفات ظاہری و باطنی کے مالک تھے جو شخص بھی آپ سے بیعت کرتا اسے پہلی نظر میں ہی ولی کامل بنا دیتے۔ اور طالبانِ حق کے ارشاد و ہدایت کے لئے ان کا وجود بھی اللہ کی آیات میں سے ایک تھا۔ آپ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اکثر اہل بصیرت اور صاحب نظر حضرات آپ کی تعظیم و توقیر بجالاتے، اور کہتے کہ ان کی پشت سے قطبِ لاقطاب کا ظہور ہونے والا ہے چنانچہ یہ بات درست ثابت ہوئی، حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں، جنہیں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے خرقہ خلافت سے نوازا اور جن سے حضرت شیخ احمد برہنہ المعروف مجد الف ثانی، حضرت شیخ محمد طاہر بندگی اور شیخ میراں شاہ غازی قدس اللہ سرہم ایسے بزرگانِ دین نے فیوض حاصل کیئے۔

ایک روایت ہے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی نظر عنایت تھی، اور آپ بعض اوقات ان کے جلال کو کم کرنے کی کوشش بھی فرماتے۔ اور لوگ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے پاس اپنی سفارش آپ کے ذریعے ہی کرتے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے ایک مرید شیخ عین الدین آپ کی گھوڑی چرانے کے لئے جنگل میں لے گئے حضرت عماد الدین بھی ان دونوں پانچ چھ برس کے ہونگے ان کے ہمراہ تھے، ایک شیرازی سوداگر اس طرف سے گھوڑے لئے گزر رہا تھا۔ اس نے عین الدین سے کہا اپنی گھوڑی دور لے جاؤ کیونکہ ہمارے بار برداری کے گھوڑے اس گھوڑی سے الجھنکی کوشش کریں گے۔ اور پھر سوداگر کے آدمی دست درازی پر آئے۔ جب

انہوں نے حضرت عماد الدین قدس سرہ کی طرف ہاتھ اٹھائے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مثل ہو گئے، قافلے کا سردار سمجھ دار تھا۔ اس نے حضرت عماد الدین سے دست بستہ معافی چاہی۔ آپ نے معاف فرمایا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں پھر اسی حالت میں آ گئے۔

حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہ عبادت و ریاضات اور ادب و اخذ کار میں بہت مصروف رہتے اور مراقبہ و مجاہدہ اور ریاضت و طاعت میں اس درجہ انہماک تھا کہ پیروں کسی سے بات چیت نہ کرتے جذب دردن کی وہ تاثیر تھی۔ کہ دوسرے اپنے مرید کا مشاہدہ کر لیتے۔ اور خود فرماتے۔ چنانچہ ایک وز مراقبہ میں تھے۔ کہ ایک جہاز کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے جہاز کو طوفان سے نکال دیا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی نے دریافت فرمایا۔ "ایسا کیوں کیا؟" تو جواب دیا۔ "اہل جہاز آپ کا نام پکار رہے تھے۔ مجھے کوثر مآئی کہ یہ لوگ آپ کا نام پکاریں اور جہاز غرق ہو جائے۔" آپ نے فرمایا۔ "کیا لوح محفوظ پر نظر ڈالی تھی بغیر اذن اللہ کے معللے میں دخل دینا مناسب نہیں؟" اور پھر آپ کے اعلیٰ مراتب سلیب کر لئے۔

اگرچہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا تھا۔ لیکن مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سند سجادگی پر آپ کو فائز نہیں کیا گیا۔ اور یہ سعادت آپ کے فنا حیرت سے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے حصے میں آئی۔

حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہ اپنے والد ماجد کی نانا سنگی کی وجہ سے کیتھلی شریف سے چلے گئے تھے۔ اور عرفیے تک سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی کے وصال کے بعد کیتھلی شریف لائے۔ اور پانچ سال بعد ۱۲ رمضان المبارک ۹۸۶ھ (۲۲ نومبر ۱۵۷۸ء) بروز بدھ کو وصال فرمایا۔ اور اپنے والد بزرگوار کے مزار شریف کے باہر مشرقی طرف مدفین پایا۔

حضرت شاہ موی ابوالمکارم قدس سرہ آپ کو شاہ محسن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے منجھ صاحب جزاد سے اور جلیل القدر خلیفہ تھے۔ صاحب زنیہ اور صاحب کرامت بزرگ ہو کر رہے ہیں۔ شریعت نبوی کی پیروی سختی سے کرتے تھے، مادر زاد ولی تھے، بچپن ہی سے یتیم خانہ بزرگی کے حامل تھے۔ ریاضت و عبادت کی منزلیں بچپن میں ہی طے کر لیں تھیں۔ آپ کا معمول تھا، کہ روزانہ رات کو دو گانہ میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے، اوائل عمر ہی میں قرآن پاک پڑھا اور حفظ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی۔ آپ کی فضیلت اور مجتہد علمی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ قریب و خواہ کے شیوخ اور اہل تہذیب نے بھی آپ کی خدمت کو اپنی سعادت قرار دیا۔ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے، کہ آپ کو جن حالات کے تحت کیتھلی سے کوٹ قبولہ شریف لائے، آپ کے یہاں تشریف لائے۔ پھر ابا و اجداد نامی ایک

خدا رسیدہ بزرگ کوٹ قبولہ کی گلیوں میں جا رہا تھا کشتی کیا کرتے تھے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ یہ کس لئے ہے۔ تو جواب دیتے یہاں عقرب ایک شیر خدا رہا ہے، جو پیران پیر دستگیر کائنات جگر ہے۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ نے یہاں آکر اس سرزمین میں غوث حمدانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی وارث کی حیثیت سے قیام کیا۔ اور یہاں پھیلی ہوئی بدعتوں، بد کاریوں اور سیاہ کاریوں کو دور کیا۔ ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ جن میں یہاں کی اقوام کھویرہ اور سلدیرہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے یہاں کے کفرستان کو مرکز انوار میں تبدیل کر دیا۔ اور اس طرح یہ قبضہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مرکز بن گیا۔

کیتھل سے آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے مزار مبارک پر حاضری دی، آپ ذکر و فکر میں کچھ ایسے محو ہوئے کہ خدام نے رات کو دربار شریف بند کیا تو آپ اندر رہ گئے۔ اُدھی رات گزرتے پر حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ نے اپنے سجادہ نشین کو مدینت فرمائی کہ ایک بزرگ جو حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں۔ میری پانگھٹی کی طرف مراقبہ میں ہیں۔ میں بوجہ سرکار غوثیہ بے آرام ہوں، خدام کو کہہ کر جلد دروازہ کھلاؤ میں سجادہ نشین نے خدام کو برا بھلا کہا اور دروازہ کھولنے پر آپ کو مراقبہ میں پایا۔ صاحب سجادہ نے خدام کی عفت کی معذرت چاہی۔ اور پٹھرنے کے لئے اصرار کیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ ہمارا مقصد تو صرف بارگاہِ اقدس علیہ کے یہاں حاضر دینا تھا۔

یہ حسن اساق بے۔ کہ جو کچھ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کو کیتھل کے قیام کے ابتدائی زمانے میں پیش آیا۔ انہی حالات سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کو قبولہ شریف میں دو چار ہونا پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ جب آپ یہاں تشریف لائے تو بیرون قلعہ قبول واہ نامی ندی پر قیام فرمایا۔ اس زمانے میں یہاں قاضی رہا کرتے تھے۔ ایک روز قاضی محمد افضل ہاشمی تفریح کی غرض سے اس ندی پر آئے ہوئے تھے۔ کہ ناز کا وقت آن پہنچا اور وہ آپ کے قریب بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ جب آپ نے سر کا مسح کیا تو قاضی نے اصرار کیا کہ مسح تبرعت نبوی کرتے نہیں ہوا۔ اور اسی طرح تین مرتبہ اصرار کیا۔ جس پر آپ نے سر کو تین مرتبہ پانی میں چھینچھایا۔ اور فرمایا۔ قاضی اب بناو مسلت نبوی پوری ہوئی یا نہیں۔ قاضی موصوف نظروں کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے پر قدموں پر گر کر معافی کے خواستگار ہوئے، اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر آپ کو لا کر اس جگہ مقیم کیا جہاں آج کل آپ کے مزار مقدس کی دیوار غزنی ہے۔ قاضی مذکور نے آپ کی خدمت میں رہائشی مکانات اور چاہ وغیرہ بھی پیش کئے۔ اسی طرح ایک اور قاضی کو آپ سے سخت عداوت ہو گئی اس کے لڑکے آپ کو بے محابا بدنام کرنے لگے۔ لیکن آپ نے ان کی کسی زیادتی کا جواب نہ دیا۔ اور خانوشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک روز مذکورہ قاضی زادگان نساگاہ کی طرف گئے اس آبادی کی مخلوق بھی تماشا

دیکھنے کے لئے چلی آئی حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ کے صاحبزادے نے بھی اپنے والد ماجد سے اجازت لی اور اسی طرح چلے گئے۔ قاضی زادگان خوش رفتار گھوڑی پر سوار چلے جا رہے تھے۔ اور شاہزادہ مذکور پیدل ہونے کی وجہ سے طوالت راہ کے باعث تھک گئے۔ چنانچہ انہوں نے قاضی زادگان سے سواری طلب کی، لیکن انہوں نے تردی، بلکہ مذاق اڑاتے لگے۔ صاحبزادہ نے جھگڑنے کی طرف نظر دوڑائی۔ فوراً ایک ونٹ نمودار ہوا۔ صاحبزادہ اس پر سوار ہو گئے۔ قاضی زادگان پریشان ہو کر بھاگ نکلے۔ اور اس سے پیشتر کہ صاحبزادہ مذکور واپس آتے، حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی جب صاحبزادہ حاضر ہوئے تو حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ نے انہیں ایسے غضب کی نذر سے دیکھا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

جہاں آج آپ کا روضہ مبارک ہے، وہاں پہلے بخاری سید رہائش پذیر تھے۔ اس جگہ ان کے چند مزارات بھی تھے۔ ان سادات کی اولاد سے سید کلت جہانیا موجود تھے۔ آپ نے ان مزارات کو دیکھ کر فرمایا، کہ یہ میری جگہ ہے۔ لہذا ان مزارات کو اٹھا لو۔ یہ ناممکن سی بات تھی، سید کلت جہانیا نے انکار کر دیا۔ آپ نے جلال میں آکر انگلی سے لالہ کی ضرب لگاتے ہوئے کچھ فرمایا۔ اور وہ مزارات وہاں سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر چلے گئے۔ جو اب بھی "اکبرے مقبرے" کے نام سے مشہور ہیں۔ اس عظیم الشان کرامت سے متاثر ہو کر حضرت سید جہانیاں آپ کے مرید ہو گئے۔ اور آپ کو رشتہ بھی دیا، حضرت سید کلت جہانیاں کا مزار شریف آپ کے قدموں میں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ قدس سرہ نے ۲۵ رمضان المبارک ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) بروز جمعہ المبارک کو قبور شریف میں ہی وصال فرمایا۔ جہاں آپ کا مزار مقدس مرجعِ خلافت ہے۔ آپ کا مزار مقدس ایک امیر کی خواہش کے مطابق آپ کی حیات میں ہی تعمیر کیا گیا۔ امیر نے جب آپ کی رائے طلب کی تو فرمایا، کہ میرا روضہ جدا مجد حضرت غوث پاک کے مزار شریف کی طرز پر تعمیر کرو، لیکن سوال یہ تھا کہ معماروں کو روضہ غوث پاک کیسے دکھلایا جائے۔ لہذا آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ پڑھ کر دائیں طرف دیکھو، جب انہوں نے ایسا کیا تو انہیں روضہ مبارک نظر آیا۔ جس کے مطابق معماروں نے تعمیر ارشاد کی۔ مزار شریف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مزار مبارک کی تعمیر میں اس قدر حفاظت شریک تھے کہ ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم ہو، مزار شریف کے مغربی جانب ایک مسجد ہے جسے آپ نے اپنی زندگی میں ہی تعمیر کرایا تھا۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ کی زندگی سرِ پاک کرامت تھی، مشہور تھا، کہ جو شخص بھی آپ سے بیعت کرتا وہ اسی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث حمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی کی زیارت سے مشرف ہوتا۔



عہد طفلی میں جب آپ پڑھتے تھے، تو ایک ہمدرد لڑکے نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگیں۔ اور ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے، تو ایک شخص الزام کی چیزیں لئے مدرسہ میں داخل ہوا، اور آپ کے پاس رکھ کر غائب ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک زمیندار آپ کی خدمت میں گراں بہا نذرانہ لایا۔ جسے آپ نے قبول نہ فرمایا۔ لیکن وہ برابر اصرار کرتا رہا۔ آپ نے جذبہ میں آکر فرمایا: صحران کی طرف دیکھو، وہ کیا دیکھتا ہے، کہ نذرانہ دریا کے پانی کی طرح رواں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ صاحب اولاد تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت شاہ فضیل اور حضرت شاہ قنبر قدس سرہ بادگار تھے، دونوں صاحبزادے ماہر زراد ولی تھے۔ ان دونوں کو حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے بہت محبت اور انس تھا۔ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کے ایک صاحبزادے حضرت محمد افضل باقاعدہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے مرید ہوئے، ایک روز حضرت شاہ قنبر قدس سرہ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: تمہارے ہاتھ میں لڑکے ہوں گے، ان میں سے دو تو مادر زاد ولی ہوں گے۔ اور تیسرا بڑی دیر کے بعد منزل مقصود کو پہنچے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دفعہ حضرت شاہ قنبر کو حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے عرس میں جانے کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ ایک دیوار پر بیٹھ کر دیوار کو کہنے لگے: چلو ہمارے گھوڑے۔ اور وہ دیوار چلنے لگی۔ اور حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے مزار شریف پر جا پہنچی۔ حضرت شاہ قنبر نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا: کہ تم نے اپنی عمر سے پہلے ہی اپنے احوال ظاہر کر دیئے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا: کہ لڑکے کی روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ وہ دیوار آج بھی بابا فرید گنج شکر قدس سرہ کے دربار کے شمال کی طرف مرجع خلافت ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ دیوار مزار شریف کے مغربی جانب مزار پرنوار سے متصل ہے۔

۱۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اس واقعے کو حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ اور ان کے صاحبزادے حضرت قنبر سے منسوب کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب حضرت شاہ قنبر دیوار پر بیٹھے ہوئے حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے مزار پر پہنچے تو اس وقت آپ کے والد گرامی حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ بہشتی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ ناگاہ فرزند کی اس جسارت پر نگاہ غضب لود والی، تو فوراً حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی روح مبارک درمیان میں حائل ہو گئی۔ اور حکم دیا کہ آئندہ آپ کی اولاد میں سے کوئی کنوارا میرے مزار پر نہ آئے، چنانچہ یہ رسم آج تک اس خاندان میں جاری ہے۔  
واللہ اعلم بالصواب (مولف)۔

اس وقت حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ فیصل قدس سرہ کی اولاد آپ کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہے، اور اشاعت دین میں مصروف ہے۔ اس وقت حضرت دیوان غلام دستگیر سجادہ نشین ہیں۔ جن کا شجرہ نسبت اس طرح ہے

حضرت دیوان سید غلام دستگیر از حضرت سید جن شاہ از حضرت دیوان سید ابوبکر شاہ از حضرت دیوان سید سوندمے شاہ از حضرت دیوان سید مین شاہ از حضرت دیوان سید جیون شاہ از حضرت دیوان سید احمد شاہ از حضرت دیوان سید محمد سعید از حضرت دیوان سید کالو شاہ از حضرت دیوان سید حسین شاہ از حضرت دیوان سید قنبر شاہ از حضرت دیوان سید فضیل از حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام از حضرت شاہ کمال کیتھی۔

آپ کے موجودہ سجادہ نشین دیوان سید غلام دستگیر شاہ گیلانی کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہے۔ درد مندوں کے مالک ہیں۔ ان کے دروازے سے کوئی سائل بھی خالی نہیں لوٹتا۔ حسن سلوک، ایثار اور عجز و انکساری کا مکمل نمونہ ہیں۔ علاقہ بھر میں نہایت عزت و احترام اور قدومت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

بہاول نگر میں اس خاندان کے فرد فرید پیر سید ولی شاہ ہیں۔ جو حضرت سید علی احمد کیتھی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ پیر سید ولی شاہ نہایت کریم النفس اور جامع حمیدہ صفات ہیں۔ عالم باکمل، درویش بے بدل اور عبادت گزار ہستی ہیں۔ طالب علموں اور درویشوں کی ایک جماعت ہر وقت آپ کے ساتھ رہتی ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ کو اپنے علاقے کے علاوہ دور دور تک بہت زیادہ شہرت نصیب ہوئی اور گویا جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کے خلفائے میں آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ فیصل اور شاہ قنبر کے علاوہ محمد افضل حضرت باوا حیدر (قبولہ شریف) حضرت سید کلت بہا نیاں (قبولہ شریف) حضرت باوا سیوان سنگھ (بہاولنگر) حضرت شیخ شہاب الدین المعروف برپیر پورہ (موضع کھائی) حضرت شیخ چندن ثمور (قبضہ شیخ چندن) حضرت حاجی نیامت اللہ (قبضہ شیخ پورہ) برہان الدین سیر بخاری اور حضرت پیر جیون جہاروی (قدس سرہتم) بہت مشہور ہیں۔

حضرت موسیٰ ابوالکلام کو قبولہ شریف کی ولایت صغریٰ میں ہی سونپ دی گئی تھی۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھی کی طبیعت میں جلال بھی بہت زیادہ تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ

لے تفصیل حالات کے لئے ملاحظہ ہو واقم المحروف کی تالیف تذکرہ حضرت شاہ سکند کیتھی مطبوعہ مکتبہ میری

لاہور۔ لاہور۔

قبول تشریف جانے کے بعد بہت کم کیتھل آیا کرتے تھے۔ اور حضرت اقدس کی طبیعت فرزند زین الدین کی جدائی اور نہ دوری کی وجہ سے آشفقتہ ضرور رہتی تھی۔ اس لئے وہ یہ ضروری سمجھتے تھے کہ دونوں میں مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ بھی جاری رہے اور شاہ موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ وقتاً فوقتاً کیتھل بھی تشریف لائے۔ یہی ہے جب حضرت شاہ موسیٰ کی طرف سے خط لکھنے یا کیتھل آنے میں دیر ہو جاتی تو اس بات کا حضرت اقدس کو افسوس ہوتا تھا۔ ایک خط میں کسی قدر خشکی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

”..... مدت مدید اور عرصہ بعید سے میں گجرات کے سفر سے آچکا اور کیتھل میں مقیم ہوں۔ آج کل بھی کیتھل ہی میں قیام ہے۔ تمہاری خیریت کی کوئی خبر نہیں پہنچی۔ یہ اچھا نہیں کیا۔ چونکہ میرا اور تمہارا تعلق ایک ہی طرح کا نہیں ہے۔ اول تو باپ بیٹے کا تعلق ہے۔ دوسرے پیر مرید کا رشتہ۔ لیکن تم نے دونوں تعلقات کو فراموش کر دیا تمہاری والدہ اور بہن تمہارے لئے بے تاب و بے قرار ہیں۔ اگر تم آؤ اور اپنا دیدار دکھاؤ تو بہت ہی خوب ہو۔“

اس فقرہ کی یہ خواہش ہے کہ تم یہاں آؤ تو درویشی اور تصوف کے کچھ نکات بطور تعلیم و تربیت کے تمہیں سکھاؤں جو کہ اب تک تمہیں پورے طور سے تعلیم نہیں کئے گئے۔ نیز تمہیں بیعت کرنے کے بعد خلافت عظام کی جائے طریق مشائخ بھی ہے کہ بعد طوغبت بیعت کرتے ہیں۔ تمہیں بزمانہ طوقیت بیعت کیا گیا تھا اور سر تراشا گیا تھا۔ اور شاید تمہیں یاد بھی نہ ہو، دوسرے یہ کہ تم مجھ سے بیعت ہو، ممکن ہے، کہ تمہاری توجہ کسی اور طرف ہو جائے۔ یہ امر میری ناراضی کا باعث ہو گا اس طرح جو فائدہ تمہیں اب تک ہوا ہے، یہ سب ضائع ہو جائے گا۔ ممکن ہے تمہیں اپنے کمال کا گمان ہو، جب تک یہاں نہ آؤ گے اور درویشی کے متعلق کچھ راز مجھ سے نہ سمجھو گے۔ تب تک تمہاری درویشی مکمل اور مستقل نہ ہوگی۔ نیز جب تک خلافت تمہارے حوالے نہ کر دوں اور وہ ایک صورت کہ جس کے بغیر درویشی تکمیل نہیں پاتی نہ سمجھا دوں، اور تمہارے سپرد نہ کر دوں، تب تک تمہیں توحیدِ خالص و مکمل کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے، اس کے بغیر تم درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ تم سمجھتے ہو کہ تم مکمل ہو گئے ہو، اور دوسرے بھی تمہیں کامل خیال کرتے ہیں۔ اور حقیقتاً تمہاری تکمیل میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں، لیکن یاد رکھو حق تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں، کمال کے بعد زوال ہے جس کو انتہا خیال کیا جاتا ہے وہ بھی بے انتہا ہے اس منزل کا کوئی اخیر نہیں اور نہ کوئی اس کی انتہا اور غایت ہے، فمن استویٰ یوما فهو مغبون (جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ دراصل نقصان میں ہے) خدا کے لئے ایک بار آؤ اور اپنا دیدار کرو۔“

اس مکتوب سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ کو بچپن میں ہی بیعت کیا گیا تھا اور مخصوص اسرار و رموز کو کسی اور وقت پر اٹھا کر دکھ دیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں حضرت

شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کورہ خدشہ بھی لاحق رہتا تھا۔ کہ کم سنی اور نا کجھی کی وجہ سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کا رجحان طبع کسی اور طرف نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ وقتاً فوقتاً قطب وقت کو سمجھاتے رہتے تھے اور اپنے جلال طبع کی طرف بھی اشارہ کرتے رہتے تھے۔ اور غالباً حضرت شاہ موسیٰ اس جلال سے ڈرتے ہوئے کیتھلی تشریف نہ لاتے تھے کہ معلوم نہیں کب جلال کمال جوش میں آجائے۔ اور جو متاع بے بہا برسوں کی ریاضت و عبادت سے حاصل ہوئی لمحوں میں ہاتھ سے نکل جائے۔ لیکن شفیق باپ بھی بیٹے کے دل کی اس کیفیت سے بے خبر نہ تھے وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی چند مصلحتوں کی وجہ سے مذکورہ بالا خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے ورنہ وہ تو شفقت و رافت کے پتکے تھے۔ شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کو یہاں تک لکھتے ہیں۔

”تمہارا یہ وعدہ تھا۔ کہ جس وقت حضرت والد صاحب سفر سے واپس آئیں گے۔ میں حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ محض طور سے آدمی بھیجا جاتا ہے۔ براہ کرم اس آدمی کے ساتھ اس علاقہ کی طرف توجہ فرمائیں کہ یہاں رہنے والوں پر یہ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ امید ہے کہ خلافت وعدہ نہ کرے گی۔ جتنے دن تمہاری طبیعت چاہے رہو جب چاہو روانہ ہو جاؤ۔ اس معاملہ میں تم خود مختار ہو۔ میں کسی طرح بھی پابند نہ کروں گا۔“

یوں تو یہ ساری عبارت شفیق باپ کے درد مندانہ جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ لیکن آخری چار فقروں میں تو محبت کی شیرینی اور پدرانہ شفقت کا اظہار پوری شدت سے نظر آتا ہے۔

اگرچہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ اپنے والد ماجد سے کوسوں دور جا کر رہنے لگے تھے۔ اور کیتھلی بھی کبھی کبھار۔ اور وہ بھی والد مکرم کے ابرار پر آیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس باخیر والد کی طرح سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کی ہر حرکت کی بخوبی نگرانی کرتے۔ اور اس بات کی پوری پوری کوشش فرماتے، کہ حضرت موصوف کی صحیح تربیت ہو، اور کوئی مقام ایسا نہ آئے، جہاں حضرت موصوف کو کوئی مشکل پیش آئے یہی وجہ ہے، کہ جب آپ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کا فرزند ولید قبولہ تشریف میں ہی مقیم ہے اور کیتھلی بلائے جانے پر بھی آنا پسند نہیں کرتا تو معاً خیال آتا ہے، کہ کہیں دنیاوی علائق نے تو اسے اپنے فالو میں نہ نہیں کر لیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کے قیام قبولہ کی اطلاع ملتے ہی فوراً لکھتے ہیں۔

”تم نے لکھا ہے کہ چند دن تک تم وہیں قیام کرو گے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس قیام و توقف سے تمہاری کیا مراد ہے، اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔ السکون حرام علی قلوب الاولیاء اللہ! (اور لیا و اللہ کے قلوب پر سکون حرام ہے) فمن السکون یوماً فهو معجون . . . (جس کا آج کا دن کل کے دن جیسا گذرا وہ نقصان اور خسارہ میں ہے) اگر یہ توقف شیرینی کے لئے ہے، تب بھی حرام ہے۔“

اگر یہ توقف لاگوں کی محبت کی وجہ سے ہے جو اللہ سے دور رکھتے ہیں تو یہ بھی حرام ہے۔ اگر اس فقیر کی طرف آنے سے بھجکتے ہو، اور اس فقیر کے مزاج سے گھبراتے ہو، اور دوسروں سے میل جول رکھتے ہو تو یہ بھی بری بات ہے۔  
 ”سدا بر خور دار سنو! اللہ کے عاشق جو کچھ کرتے ہیں وہ نصیحت ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو ابھی ابتدائی منزل میں ہیں۔“

”عزیز من! تم تو اللہ کے فضل سے انتہائی منزل میں ہو۔ تم ہدایت اور نصیحت سے بلند اور درست (اللہ سے ملے ہوئے) جمع و تفریق سے آزاد اور حق تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہو۔ تم جیسے کے لئے کسی نصیحت کی حاجت نہیں اور جس میں یہ خصوصیات ہوں اس کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو کی ضرورت نہیں۔ فروری یہ ہے کہ پہلے اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں سے ملاقات کر کے بغیر کسی پابندی کے چند روز یہاں کر تکمیل حاصل کر دو بعد ازاں جہاں نصیحت تمہیں پتہ آئے اور جہاں طبیعت کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہو، وہاں اللہ کے ساتھ قیام کرو۔“

”اے فرزند! سنو، فقیر سراسر اخلاص کا خواہش مند ہے۔ جس جگہ مکمل اخلاص ہو چاہے وہ لوگ زیادہ ہوں یا دینداران کے خلوص کے ساتھ اس جگہ قیام کرو۔ مشہور ہے کہ مخلصوں، محبوبوں اور معتقدوں کے ساتھ مشغولیت زیادہ ہوتی ہے اور طبیعت کو پریشانی نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں اگر دو چار روز قیام کرو اور جتنے دن دل چاہے اتنے دن رہو، تمہیں کوئی پابندی نہیں کر سکتا۔ خدا کے دوستوں کو پابند کرنا کس مذہب میں دعا ہے۔“  
 ”فرزند من! دوسری بات یہ ہے کہ کچھ عرصے سے اس فقیر کی طبیعت کی تیزی اور جلال کم ہو گیا ہے۔ اور علم پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ جل شانہ اس مقام میں میرے حالات کو حضرت خلیل اللہ کے ساتھ ہم اوقات کرے کہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے اس کو والتخیر والشدایم خلیل اللہ نے ابراہیم کو اپنا صادق دوست قرار دیا ہے، فرمایا ہے: ”اے فرزند! نہ عاشقوں کا جلال نفسانی ہے۔ نہ ان کا علم انسانی، عوام اس جلال و علم میں اور باتیں خیال کرتے ہیں لیکن عاشقان خدا اس جلال و علم میں خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتے اور ہمیشہ ذات الہی میں غرق اور مشغول رہتے ہیں۔“

ابجد عشقیت چو بیا موصوم دیدہ ز اغیار فرود و ختم

”جب تیرے عشق کی ابجد سیکھی تو غیر کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں، اے فرزند! یہ ناقصوں کا کام ہے جو کہا کرتے ہیں کہ فلاں درویش کے اہل و عیال زیادہ ہیں لیکن عشاق عیال و اطفال کے پابند نہیں، جس طرح کہ عوام ہوتے ہیں۔“

”برخوردار من! کالموں کا شیوہ یہ ہے کہ ان کے اہل و عیال جتنے زیادہ ہوتے ہیں حق تعالیٰ کے ساتھ ان کی مشغولیت، اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اہل و عیال سے دور رہنا اور ان سے بھاگنا ناقصوں کا کام ہے۔“

عشاق ایک لمحہ اور لحظہ بھی حد سے جدا نہیں ہیں۔ اور ہمیشہ التوا و رحمانی اور مشاہدہ ربانی میں محو اور مستغرق رہتے ہیں۔

عقل را تدبیر باشد عشق را تدبیر نیست

عاشقان را عقل نزدیک من گریبان گیر نیست

عشق بر تدبیر خرد زانکہ در صحرائے عقل

ہر چہ تدبیر است بجز باز سچہ تقدیر نیست

یاد یوانہ بن اور مستی اور دیوانگی کی طرف رخ کر لے، تدبیر کو مدبروں پر چھوڑ دے، عاشقوں کو تدبیر

سے کیا مطلب!

”اے فرزند امیر کی یہ کیفیت کچھ نفس کی رہنمائی سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے۔ پردہ غیب میں جو کچھ پوشیدہ ہوتا ہے، راز و رحمانی اور حکمت ربانی پر عیاں ہوتا ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے خود کرتا ہے، ہمیں کرنے نہ کرنے سے کیا واسطہ یفعل اللہ ما یشاء و محکم ما یرید اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو اس کا ارادہ ہوتا ہے، اس کا حکم دیتا ہے، عوام کے دستوں کی ہزار ہا شکایتیں اور ان پر بے شمار طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ قدیم سے ہوتا آیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ، رسول پاک، انبیائے کرام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت قدیم ہے۔ وطن تجدد سنت اللہ تبدل بلا۔ (اور خدائی طریق کار تبدیل نہیں ہو سکتا، نیز یہ آیتہ شریفہ ران یکذبوا لک فقد کذب رسولک من قبلك بھی اس مضمون کی آئینہ دار ہے۔)

اے خدا، بر عاشقان خوشنود باش عاشقان را عاقبت محمود باش

”اے فرزند ابے خودی کے مکتب میں پڑھنا شروع کر، جب تک یہاں کی الفت یہیں پڑھے گا، تب تک عاشقوں کے راز کو نہیں پائے گا۔ اے میرے فرزند من! نہ صالح کے ساتھ رہ، نہ زاہدوں کے ساتھ رہ، نہ اہل آخرت کے ساتھ نہ اہل دنیا کے ساتھ، خود ہو جا، دیوانہ بن جا، بے خودوں اور دیوانوں کے ساتھ رہ خاک ہو جا، اور خاک میں سے بن جا۔

”سن اے فرزند! نہ زاہد بن، نہ صالح بن، نہ فاسق بن، نہ آقا بن، نہ تاجر بن، نہ امیر بن، نہ فقیر بن، نہ دنیا کا بن، نہ دین کا بن، اگر بتے تویر بن حد مالہ وجود لہ۔ تیری موت و حیات سب اسکے لئے ہے۔ در فانیما تو لو ا فتنہ وجہ اللہ۔ اس مقام میں زیادہ قیل و قال وہی کرتا ہے جو راز سے ناواقف ہوتا ہے

السلام علیکم۔ السلام علیکم۔ میرا قلب، امیری روح۔ میرا راز تیری طرف ہے۔ اے جان، اس پاک چہرہ، ان پاک گیسوؤں، اس پاک عادت پر خدا جو حق کی طلبکاری میں چالاک ہے۔

اس مکتوب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس کو حضرت شاہ موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ کے  
دلی مخاطرات سے پوری آگاہی ہے۔ آپ نے کس خوبی سے ایک ایک بات کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ یہ حضرت شاہ  
موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ کے کینٹھل تشریف لاتے ہیں مانع ہیں۔ آپ نے دیکھا کس انداز سے آپ نے اپنے  
فرزند عزیز کو سمجھایا!

دنیاوی حالات، اپنی طبیعت، بیٹے کی دلی کیفیات، غرضیکہ ہر بات کو نہایت جامعیت کے ساتھ  
بیان کیا ہے۔ لیکن اختصار کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ تصوف کے مسائل کو جس پیار سے انداز سے دل نشین کرایا  
ہے۔ اس کی مثال حال حال ہی نظر آتی ہے۔ محض اتنا کہہ دینا ہی کافی نہیں ہے کہ یہ مکتوب ہے جو ایک باپ نے اپنے  
بیٹے کو لکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ اور حضرت اقدس کے ایسے ہی دوسرے مکتوبات صحیح، جامع اور کھوس  
معلومات سے مملو ہیں۔

بہر حال حضرت اقدس کے ان مکتوبات سے آپ کی شخصیت ایک باپ کی خنیت سے ہلکے سامنے  
ابھرتی ہے، ان خطوط کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس ایک شفیق مدبر اور نیک خواہ والد کی طرح  
سے ہر وقت اپنے فرزند اور بیٹے کی تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ ان حضرات کی پرورش  
اور تربیت صحیح خطوط پر ہو، تربیت کا مسئلہ ایسی شخصیتوں کے لئے اور زیادہ اہمیت اختیار کر لیتا ہے جو مستقبل  
میں قوم کے رہنما اور مصلح بننے والے ہوں، یہی وجہ ہے کہ ان خطوط میں کچھ ایسی باتیں بھی آگئی ہیں جو بظاہر تلخ و  
ترش نظر آتی ہیں۔ لیکن دراصل ان سے مکتوب ایہم کے احوال کی اصلاح مقصود ہے، یہ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت شاہ  
موسیٰ ابوالکارم اور حضرت شاہ سکندر صغریٰ میں یہی نیابت کمال سمجھانے کے اہل ہو گئے تھے اور پھر بذات خود  
ہی نہیں بلکہ ایک زمانے کو فیض پہنچایا۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ شاعر بھی تھے۔ ایک ایک شعر میں دریائے لطافت بند ہے یوں  
معلوم ہوتا ہے کہ کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ ایک ایک لفظ سے آپ وحدت ٹپکتا ہے۔ تمام کلام فارسی زبان  
میں ہے۔ لیکن آج سے چار سو سال پہلے کی زبان بالکل آج کی زبان معلوم ہوتی ہے عقیدہ اور گنجک نام کو نہیں  
البتہ ایہام سے بڑے دلچسپ مضامین پیدا کئے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ابھی تک اس نابغہ کا کلام  
منصہ شہود پر نہیں آسکا ہے۔

البتہ آپ کے کلام میں سے چند قصائد نعتیں اور غزلیں بہاری نظر سے گزری ہیں۔ قصائد حضرت  
غوث پاک اور حضرت شاہ سکندر قادری قدس سرہ کی مدح میں کہے ہیں۔ قصائد میں وہ تمام خصوصیات  
موجود ہیں جو ہونی چاہئیں۔ قصائد میں جو ش عقیدت نمایاں ہے، لیکن اعتدال کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں

دیا۔ اور زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے ہیں۔

ایک قصیدہ جو حضرت غوث پاکؒ کی تعریف میں لکھا ہے، ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔  
سے زہر و ماہ نیک اختر چو آواز آمدی۔

بہر عجمی، ماہ عربی، بدر بغداد آمدی !!

بہر و ماہ در باد گاہت روز و شب استادہ اند

جو در دوزخ شاہ بساط چرخ را داد آمدی

شعلہ نورت سر سرد روم عام لگرت !

بہر تائیدی چراغ سخت بنیاد آمدی

از طلوع آخرت ہر مدعی پست افتاد

چونکہ نور روشن مثال نون و القاد آمدی

خائز بر نہ فلک افروخت از لمعات تو بہر دفع تیرگی نور خدا داد آمدی

از طفیلت ہر مریضے تندرستی یافتہ بیچ کس غمگین نہ ماندہ چون تو دلشاد آمدی

از برائے جن و انس و بہر کہ باشد خاص و عام

مرشد کامل مکمل اہل ارشاد آمدی

یہ سارا قصیدہ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ عروض و قوافی اور مضمون پر آپ کو کس قدر رقت حاصل ہے

آمدی ایسے ردیف میں مفہوم کو بدل بدل کر کس انداز سے ادا کیا، اور پھر خوبی یہ ہے، کہ مطلب میں سرسوفرق

نہیں دیا۔ ایک قصیدہ جو حضرت شاہ سکندر کنتھلی قدس سرہ کی تعریف میں ہے، ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

محرم سرماست عبداللہ

چند روزی بخدا متش بودم !

بہر سحر از نسیم می پیم

صابر و بشاکبر است در ہمہ حال

درد شریعت مہری چست اوست

من یا و دوستی ازاں دارم

در جہاں آمدہ طریق شریعت

ای صبا این غزل بسر سوشش

عجیب فقیرے خداست عبداللہ

یک دومہ شد خداست عبداللہ

خبرم وہ کجاست عبداللہ

راضی اندر قضائت عبداللہ

ذاکرہ کبریاست عبداللہ

طالب پیر یا است عبداللہ

درد نماں با وفاست عبداللہ

بہر کجای کہ جاست عبداللہ



طالب دوست فارغ از عقبتے، مچھو موسے گداست عبد اللہ  
 غزلیات میں آپ حافظ اور نظیری کے پیروکار ہیں۔ اور موسیٰ تخلص فرماتے ہیں۔ آپ نے حافظ  
 اور نظیری کی کہینوں پر بے شمار غزلیں کہی ہیں۔ ایک غزل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

عاشقان مذہب جدا داند  
 روز و شب در پے کارند !  
 گاہ در قرب و گاہ دور اند !  
 گاہ در نور گاہ در نارند !  
 گاہ در گریہ گاہ در خندہ !  
 گاہ دیوانہ گاہ ہوشیارند !  
 بوالعجب مذہب است مذہب عشق  
 ناظران خویش درو بکارند !  
 عاشقان جملہ مذہب را !  
 جنہی کی نزد خویش شمارند !  
 کفر و اسلام دین و دنیا را !  
 مختلف دیدہ متفق یا راند

باش موسے کلام اندک کن

قابل این حدیث بسیارند

اس ایک غزل سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے، کہ غزل گوئی میں حضرت شاہ موسے ابوالکلام دیگر جنونی  
 شعرا کے ہم پلہ ہیں۔ اور اس لحاظ سے آپ حافظ، امیر خسرو، حسن اور ابوسعید ابوالخیر کی صف میں جگہ پاتے  
 ہیں، کیفیات عشق، معاملہ بندی اور خوبی کلام میں سے کونسی چیز ہے۔ جو اس غزل میں موجود نہیں یہاں ہمیں  
 آپ کی شاعری پر محاکہ اور تبصرہ منظور نہیں، یہ کام تو کوئی وہ صاحب انجام دیں گے۔ جو آپ کے کلام کو اکٹھا  
 کریں، اور پھر سے اہل علم کے سامنے پیش کریں۔ نہ معلوم ابھی اس بھر میں کیا کیا لوگوں نے لالہ موجود ہیں  
 اور اس بھر کی تہ سے کیا کیا اچھلتا ہے!!

آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے  
 حضرت شاہ نور الدین (قدس سرہ) کے بچپن میں ہی سے سلوک و طریقت کے اعلیٰ مراحل طے کر لیتے تھے، ان  
 حالات کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا، جن کی بنا پر آپ کا وصال اوائل عمری میں ہی ہو گیا۔ مزار شریف  
 حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار منور کے پاس ہے۔

## خلفائے کرام

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے حقیقی حلقہ سیرت و کردار خلوص و مروت اور علمی شجر نے برصغیر  
 ہندوستان کے لوگوں کے دل پر لگنے لگنے، اس لئے وہ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ذوق

گے لئے تسکین کا سامان فراہم کرتے۔ اور ایمان و عرفان کی دولت سے دامن مراد بھرتے، آپ کی شہرت بہت جلدی ہی دوسرے ممالک میں جا پہنچی۔ اس میں ایک طرف تو آپ کی ان صفات کو دخل بھٹا جن کا اوپر ذکر ہوا، اور دوسری طرف آپ سیر و سیاحت کے سلسلے میں دنیا کے تقریباً تمام علاقوں میں تشریف لے گئے تھے۔ اس صحرانوردی اور دشمنت پیمائی میں بے شمار واقعات آپ سے ایسے سرزد ہوئے جن سے خلق خدا کی بہتری مقصود تھی ان علاقوں کے لوگوں کو آپ کی شخصیت نے بے حد متاثر کیا۔ اور عوام الناس کے علاوہ خواص اور حاکمان وقت نے آپ کی کفش برداری کو اپنے لئے سعادت و دارین تصور کیا چنانچہ برہان پور کے فرمانروایاں میراں محمد شاہ فاروقی (متوفی ۹۲۲ھ / ۱۵۱۰ء) اور مبارک شاہ فاروقی (متوفی ۹۶۶ھ / ۱۵۶۶ء) مالوہ کا خود مختار حکمران شجاع خاں (متوفی ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء) پائل کا حاکم علی خاں سنبل اور میرٹھ کا جاگیر دار علی قلی خاں (متوفی ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء) حاکم قلعہ فیروزہ خاں حیدر خاں (متوفی ۹۶۶ھ / ۱۵۶۶ء) اور سلطان محمود گجراتی ایسے حکمران ہیں۔ جنہیں حضرت شاہ کمال کیتھلی کے مرید اور تربیت یافتہ کہا جا سکتا ہے حضرت شاہ کمال کیتھلی نے اپنے زمانہ سیاحت کے دوران ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ لوگوں کو مسلمان کر کے حلقہ ارادت میں داخل فرمایا۔ اور اس سے کہیں زیادہ بڑھنے کے غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ اور اس طرح خوب اشاعت اسلام کی۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہم نے آپ کے خلفاء کی صحیح تعداد اور ان کے اسمائے گرامی کے بارے میں بہت تحقیق کی ہے۔ لیکن سوائے مندرجہ ذیل حضرات کے مزید کوئی نام ہمیں آپ کے خلفائے کرام میں سے کسی کا نہ مل سکا۔

- |                                          |                                       |
|------------------------------------------|---------------------------------------|
| ۱۔ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ          | ۲۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ         |
| ۲۔ حضرت شیخ عبدالقادر کالی سرہندیؒ       | ۳۔ حضرت ملا محمد مدرس سندھیؒ          |
| ۵۔ حضرت شیخ سبحانؒ                       | ۴۔ حضرت خواجہ امان اللہ حسینی کیتھلیؒ |
| ۷۔ حضرت شاہ یوسف بھکریؒ                  | ۸۔ حضرت شیخ جلال الدین کہکھہ ملتانیؒ  |
| ۹۔ حضرت شیخ فتح علی خاں بوالفتح سامانویؒ | ۱۰۔ حضرت قاضی عبدالرحمن دیپالپوریؒ    |
| ۱۱۔ حضرت شیخ نور جمالؒ                   | ۱۲۔ حضرت شاہ ہاشم بنو نوحیؒ           |
| ۱۳۔ حضرت شیخ طیب کیتھلیؒ                 | ۱۴۔ حضرت باوا سیشنل پوریؒ             |
| ۱۵۔ حضرت شیخ مودود محمود قادری سامانویؒ  | ۱۶۔ حضرت خواجہ عین الدین کلا لوریؒ    |
| ۱۷۔ حضرت شیخ الشاد اور ہتاسؒ             | ۱۸۔ حضرت سید غیاث الدین قادری لاہوریؒ |
| ۱۹۔ حضرت شیخ بلال سندھیؒ                 | ۲۰۔ حضرت سید علی مشہدیؒ               |

۲۲۔ حضرت محمد خاں تاشقندی

۲۱۔ حضرت شیخ سالم برہانپوری

۲۳۔ حضرت شیخ فضل فصولی

۲۲۔ حضرت شیخ علی آفندی

۲۵۔ حضرت شیخ عبداللطیف لطفی خوارزمی

مذکورہ بالا حضرات میں سے اکثر کے حالات دستیاب نہ ہو سکے چنانچہ جن حضرات کے سوانحی حالات اور کارنامے ہمیں مل سکے ہیں۔ وہ ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ سکندر قدس سرہ کے صاحبزادے تھے حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے اور حضرت شاہ عماد الدین (قدس سرہ) کیتھلی آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے اور حضرت شاہ عماد الدین (قدس سرہ) کے صاحبزادے تھے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے جانشین اور خلیفہ اکبر بھی تھے۔ ہم نے آپ کے مناقب کو ایک مستقل "تالیف" تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی میں تحقیق صحیح کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ اس لئے آپ کے تفصیلی حالات کو اٹف کے لئے اس کتاب کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے تاہم یہاں بھی مختصر طور پر آپ کے مناقب بیان کئے جاتے ہیں۔

آپ ۱۴ شعبان المعظم ۹۶۳ھ (۲۵ جون ۱۵۵۶ء جمعرات) کو صبح صادق کے وقت اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کے جد امجد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کا نام شاہ سکندر تجویز فرمایا اور پھر اپنی انگشت شہادت آپ کے منہ میں ڈال دی جس کے چوسنے سے آپ کا دل انوار الہی سے معمور ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت کے روز آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک روشنی ہے چونکہ اس سے قبل میں نے ایسی روشنی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس لئے میں گھبرا گئی اور درگاہ الہی میں التجائی کہ یہ کیا بھید ہے ندا کی کہ یہ تیرے فرزند کی پیدائش کا وقت ہے یہ روشنی اس کے دل کا نور ہے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔

آپ بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی طرح قطب ارشاد کے منصب پر فائز ہے۔ صوفیائے کبار بیان کرتے ہیں کہ آسمانوں پر قطب ارشاد کا نام عبداللہ یا عبدالرب ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کے اشارے پر کام کرتی ہے اور مرکز کائنات کے لحاظ سے دور نزدیک پر حاوی ہوتا ہے۔ آپ کا ملکوتی نام عبداللہ ہے۔ قطب ربانی روس الادب اور محبوب الہی آپ کا لقب خاص ہے اور البر الحسنات کیفیت۔

آپ میں قسام ازل نے ابتداء سے ہی وہ خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھری تھیں جو ایک منہجر عالم، جید فاضل، ہادی کامل اور یگانہ روزگار مستنی میں ہونا لازمی ہیں۔ آپ ایام طفولیت کے دوران ماہ رمضان المبارک میں دودھ وغیرہ کی طرف مطلق رغبت نہ فرماتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میں زبردستی دودھ پلانے کی کوشش کرتی کہ مبادا بچہ کمزور ہو جائے۔ لیکن ہزار کوشش کے باوجود وہ دودھ کی طرف رغبت

نہ کرنا؛ دیگر بچوں کی طرح آپ نے نہ کبھی ضد کی نہ کبھی عام بچوں کی طرح لہو و لعب میں مشغول ہوئے۔ آپ کو علوم عقلی و نقلی کے لئے کسی استاد کا منت پذیر نہ ہونا پڑا۔ ایک روز آپ مراقبہ کی حالت میں تھے کہ غیب سے نذر آلی عبد اللہ قرآن کیوں نہیں سیکھتا؟ آپ نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے مجھے تعلیم فرمائی جو نہی یہ کلمات آپ کے ذہن مبارک سے نکلے۔ غیب سے ایک نوزانی ہاتھ نمودار ہوا، اور آپ کے سینہ مبارک سے مس ہوا۔ اسی وقت تمام علوم اسمیر و غیر اسمیر کے دوروازے آپ پر کھل گئے۔ اور قرآن پاک کا علم آپ کے سینہ مبارک میں آگیا۔

کم عمری میں ہی ایک جماعت آپ کے گرد رہتی تھی، اور آپ کی دعاؤں سے ان کی دینی و دنیاوی آرزوئیں پوری ہوتی تھیں۔

آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے صغریٰ میں ہی خلافت عطا فرمادی تھی۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد حضرت شاہ کمال کیتھلی کا وصال ہو گیا، اور آپ نے مسند ارشاد کو رونق بخشی۔ اس طرح نیا بت غوثیہ آپ کے حصے میں آئی۔ اور آپ نے اپنے فیض روحانی سے مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو متور فرمادیا۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو قائم رکھا اور عرضہ دراز تک تندہی لگن اور جذبہ کے ساتھ اپنے آبائی سلسلہ کو پھیلاتے رہے۔

آپ نے ۱۲ جمادی الاول ۱۲۳۲ھ (۲۲ جون ۱۸۱۶ء) کو وصال فرمایا۔ آپ کو مکتبہ میں آٹھ روز وصال کا وقت بتایا گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ۲۲ جمادی الاول ۱۲۳۲ھ (۲۲ جون ۱۸۱۶ء) ہفتہ کو غسل تازہ فرمایا۔ اور نماز پڑھی۔ پھر بہت دیر تک سوز سجود رہے، اور اہل خانہ اور جگہ اہل عقیدت و ارادت کے لئے دعائے خیر مانگی۔ دونوں صاحبزادوں حضرت شاہ کمال حسن عباس اور حضرت شاہ محب اللہ ایاس زہدی (قدس سرہ) کو طلب فرمایا۔ اور انہیں نصیحتیں اور تلقین فرمائی۔ پھر وہ تبرکات عالیہ جو خواجگان قادریہ سے سلسلہ بسلسلہ چلے آ رہے تھے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کو مرحمت فرماتے تھے۔ دونوں صاحبزادوں کو عنایت فرمائے۔ اس کے دوسرے روز طلوع آفتاب کے بعد آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ مزار سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔ وہیں مزار شریف ہے آپ کی نماز جنازہ میں نقیاء، نجباء، اغوات، ابدال، اوتاد، اقلاب، اولیائے ہم عصر، جنات اور رجال الغیب شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔

جب آپ کے وصال کی خبر آپ کے مریدین اور حلقہ کو ملی، تو وہ فوراً کیتھلی پہنچے۔ اور نماز جنازہ میں شرکت کی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ محمد ظاہر ہندگی لاہوری شیخ اسلام بہاری اور دیگر حضرات

مافی عرصہ تک کیتھن میں آپ کے مزار شریف پر مقیم رہے۔  
 آپ کی تاریخ وصال کے بارے میں اختلاف ہے، بعض روایات کے مطابق آپ کا وصال ۱۲۳۷ھ /  
 ۱۸۲۱ء میں ہوا۔ اور بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا سال وصال ۱۲۳۳ھ بیان کیا ہے۔ مولف مہیاک السالکین نے ۱۲۳۳ھ  
 بھی سال وصال بتایا ہے۔ مولوی عبدالستار سہرانی نے ذیل کے درج ذیل قطعہ کے آخری مصرعے سے  
 مادہ تاریخ ۱۲۳۳ھ نکالا ہے۔

حضرت شاہ سکندر قطب دین      جوز دنیا شد سوئے خلد بریں  
 گفت سال وصال ہاتف پاکباز      شد سکندر سوئے یار دلنواز  
 آپ کا مزار مبارک ساوگی و شکوہ کا مرقع ہے، مزار مبارک کی کہ سی زمین سے ڈیرھ گز بلند ٹھکانی گئی  
 ہے۔ اور مزار شریف کا کل احاطہ ایک مربع اراضی پر مشتمل ہے، اور مزار عالیہ کے جنوبی طرف زاہرین اور درویشوں  
 کے لئے حجرے تعمیر کئے گئے ہیں۔ مزار شریف کے صدر دروازے پر یہ رباعی مرقوم ہے۔

نور چشم مصطفیٰ اور راحت جان علیؑ      مصدق فیض و کرامت واقف رازِ خفی  
 منبع لطف و عنایت مخزن جود و سخا      چشمہ فیض ہدایت شاہ سکندر قادری  
 آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء باقاعدگی سے آپ کے مزار شریف پر حاضر رہے، اس  
 کے علاوہ دیگر اولیائے کبار بھی آپ کے مزار شریف پر حاضری دینا اپنے لئے باعث فخر و مباهات سمجھتے۔ وصال  
 کی نسبت سے ہر سال ۱۴ جمادی الاول کو آپ کا عرس نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ جو تین دن تک  
 رہتا ہے۔ آج بھی یہی عالم ہے آج بھی آپ کا مزار شریف فیوض و برکات اور انوار تجلیات کا گہوارہ ہے جس کی  
 زیارت کے لئے بلا امتیاز مذہب و ملت لوگ اگر روحانی فیض حاصل کرتے ہیں، پیر بہادر شاہ اپنی تصنیف  
 مجمع الاسرار میں لکھتے ہیں۔ کہ جب میں حضرت شاہ سکندر کیتھن مقدس سر کے روضہ مبارک میں جا کر فاتحہ کے  
 بعد مراقبہ میں بیٹھا تو آپ نے ایک سفید رنگ کی کلاہ عنایت کی، آواز آئی کہ جس طرح یہ کلاہ تجھے عنایت کی  
 ہوئی ہے۔ اسی طرح بزرگوں سے پہنچی ہے۔

آپ راست قامت اور میانہ قد تھے، جسم بھرا ہوا تھا۔ پیشانی فراخ کشادہ، ابرو، بینی دراز و بلند  
 بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، چہرہ مبارک پر نور، داڑھی بمطابق سنت نبوی، لباس عموماً سادہ ہوتا تھا جو لباس  
 بھی پہنتے وہ موزوں بیٹھتا۔ سبز رنگ کا عمامہ سر پر ہوتا تھا۔

حضرت شاہ سکندر کیتھن مقدس سرہ صاحب مکاشفہ و صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ کی کرامات  
 و خوارق، بکثرت ہیں آپ ایک روز حضرت شاہ کمال کیتھن مقدس سرہ کے مزار شریف کے احاطہ کے باہر ایک

اونچے ٹیلے پر مصروف عبادت تھے۔ آدھی رات کے وقت چار چور چوری کی غرض سے آٹے آپ نے انہیں قریب بلایا۔ اور ان چاروں کو اپنے دامن میں لے لیا۔ ایک ہی نظر جمال سے انہیں صاحب کمال بنا دیا اور انہیں مختلف مقامات پر صاحب ولایت کر کے تعینات کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص شہاب نامی حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ حاکم شہر نے مجھے بلا وجہ شہر بدر ہونے کا حکم دیا ہے۔ میں عیالدار ہوں لپتے بچوں کو لے کر کہاں جاؤں۔ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ تقدیر سے توفیق کے بعد آپ نے فرمایا وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ بلا تکلف چلے جاؤ پچنانچہ جب وہ اپنے شہر گیا تو معلوم ہوا کہ حاکم شہر گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو چکا ہے۔

آپ کی خدمت میں ایک ہندو عقیدت سے آیا کرتا تھا۔ روزانہ آپ کی محفل میں شریک ہوتا۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ نہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے، آپ اس کی عیادت کو گئے، آپ کو دیکھتے ہی کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری ہو گیا، اور مر گیا، آپ واپس آ گئے۔ اس کے لواحقین نے چتا تیار کر کے جلانا چاہا لیکن آگ نہ لگی آخر اسے دفن کر دیا گیا۔

آپ کے حلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن میں کچھ حسب ذیل حضرات کے نام نمایاں ہیں۔

- ۱۔ حضرت شاہ گدار حسن عباس فرزند اول
- ۲۔ حضرت شاہ محب شاہ ایسا زہدی فرزند درم
- ۳۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی
- ۴۔ حضرت شیخ محمد طاہر ہندگی لاہوری
- ۵۔ حضرت شیخ نور محمد پٹنی
- ۶۔ حضرت میراں شاہ غازی (راہ چوتانہ)
- ۷۔ حضرت شاہ محمود عالم لاہوری
- ۸۔ حضرت ملا عبدالرحمن قادری لاہوری (کوٹلی پیر عبدالرحمن لاہوری)
- ۹۔ حضرت قاضی صدر الدین لاہوری
- ۱۰۔ حضرت ملا حسین لاہوری
- ۱۱۔ حضرت ملا ابوالفتح لاہوری
- ۱۲۔ حضرت شیخ ادیب سامانوی
- ۱۳۔ حضرت ملا امام الدین لاہوری
- ۱۴۔ حضرت حافظ نور جمال قادری
- ۱۵۔ حضرت باو ابال پوری

ایک روز غوث مہدانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مرقبہ میں القا ہوا، کہ آپ سے پانسو سال بعد ایک بزرگ و حیدامت پیدا ہوگا جو دنیا سے شکر و الحاد کے نام کو نابود کر دے گا۔ اور دین محمدی کو نئے سرے سے تازگی بخشنے گا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی، اس کے صاحبزادے اور خلفاء بارگاہِ احدیت کے صدر نشین ہوں گے، اس کے بعد آپ نے اپنے خرقہ کو خاص اپنے کمالات سے ملو کر کے اپنے صاحبزادہ حضرت عبدالرزاق کے سپرد کیا اور ارشاد فرمایا کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو تو یہ ان کے حوالے کرنا، اس وقت سے

صاحبزادہ موصوف کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرے اسی طرح سپرد ہوتا رہا جب حضرت شاہ کمال کیتھلی کے وصال کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے وہ خرقہ آپ کو دے کر ہدایت کی کہ یہ شیخ احمد سرہندی کو سلوک قادریہ کی تکمیل کے بعد عطا کر دیا جائے چنانچہ یہ خرقہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے ہاتھوں حضرت مجدد الف ثانی کو پہنچا حضرت مجدد الف ثانی اس خرقے کو پہن کر خوشی کے مارے پھولے نہماتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی نگاہوں میں حضرت شاہ سکندر قدس سرہ کا ادب و احترام بہت زیادہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی کے یہاں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ ایک صاحبزادہ مجھ کو عنایت فرمائیں کہ ہمارے مثل اناوریوانہ رہے۔ اتفاقاً اس وقت شیخ محمد نجفی موجود تھے، آپ نے فرمایا، اسی کو لے لو۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی نے اپنی نسبت ان کو الفاکی۔ اور فرمایا کہ آج سے اس مذہب زادہ کو شاہ جیو کے نام سے پکارا کریں۔ اس دن سے آپ کا لقب شاہ پڑ گیا۔ . . . اور حضرت نجفی کو نسبت قادریہ بھی حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے ذریعے اس وقت حاصل ہوئی تھی۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے دامن ارادت سے دو ایسی عظیم القدر ہستیوں کا بستہ ہو گئی تھیں۔ یعنی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محمد طاہر بندرگاہی (قدس سرہ) جن سے سلوک کے دو عظیم الشان سلسلے منشعب ہوئے یعنی سلسلہ مجددیہ قادریہ اور سلسلہ طاہریہ قادریہ ان سلاسل کے بزرگوں نے اپنے دور کی معاشرتی مذہبی سیاسی اور ادبی اقدار پر گہرا اثر مرتب کیا۔ اور دین اسلام کی ترقی و ترویج اور تجدید کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان حضرات نے دو قومی نظریہ کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دیا۔ اور شد و مد کے ساتھ اس کی تبلیغ کی چنانچہ مسلمانوں میں جذبہ قومیت بیدار ہوا۔ اور آج انہی اکابر امت کی کوششوں کی بدولت ہم ایک آزاد ملک پاکستان میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولیائے کبار میں ایک منفرد مقام حاصل ہے آپ کے قلاب مبارک میں ایسا نور درخشاں تھا کہ اس کے نوری جلوہ کے سامنے آفتاب ذرہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ گویا یہ

بگڑ روئے اوسدا آفتاب است کز اں کوین تا بے برتا بد !  
عظیم القدر اولیاء اللہ بھی اس کی برداشت اور تحمل کی استعداد و توفیق سے عاجز تھے، جیسے آفتاب کے

۱۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندرگاہی کے نامور خلیفہ حضرت شیخ آدم ہودی کے مریدین اور معتقدین کی تعداد سے شاہجہاں بہت مخالف تھا اس نے آپ کو ہندوستان سے نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۳ء میں وصال فرمایا۔ (مؤلف)

طلوع کے وقت چاند اور ستاروں کی روشنی مدغم پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کے جلوہ لقا کے سامنے نجوم اور لیا کے انوار مفقود ہو جاتے ہیں، وقت کے بڑے بڑے کامل بزرگ آپ کی ارادت کو فخر سمجھتے تھے، دوسرے وقت آپ کی غلبہ بوس اور نعلین برداری کو سعادت دارین تصور کرتے تھے۔ آپ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور عرفان و تصوف میں اپنے جدا مجید کے نقش قدم پر تھے، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے ساتھ آپ کی طبیعت نہایت مناسب رکھی تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا ظاہر جلال سے آراستہ تھا اور باطن جمال سے اور آپ کا ظاہر جمال سے اور باطن جلال سے معمور تھا۔ اس لئے کوئی سائل آپ کے در اقدس سے خالی نہ لوٹتا۔ جلال کی وجہ سے تصرفات اور کرامات ظہور پذیر ہوتے، اور جمال کی وجہ سے سینہ انوار الہی کا گنجینہ ہو جاتا۔ گویا ایک طرف اپنے شمس نما قلب سے کدورتوں کو مٹا کر عوارض باطنی کو دور کرتے اور جمال کی وجہ سے محبت الہی کا جوش اندر بھرتے، ارادت مندوں اور معتقدوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے، یہی وجہ تھی جو سائل یا طالب آپ کی خدمت میں آجاتا اور ایک واحد میں صاحب منزل ہو جاتا۔ آپ نے ہزیمت نفس اور جلائے روح کے لئے بے نظیر مجاہدے کئے... غرض آپ کی ذات ستورہ صفات سے نہ صرف سلسلہ قادریہ کو بڑا فروغ نصیب ہوا بلکہ برصغیر پاک و ہند کی معاشرتی آئندہ بھی، سیاسی اخلاقی اور ادنیٰ زندگی پر بھی گہرا اثر پڑا۔

حضرت شیخ محمد طاہر ہندگی لاہوری قدس سرہ آپ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”کبیر ملک العشاق حضرت شاہ کمال کیتھلی اور رؤس اللویاء حضرت شاہ سکندر محبوب الہی قدس اللہ سرہم، ان فقید المشال اور صاحب تصرف بزرگوں میں سے ہیں جن کی نظیر متقدمین اولیاء اللہ میں بھی کم ملتی ہے“  
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

”میں آفتاب کی طرت بلا خیر گئی چشم دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن حضرت شاہ سکندر کے قلب منور کو اشعار نور کے د نور کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا“... گویا یہ

بشرچہ جو صلہ دار دکھ بگر درخت کہ قدسیاں ز جمال رخ تو جیران اند

ترتیبہ المقامات میں حضرت عبدالاحد سرہندی کا بیان مرقوم ہے، کہ

ایک روز حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ نے فرمایا، کہ اگرچہ لوگ حضرت خواجہ معین الدین حشتی اور بابا فرید الدین گنج شکر (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے واقف ہیں، لیکن ہمارے صاحبزادوں کے حالات کی انہیں خبر نہیں۔ ورنہ یہ مشائخ عظام سے کم نہیں، اور... یقیناً ان صاحبزادوں سے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی مراد حضرت شاہ موسیٰ ابولکاسم اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ سرہم، تھے۔

حضرت شیخ نظام الدین بلخی (تھانیسری قدس سرہ فرماتے ہیں:



”حضرت شاہ سکندر کیتھلی اویاٹے وقت میں جتنی فضیلت رکھتے ہیں وہ بہت کم دیکھی گئی ہے“

اور حضرت شاہ موسیٰ المکارم قدس سرہ نے فرمایا۔

”حضرت شاہ سکندر قادری سالکین کے پیشوا، عارفوں کے امام اور دنیاٹے طریقت کے نور آفتاب

ہیں، عبادت و مجاہدے میں آپ کا پایہ بلند ہے“ ایک دفعہ ایک مجلس میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ

کا ذکر آیا، تو حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ نے فرمایا کہ۔

”حضرت شاہ سکندر قادری کی شہرت آسمان پر زمین کی نسبت زیادہ ہے۔ ملاء الاعلیٰ میں آپ عبداللہ

کے نام سے مشہور ہیں“

ایک مشہور عالم دین قاضی صدر الدین لاہوری کا بیان ہے کہ

”آپ کا انداز بیان دل کش تھا۔ آواز بلند و صاف مثنیٰ خشک سے خشک مضمون کو بھی فصاحت و

بلاغت سے ادا کرتے تھے۔ آپ کی زبان کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں ہوتی تھی، اس لئے سامعین مجلس سے

اٹھتے تو اپنے قلب کو پاکیزہ اور ذہن کو مصفا پاتے“

ایک مرتبہ لاہور کے قیام کے دنوں میں آپ کا گذر ملا ابوالفتح لاہوری کے مدرسے کے قریب سے ہوا،

جس طرف آپ گزرے لوگوں پر ایک والہانہ کیفیت سی طاری ہو جاتی۔ اسی اثنا میں ملا ابوالفتح عبدالجلیل اور

ملا امام الدین نے آپ کو گزرتے ہوئے دیکھا چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو دل الوار روحانی سے منور ہو گیا اور وہیں

باضابطہ ارادت حاصل کی۔

آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے والد

۲۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی (قدس سرہ) ماجدی ہیں۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے نامور

خلیفہ ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب پچیسویں پشت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے

آباؤ اجداد فن سپہ گری کے ماہر تھے، چنانچہ آپ کے خاندان سے ایک فرد شیخ محمود کو خلیفہ وقت نے ایک لشکر کا

سردار مقرر کر کے ترکستان کی مہم پر بھیجا، جہاں سے آپ فاتح اور کامیاب ہو کر آئے، پھر قلعہ غزنین پر حملہ کر کے اس کو

فتح کر لیا تو خلیفہ وقت نے وہاں کی حکمرانی سپرد کر دی۔ آپ کے انتقال پر آپ کے صاحبزادے شیخ نصیر الدین قلعہ غزنین

کے تخت پر بیٹھے، انہوں نے کابل فتح کر کے اسے اپنا دار الحکومت مقرر کیا۔ اور وہیں قیام پذیر ہو گئے، شیخ نصیر الدین

کے انتقال پر ان کی اولاد میں سے شیخ شہاب الدین المعروف برفرخ شاہ کابلی راج اپنے والد کے جانشین قرار پائے

اور تخت کابل پر جلوہ افروز ہوئے، آپ نے غزنہ و کابل سے آکر برصغیر پاک و ہند پر حملہ کیا۔ اور لوگوں کو توحید

کی دعوت دی، آپ نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کو رواج دیا۔ بت خانے منہدم کر لئے اور مسجدیں تعمیر کرائیں،

اسی وجہ سے آپ کے خاندان کے لوگ کابلی کہلاتے ہیں اور شیخ عبدالاحد کابلی اس خاندان کے فرد فرید تھے اور صغیر پاک و ہند کے بعد آپ نے ایران و توران اور بدخشاں و خراسان کی طرف توجہ دی۔ صاحب سلطنت ہونے کے باوجود آپ صاحب باطن بھی تھے، اور حکمرانی کے زمانے میں بھی عوام و خواص آپ سے کسب فیض کرتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں اپنے بڑے صاحبزادے شیخ یوسف کو نظام سلطنت سپرد کر کے ایک درہ میں جو کابل سے تھوڑے فاصلے پر ہے اور آج تک درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے، گوشہ نشینی اختیار کی وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ رموتی ۶۶۲ھ ۱۲۶۵ء کے بھی موصی اعلیٰ ہیں۔ آپ کے اخلاف میں رفیع الدین مشہور ہیں علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری کے خلیفہ تھے۔ حضرت رفیع الدین نے ہی سرہند شریف کی بنیاد رکھی یہیں آپ کا مزار شریف ہے۔

حضرت رفیع الدین کی چھٹی پشت میں حضرت شیخ عبداللہ کابلی سرہندی قدس سرہ شریف میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ زین العابدین تھا جو اپنے وقت کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے ہیں عین عالم جوانی میں تحصیل علم میں مشغول تھے کہ آپ کو جذبہ الہی و عشق خداوندی کے غلبے نے سلوک و تصوف کے راستے پر ڈال دیا۔ اور آپ نے درویشی اختیار کر لی۔ جب آپ کے والد نے یہ دیکھا تو آپ کو حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ تھوڑے عرصے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ تو ان کے صاحبزادے حضرت رکن الدین قدس سرہ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کر لی، اور سلسلہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین تھانی سرہندی قدس سرہ سے بھی پیر بھائی ہونے کی وجہ سے بہت صحبت رہی اور زمانہ جاہلیت میں ہی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بھی ملاقات ہوئی، ان دونوں بزرگوں میں الفت و موافقت اس حد تک بڑھی کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی مع اہل و عیال آپ کے مکان پر کئی کئی دن قیام فرماتے اور آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے عجیب و غریب معاملات اور خرقہ عبادت کالات مشاہدہ فرماتے۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی وساطت سے سلسلہ قادریہ عالیہ کا فیض خانہ دانی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کے خاندان میں بھی جاری و ساری ہوا۔

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنا سلسلہ عالیہ قادریہ کا شجرہ طریقت بیان کرتے ہوئے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اور اذیتھ (جلد ۱) میں لکھا ہے کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

آپ کی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے ملاقات کا حال زبدۃ المتقامات میں اس طرح لکھا ہے کہ  
 حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ ایک روز حضرت شیخ جلال الدین نقانیری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے  
 کہ ایک آدمی فوجی وردی میں ملبوس مجلس میں آیا۔ اور شیخ جلال الدین نقانیری قدس سرہ کے ساتھ معانقہ کر کے  
 بیٹھ گیا۔ شیخ جلال الدین نقانیری نے اسے سپاہی سمجھ کر بادشاہ کا حال پوچھا، اس شخص کو غصہ آیا۔ اور کہنے لگا  
 گڑے شیخ اگر کوئی مسکین اس مجلس میں آ بیٹھے تو اس سے بادشاہ کے متعلق پوچھنا آپ کے مناسب حال نہیں ہے  
 اگر تین ایسی خبروں کی خواہش ہے تو راستے میں بیٹھ جاؤ اور آنے جانے والوں سے معلوم کرتے رہو، حضرت شیخ جلال الدین  
 نقانیری قدس سرہ ظم و برد باری کی وجہ سے خاموش ہو گئے معذرت کی حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے جب  
 اس مرد کے جذبے اور بے تعلقی کو دیکھا تو فیصلہ کر لیا کہ جب شخص باہر نکلے گا تو اس سے اسکا نام پتہ پوچھوں گا چنانچہ آپ نے ایسا  
 ہی کیا، اس مرد نے بتلایا میرا نام کمال ہے، اپنے وطن و مسکن سے بھی کچھ گاہ کیا اور فرمایا اکثر و بیشتر پائل میں مقیم رہتا ہوں اگر ملاقات کی  
 خواہش ہو تو وہاں تشریف لاسکتے ہو، جب حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی سرہندی کو روانہ ہوئے اور پھر پائل گئے اور وہاں حضرت  
 کمال کیتھلی قدس سرہ سے ملاقات کی تو مجلس صحبت گرم ہوئی۔ اور صحبت و الفت یہاں تک بڑھی کہ حضرت شاہ  
 کمال کیتھلی قدس سرہ مع اہل و عیال حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کے گھر تشریف لائے۔ اور وہاں کافی  
 عرصے مقیم رہتے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی مجالست و مصاحبت سے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ  
 کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔ اور آپ ان سے عجیب و غریب معاملات اور خرق عادت کمالات  
 مشاہدہ فرماتے۔

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے ایک شب نماز تہجد کے بعد مراقبہ میں دیکھا کہ تمام عالم  
 میں تاریکی پھیل گئی ہے، جو کہ و بندر اور تہجد وغیرہ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اس اثنا میں ایک نور ان کے  
 سینے سے نکلا۔ جس سے تمام جہان منور ہو گیا، اور اس نور سے ایک بجلی نکلی جس نے تمام درندوں کو جلا کر

بقیہ صفحہ سابقہ) بیعت و صحبت و خرقہ و تلقین و اجازت کے لحاظ سے اس فقیر کا ارتھاپنے والد بزرگوار سے ہے اور انہیں  
 خرقہ و تلقین و صحبت و اجازت کے لحاظ سے سید عبداللہ سے ارتھاپ ہے، انہیں شیخ امام آدم بنوری سے، انہیں شیخ احمد سرہندی  
 سے، انہیں شیخ عبدالاحد سرہندی سے، انہیں شاہ کمال کیتھلی سے، انہیں سید فضیل سے، انہیں سید گدار حسن سے، انہیں  
 سید شمس الدین عارف سے، انہیں سید گدار حسن سے، انہیں سید ابی الحسن سے، انہیں شمس الدین صحرانی سے، انہیں سید عقیل سے، انہیں  
 سید بہاؤ الدین سے، انہیں سید عبدالوہاب سے، انہیں سید شرف الدین قتال سے، انہیں سید عبدالرزاق سے، انہیں  
 امام طریقہ و پیر محمد شیخ عبدالقادر جیلانی سے جو ہم اللہ تعالیٰ۔

دیکھ کر دیا۔ پھر اسی نور میں سے ایک تخت نمودار ہوا جس پر ایک بزرگ مسند نشین ہیں۔ اور ان کے گرد ہزار ہا نورانی مرد اور ملائک مودب کھڑے ہیں اور تمام محدود، زندقوں ظالموں اور جباروں کو لاکر ان کے حضور میں پیش کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ اور ایک شخص یہ آیت پڑھتا ہے۔

وقل جاء الحق و زهد الباطل ان الباطل كان منصوباً و الحق منصوباً و الحق منصوباً و الحق منصوباً  
کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ واقعی باطل ٹٹنے ہی والا تھا۔

آپ نے یہ واقعہ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے عرض کیا۔ اور اس کی تعبیر و تشریح چاہی تو آپ نے متوجہ الی اللہ ہونے کے بعد فرمایا کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو فضالت و گمراہی کو مٹا دے گا۔ اور اس کے زمانے میں دین اسلام کو فروغ ہوگا۔

گلزار خوارق میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے یہاں مجلس منعقد تھی، مریدین باصفا اور دوسرے عقیدت مند آپ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے، کہ آپ نے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ سے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فرزند عطا کرے گا۔ جو بڑے بڑے شہنشاہوں کو نیچا دکھائے گا۔ جب وہ منصف شہود پر جلوہ گر ہو تو مجھے مطلع کرنا۔ جب تک میں نہ آؤں تب تک کوئی دنیاوی چیز اسے نہ دینا۔ آخر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ولادت باسعادت عمل میں آئی، حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کو اپنے مرشد کا فرمان یاد آیا، لیکن پریشان تھے۔ اتنے میں آپ سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ دوڑے دوڑے گئے۔ قدم بوس ہوئے، اور بچے کو آپ کی آغوش مبارک میں ڈال دیا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے اپنی انگلی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو چھنائی، اور فرمایا کہ یہ بچہ تجدید دین کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے خلق خدا کو فیض پہنچے گا۔ یہ ہمارا معنوی فرزند ہے۔

ایک مرتبہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ماہ رمضان میں علیل ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی دعا دم کرانے کی غرض سے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کو لے کر آئے، انہوں نے دم کرنے کے بعد بہت دعائیں دیں۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر دراز کرے۔ یہ تو عالم باعمل عبادت کامل ہے۔ بزرگوں کی بڑی تعداد اس سے فیض حاصل کرے گی۔ اور تقیاً قیامت اس کی ہدایت و ارشاد کا نور روشن رہے گا۔ یہ بیعت و گمراہی دور کرے گا۔ اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرے گا۔ بعد ازاں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے فرط محبت سے اپنی زبان مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دہن مبارک میں دیدی، تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آپ کی

سے بعض روایات میں ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے اپنی انگلی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو چھنائی تھی۔ (مؤلف)

زبان کو خوب چوسا اور اپنے مزہ میں ڈبائے رکھا، آخر حضرت کمال کیتھلی قدس سرہ فرماتے لگے کہ بس کرو بیٹا میں بھی صاحبِ ولاد ہوں۔  
 حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کو نسبتِ فردیت، کہ جس سے اولیاء  
 اللہ کا آخری عروج مخصوص ہے، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے حاصل ہوئی، حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی  
 قدس سرہ عمر کے آخری حصے تک سرہند ہی میں مقیم رہے، کرات کو گریو زاری اور عبادات میں گزارتے۔ اور  
 دن میں طالبانِ علم دین کو نہایت تحقیق و تدقیق سے کتب معقول و منقول کا درس دیتے۔ اپنے زمانہ کے علامہ  
 وقت تھے۔ آپ کتب صوفیاء مثلاً عوارن المعارف، فصول الحکم وغیرہ کا درس نہایت ذوق و شوق سے دیتے  
 تھے۔ شیخ میرک جو شہزادہ داراشکوہ کے استاد تھے۔ علم ظاہری و باطن میں آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کو سنت نبوی  
 کا خیال بہت زیادہ رہتا تھا۔ کوئی سنت سننِ عادیہ میں سے ترک نہ کرتے تھے۔ اور جس درویش کو ذرا بھی  
 خلافِ شریعت پاتے، اس کی صحبت فوراً ترک کر دیتے، اور اس کے ولی ہونے کا اعتبار نہ کرتے، لباس میں  
 تہمت باندھتے اور نعلین ذوقبائین پہنتے، اور طاعاتِ سنونہ کے بعد دعواتِ مائورہ اور بعض وظائف  
 اور ادبھی پڑھتے۔

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کا۔ نے اسی سال کی عمر میں مبارک ربیع الثانی ۱۰۹۹ھ فروری  
 ہفتہ کو وصال فرمایا۔ بعض نے ۲ جمادی الآخر ۱۰۹۹ھ (۲۵ جنوری ۱۰۹۹ھ) کو لکھا ہے۔ آپ کا مزار شریف سرہند  
 شہر کے شمال کی طرف تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قلعے میں شیخ زین سے مادہ سال  
 وصال برآمد ہوتا ہے۔

آں شیخ کہ بود اعلم اندر سہرن !  
 چوں شیخ زمانہ بود در علم و عمل !  
 خبا نشہ گہر سہرا زلی را معدن !  
 تاریخ سال آں گویگو شیخ زین !  
 حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کے ساتھ صاحبزادے تھے۔ ان میں سے ایک تھے صاحبزادے  
 امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی تھے جنہیں بچپن میں حضرت شاہ کمال کیتھلی نے فیضانِ روحانیت سے نوازا تھا۔  
 ان کے علاوہ شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے شیخ شاہ محمد شیخ عبدالاحد شیخ علامہ محمد  
 اور شیخ مودود رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے اور  
 سالوں میں صاحبزادے شیخ محمود سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ علم شریعت  
 و طریقت میں آپ نے کئی رسالے تصنیف فرمائے، جن میں اسرار المشہد اور کنوز الخفا مشہور ہیں۔

زبدۃ المقالات میں ہے، کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کا ایک سچا مخلص جب  
 آپ کے حجرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے، کہ آپ مقتول ہیں۔ اور آپ کے تمام اعضاء الگ الگ پڑے

پڑھے ہیں، اس درویش نے خیال کیا کہ شاید کسی دشمن یا چور سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے، وہ بے اختیار رو تا پیٹتا باہر نکل آیا۔ اور ایک دوسرے درویش کو یہ بات بتائی۔ اور جب وہ دونوں درویش اندر گئے تو دیکھا کہ آپ صبیح و سالم زندہ ہیں۔ اور مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ یہ حضرات حیران ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑے، آپ نے ان سے فرمایا جب تک ہم اس دنیا میں زندہ ہیں یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ ان دوستوں نے اس کا راز دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا امر تھا جس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ حضرت ملا مدرس سندھی (قدس سرہ) اکثر و بیشتر مخالفین کو بھی اپنے حریفوں کے جھنڈے تلے پناہ لینا پڑتی ہے، اور بچرہ حریف بھی فدیائے بخشش کو ان پر

کھول دیتے ہیں۔ اور یہ عادت اخلاق کے عمدہ ترین درجات میں سے ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں آئے کے بعد بتدائی ایام میں حضرت ملا سید محمد مدرس سندھی شیخ سجن قاضی عبدالرحمن دیپاپوری (قدس سرہ) اور بہت سے دوسرے لوگوں نے حضرت اقدس کے ساتھ وہی سلوک رواد کیا جو ایک مخالف دوسرے سے رواد کھاتا ہے، لیکن حضرت اقدس کا ابر فضل و کرم ہر ایک پر شب و روز اطمینان و سکون کی بارش برسا رہا تھا۔ اور ہر کہ وہ اس الطاف عظیم کے فیض سے مستفیع ہو رہا تھا۔

حضرت ملا مدرس سندھی قدس سرہ کون تھے۔ اور وہ کس طرح دولت مریدی و سرمایہ خلافت سے مشرف ہوئے، یہ سب کچھ عظیم شیخ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

۴۔ حضرت شیخ سجن قاضی (قدس سرہ) حضرت شیخ سجن کے متعلق کسی قدر حالات ابتدائی عمر اور تعلیم کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مزید یہ کہ جب کبھی حضرت اقدس اپنے مرشد کامل حضرت شاہ

فضیل قادری قدس سرہ کی بارگاہ میں تشریف لے جاتے تو کمال ادب و احترام سے زمین و بوس ہو جاتے شیخ سجن بھی حضرت اقدس کے ہمراہ ہوتے، لیکن وہ تعظیم و تکریم کی شرائط کا سخت بجا نہ لاتے تھے۔ جب حضرت اقدس شیخ سجن سے فرماتے "یہ ہمارے پیرو مرشد کی بارگاہ ہے پھر تو کسی لئے ان کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا یہ تیری کم نصیبی تو شیخ سجن جواب دیتے کہ مجھ جیسے جنگلی اور جاہل شخص کو جو فیض حاصل ہوا ہے، وہ آپ کی ذات بابرکات کے طفیل ہے۔ مجھ پر تو آپ ہی کا احترام لازم ہے۔ حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ چونکہ شیخ سجن قدس سرہ کے اعتقاد کی پختگی اور وفاداری کی استقامت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس لئے فرمایا کرتے "سجن صبیح عقیدہ اور اعلیٰ خدمات بجالانے والا ہے۔ تم اس کے طرز عمل میں مغل نہ ہو، وہ جس طرح بھی آئے منظور و قبول ہے۔" شیخ سجن قدس سرہ جلوت و خلوت میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ بارگاہ کمال میں شیخ کا تقرب اس قدر تھا کہ جن لوگوں کو بارگاہ کمالی میں عرض معروض کرنا ہوتی۔ وہ شیخ ہی کے ذریعے

سے کرتے تھے۔ شیخ سبحان قدس سرہ حضرت اقدس کی بے حد اطاعت و خدمت کیا کرتے تھے۔ اور حضرت اقدس بھی شیخ پر بہت ہی شفقت و عنایت فرماتے تھے، شیخ سبحان قدس سرہ حضرت کے لنگر خانے کے داروغہ تھے۔ شیخ کامران شریف حضرت اقدس کے روضہ مبارک کے قریب ایک احاطے میں بائیں جانب جنوب میں واقع ہے۔

حضرت شاہ یوسف غوث بھکری قدس سرہ زہد و اتقا اور  
**۵۔ حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ** | علم و فضل میں بے مثال تھے۔ جب حضرت شاہ کمال کیستھلی  
 قدس سرہ علاقہ ملتان پر گئے سنگڑ میں تھے۔ تو حضرت یوسف غوث قدس سرہ حضرت اقدس کی خدمت میں رہتے  
 لگے، حضرت اقدس کے فیوض و برکات سے اس قدر جلد مراحل و مراتب طے کئے کہ غوثِ زماں کا مرتبہ حاصل کر  
 لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات جب آدھی رات بھیک چکی تھی، تو حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ  
 ایک بھٹی میں جو حضرت کے مکان کے قریب ہی واقع تھی گھس گئے، صبح کے وقت بھٹی والا بھٹی سلگانے کے لئے  
 آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص مقتول بھٹی کے اندر پڑا ہے، وہ شور مچانے لگا، اور آسمان سر پر اٹھایا کہ  
 میری بھٹی میں کسی نے کسی کو قتل کر کے پھینک دیا ہے، آن کی آن میں لوگوں کا ہجوم بے کراں اکٹھا ہو گیا۔ اتنے میں  
 حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ بھٹی کے اندر سے باہر نکل آئے بھٹی والے نے جو یہ ماجرا دیکھا، تو عجب انکساری  
 کرنے لگا، اور کہا، افسوس میں نے آپ کے مرتبے کو نہ پہچانا اپنے کئے پر نادم ہوں۔ اور معافی کا طلبگار، بھٹی  
 والے کی آواز حضرت اقدس کے گوش مبارک تک پہنچی، آپ باہر تشریف لائے، حضرت شاہ یوسف قدم بوس  
 ہوئے، حضرت اقدس نے فرمایا، یوسف تم میرے عطیے کو رانگن گنوار ہے ہو۔ یہ خود بینی و خود رالی انسان کو خراب  
 کرتی ہے، تمہارے ظرف کے مقابلے میں یہ عنایت بڑی ہے، اب کہ تم نے لوگوں میں اپنے دامِ شہرت کو پھیلانے کا  
 ارادہ کیا ہے، وہ امانت جو تمہارے سپرد کی تھی، واپس لینا ہوں، تم اس مرتبے کے قابل نہیں ہو، حضرت شاہ یوسف  
 چونکہ آپ کی شانِ جلالت اور رتبہ سے واقف تھے، اس لئے کانپ اٹھے، اور اپنی پگڑی اتار کر حضرت اقدس کے  
 قدموں پر رکھ دی، اور معافی کے طلبگار ہوئے، حضرت اقدس نے معاف فرما دیا، اور یہ دعا دی کہ حق سبحانہ  
 تعالیٰ تمہارے مراتب اور بلند کرنے، حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ نے قدم بوس ہو کر اجازت رخصت  
 طلب کی، اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے ملتان کے علاقے ادوے پور میں اپنے ایک پرانے واقعے دوست  
 فتح خاں لنگاہ کے مہمان خانے میں جا مقیم ہوئے، کچھ عرصہ ہی وہاں ٹھہرے تھے کہ فتح خاں کی بغی و طغیان کے  
 باعث شہنشاہ اکبر نے اس پر حملہ کر دیا، شاہ یوسف قدس سرہ اس لڑائی میں شہید ہو گئے، اس طرح اللہ  
 تعالیٰ نے انہیں مرتبہ و ثبوت اور شہادتِ عظمیٰ سے نوازا دیا، حضرت موصوف کامران بھکری ہیں دریائے سندھ

کے کنارے ایک بہت ہی پر فضیلت مقام پر مرجع خلایق ہے۔

۴۔ حضرت شیخ جلال الدین کہکبہ قدس سرہ ۸۹۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے، اپنے زمانے کے عظیم المرتبت بزرگ و تارک

الدنیاء و دیش ہو گئے ہیں، حضرت اقدس کی بزرگی اور کمال کی وجہ سے آپ کی محبت اختیار کی۔ حتیٰ کہ سلسلہ قادریہ کی بیعت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، حضرت کی محفل میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ شیخ جلال الدین کو سفر کعبہ کا شوق دامن گیر ہوا۔ تو عرض کی، کیا ہی اچھا ہوا، اگر آپ بھی رفاقت کریں، حضرت نے فرمایا، اگر یہ سعادت فقیر کے نصیب میں ہے۔ تو ضرور ساتھ ہوگا۔ فی الحال تم خود مسافرت بیت اللہ اختیار کرو۔ جب شیخ تیار ہو کر آئے، تو حضرت نے دعائے خیر کی، اور وہ روانہ ہو گئے، جب شیخ کا قافلہ حجاز میں پہنچا، تو انہوں نے حضرت اقدس کو اپنے سے پہلے وہاں موجود پایا۔ دست بوس ہوئے اور کہا تفریق صحبت کا موجب کیا ہے، فرمایا، اس احوال کی تفریق انتہائی جدائی ہے، جو ہمارے تمہارے درمیان واقع ہے، اس کا کوئی خیال نہ کرو، بالآخر وہاں سے روانہ ہو کر اصفہان پہنچے، وہاں بھی حضرت کو پہلے سے موجود پایا۔ شیخ جلال نے پھر عرض کی، شاہانہم کو فیوض صحبت سے محروم رکھنا اخلاق سے بعید ہے، فرمایا، اس درد سری اور تکلفات سے ہم کو معاف رکھو، جب قافلہ قطع مراحل کرتا ہوا بغداد شریف پہنچا، تو حضرت وہاں یوں موجود تھے۔ گویا یہیں کے باشندے ہیں، کیونکہ وہاں کا ہر فرد حضرت کو بخوبی جانتا تھا اور پہچانتا تھا، حضرت نے شیخ جلال الدین قدس سرہ کو اپنا مہمان بنایا اور انواع و اقسام کے کھانے و ستر خوان پر چنے، کھانا کھانے کے دوران میں شیخ جلال الدین قدس سرہ نے ایک درویش سے حضرت اقدس کے بارے میں دریافت کیا، کہ انہیں کب سے جانتے ہو، انہوں نے فرمایا۔ یہ بزرگ مدتوں سے جو اردر گاہ میں اقامت پذیر ہیں۔ شیخ جلال الدین قدس سرہ بہت حیران ہوئے جب کعبہ اللہ میں پہنچے اور میدان عرفات میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو حضرت اقدس شیخ جلال قدس سرہ کے ساتھ کھڑے تھے۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد واپسی پر حضرت اقدس شیخ جلال الدین قدس سرہ سے پہلے ملتان میں موجود تھے۔ وہ بہت متعجب ہوئے، ان کی عقیدت و ارادت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا اور وہ مثبت روئے حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے لگے۔ حتیٰ کہ خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین قدس سرہ نے ۹۸۲ھ ۱۵۷۵ء میں وصال فرمایا۔

۷۔ حضرت شیخ فتح علی خاں ابوالفتح سامانوی (قدس سرہ) ملتان سے آپ کے والد بزرگوار ایران سے

ہندوستان آئے۔ اور سامانہ میں سکونت اختیار کر لی، آپ نے اپنے علم و فن کی بدولت مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر



کے دربار میں عزت و منزلت پائی آپ کو تصوف و عرفان سے گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ کمال کی تفسیر کے دامن امداد سے وابستہ ہو گئے، اور درجہ کمال کو پہنچے۔ ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۱ء میں دصال پایا بزاز شریف علاقہ پٹیالہ میں واقع ہے۔

ہماری عظیم مملکت خداداد پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں آپ ہی کے اخلاف ہیں سے تھے۔ روسائے پنجاب کے مصنف نے آپ کے خاندان کے بارے میں لکھا ہے، کہ یہ منڈل خاندان تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں سامانہ سے کرنال میں آکر آباد ہوا۔ ایک زمانہ میں سامانہ اور اس کے قریب و حوازیں انکا بڑا عروج رہا تھا۔ بندہ بیراگی کے ہاتھوں تنگ آکر سامانہ سے نقل مکانی کر کے نصیر پور کے گرد و نواح میں آباد ہوئے۔ اس خاندان کے قلعہ جات اور محلات مرتضیٰ پور میں پیہوا اور تھامیر کے درمیان واقع ہیں۔ بعد ازاں اس خاندان کے افراد یہاں سے کرنال اور سہانپور میں جا کر آباد ہو گئے، انگریزی عہد اقتدار میں نواب احمد علی خاں اس خاندان کے سربراہ تھے۔

۸ حضرت شاہ ہاشم بنو توی (قدس سرہ) | پر گزرتے بنوت علاقہ گجرات لکا ٹھیادار میں واقع ہے۔ جہاں خاندانی سادات العظام کے بہت سے گھر نے آباد تھے تصفیہ

باطن اور تزکیہ نفس میں مشہور خلائق تھے حضرت شاہ ہاشم اس علاقے کے ایک سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور وہاں کے رئیس تھے۔ آپ علم و فضل میں علم معقول و منقول اور علم حدیث سے بھی منصف تھے کشف باطنی میں بے مثل تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن ہم شکار کھیلتے ہوئے دور نکل گئے۔ وہاں پیاس نے سجد غلبہ کیا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ تو کونواں نظر پڑا۔ میں نے کنوئیں میں پہنچ کر پانی نکالا۔ پیالہ بھر کر پینا چاہتا تھا، کہ ایک کتا دکھائی دیا جس کی زبان شدت پیاس کی وجہ سے نکلی پڑتی تھی۔ ہم نے پیالہ اس کے آگے رکھا۔ وہ کتا پینے لگا۔ ہم تقریباً پانچ کوس تک لوہی پیالہ تھا مے چلتے گئے۔ کتا کہنے لگا۔ گڑیں ایک کتا ہوں، تم جاؤ اور کام کرو۔ ہم نے کہا: جب تک یہ پانی نہ پی لو گے۔ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ مشکل یہ الفاظ ہمارے منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ وہ ایک آدمی کی صورت میں نمودار ہو گیا۔ اور چند گھونٹ بھر لئے۔ اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ حضرت شاہ ہاشم قدس سرہ بے خود ہو گئے اور اسی اثنا میں مجذوب کامل کے درجے کو پہنچ گئے۔ جذبہ استغراق کی حالت میں جنگلوں میں پھرنے لگے۔ اس واقعہ کی اطلاع شہر میں جب آپ کے بھائی سید مبارک کو ملی۔ تو وہ بڑی جنجواؤ اور تلاش کے بعد انہیں شہر میں لائے۔ ایک روز حضرت اقدس سہ حالت سواری جا رہے تھے۔ اور سید ہاشم پابریہ فتراک میں ہاتھ ڈالے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے۔ سید مبارک کو خاندانی غیرت آئی۔ اور انہیں ملامت کی۔ شاہ ہاشم قدس سرہ نے کہا تمہیں اس مرد خدا کی کیا

خبر ہے۔ سید مبارک بھی نیک سیرت اور بڑے زہد و اتقا کے مالک تھے۔ ان کی عادت خاص تھی۔ کہ جب کسی کے ضمیر پر واقف ہونا چاہتے۔ تو جنگل میں چلے جاتے۔ اور دو گانہ پڑھتے۔ ہاتھ اس شخص کی حقیقت حال سے انہیں آگاہ کر دینا چنانچہ اس دفعہ بھی حسب معمول جنگل میں جا کر دو گانہ ادا کیا۔ تو آواز آئی۔ تو اس مست جام شراب محبت درویش کی حقیقت سمجھنے سے عاری ہے۔ یہ سن کر سید صاحب حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قدموں ہو گئے۔ اور اپنی گستاخی کی معافی مانگی حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت کر کے مریدوں کے سلسلے میں داخل ہوئے سید ہاشم سے کہنے لگے کہ تم تو پاپرہنہ حضرت کی رکاب تھے ہی ساتھ ساتھ چلتے ہو۔ لیکن اب میں سید دیگر رکھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا کروں گا چنانچہ جب کبھی سید مبارک حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے۔ تو پہلے کھانا پکواتے۔ پیسے دیگ میں ڈالتے، سر پر رکھتے، اور پاپرہنہ خدمت پیر و مرشد میں حاضر ہوتے۔

۹۔ حضرت شیخ نور جمال (قدس سرہ) آپ نواب علی قلی خاں شیبانی ساکنستان کے امرائے تھے۔

گھر پلو ماحول مذہبی تھا۔ اس لئے ابتدا ہی سے طبیعت پر مذہبی رنگ غالب رہا۔ لیکن سلوک و عرفان کی طرف زیادہ رجحان عمر کے یالیسویں سال کے بعد ہوا۔ اور توبت یہاں تک پہنچی۔ کہ فتاویٰ اللہ و فتاویٰ الشیخ ہو گئے۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ علوم دینیوں کے علاوہ علم لدنی کے بھی پیرہ ورتھے۔ چنانچہ مذہبی مسائل کو بڑی خوبی سے سلجھاتے۔ اور دور و نزدیک کے بڑے بڑے علماء آپ سے کسب فیض کے لئے آتے۔ نظر میں بلا کی تاثیر اور قلب میں شدید جذب تھا۔ آپ کے مناقب بہت بلند ہیں۔ شیخ نور جمال کی وجہ سے ہی نواب علی قلی خاں سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک ہوا تھا۔ شیخ نور جمال قدس سرہ ملتان کے نواح میں ۱۸۹۹ء ۱۹۰۲ء میں متولد ہوئے اور ۱۹۰۶ء ۱۹۰۷ء میں وصال کیا۔

شیخ نور جمال قدس سرہ جب بھی علی قلی خاں کی محفل میں اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کمال کبیری قدس سرہ کے کشف و کرامات اور تصرفات غیبی کا ذکر کرتے تو علی قلی خاں جواب دیا کرتا۔ کہ یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ ایسے کمالات کے بزرگ ہوتے ضرور ہیں۔ مگر آج ہندوستان میں اس شان کے اور اس مقام کے بزرگ نہیں ہیں جب بھی شیخ نور جمال اپنے مرشد کا ذکر کرتے علی قلی خاں یہی جواب دیا کرتا۔

ایک مرتبہ نواب موصوف کو کسی سرکاری کام کے سلسلے میں شاہ دہلی کے روبرو حاضر ہونا پڑا۔ اس نے شیخ نور جمال سے کہا کہ میں دہلی جا رہا ہوں، چونکہ کبیرہ بھی دہلی کے نزدیک ہے، اس لئے میں آپ کے مرشد کی زیارت بھی کروں گا۔ نواب موصوف شیخ نور جمال قدس سرہ کو اپنے ہمراہ لے چلے۔ دہلی سے فارغ

ہو کر معرہ حرم و چشم کیتھل کو روانہ ہوئے۔ راستے ہی میں تھے کہ رات کے وقت نواب موصوف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ارشاد نبوی ہوا کہ اے علی قلی! یہ تمہارا شیخ ہے، نواب موصوف نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت نور جمال قدس سرہ ان کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ اس لئے خواب میں ان کا تصور ہو گیا۔ پھر سوچا کہ شیطان حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اس شش و پنج میں نواب موصوف کیتھل کی حدود میں داخل ہو گیا جب در دولت پہنچا۔ تو اس وقت حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ صدر دروازے ہی میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: تیرا اب تک یہی خیال ہے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ جب تمام مردان خدا دنیا سے اٹھ جائیں گے۔ تو قیامت آجائے گی، علی قلی خاں بیعت سے کانپ گیا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس نے قدموں پر سر رکھ لیا۔ آپ نے اس کا سر اٹھایا۔ اور اسے بیعت سے سرفراز فرمایا۔

۱۰۔ حضرت شیخ طیب | شیخ طیب قدس سرہ کا شمار حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ تو مسلم تھے۔ اور آپ کا اصلی نام میدنی ملہ تھا۔

حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ کے دستِ حق پر اسلام قبول کیا۔ حضرت اقدس نے طیب نام تجویز کیا۔ آپ کے مناقب بہت بلند تھے۔ ریاضات شاقہ کی وجہ سے جسم گھل کر محض استخوان رہ گئے تھے۔ زہد و تقویٰ اس قدر تھا کہ لافنی برضائے الہی رہتے تھے۔ اور دنیاوی تعلقات پر تکیہ کرنے کو عیب خیال کرتے تھے۔ روپے پیسے سے طبعی طور پر نفرت ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ سکا لڑیج الوقت سے ہاتھ مس ہو گیا۔ تو آپ نے ہاتھ فوراً بھٹک دیا۔ اور شادی عمر افسوس کرتے رہے۔ کہ میں نے روپے کو کیوں چھوا۔

آپ کے نام پر کیتھل میں ایک محلے کا نام محلہ شیخ طیب ہے، آپ نے اکبر شاہ کے زمانے میں کیتھل میں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جسے مسجد شیخ طیب کہتے ہیں۔ اس مسجد کا ذکر سچے گندہ چکا ہے۔ دربار قادریہ میں لکھا ہے کہ کیتھل کے قریب ڈھوڑ نامی تالاب تھا۔ حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ اس طرف سیر و سیاحت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ اور خادموں کے ہمراہ اس تالاب پر تشریف لے گئے۔ ایک شخص ایک بکرا، ایک من آٹا، آدھ من چاول، دوسن دودھ اور دیگر سامان کھانا تیار کرنے کے لئے لے کر آیا، ایک ہندو یاد فروش نے کہا: آپ تو صرف چارہ ہیں۔ اور کھانے کا سامان اس قدر زیادہ ہے جس سے سو آدمی سیر ہو کر کھا سکتے ہیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ نے فرمایا: یہ دونوں جوان ابوالمکارم اور طیب ہی سیر ہو کر نہ کھائیں گے! کھانا تیار ہو گیا۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم اور حضرت شیخ طیب حسب ارشاد دسترخوان پر بیٹھے تو وہ تمام کھانا کھا گئے۔ یہاں تک کہ پانی بھی نہ پیا۔ وہاں سے سوار ہو کر خانقاہ میں پہنچے ہی تھے کہ ایک طالب علم کہہاں سے دس آدمیوں کا کھانا آیا۔ وہ بھی مذکورہ حضرات کھا گئے

اور بھوک کی شکایت کی، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے فرمایا: "بادرچی خانے میں جس قدر کھانا ہے وہ بھی لے آؤ، وہ کھانا بھی ایک من کے قریب ہوگا۔ اسے بھی وہ دونوں حضرات کھا گئے۔ اور پھر بھی بھوک بھوک پکالتے لہے پھر یہ دونوں حضرات، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ بھوک دور نہیں ہوتی، آپ نے اپنے پینے سے بچا ہوا پانی اتھیں پلایا جس سے ان کی تسکین ہوئی، بنا دقروش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے آپ کے کمال کا چرچا دور دور پھیلا دیا۔"

آپ ۹۳ھ / ۱۵۳۲ء میں دیپالپور میں پیدا ہوئے۔  
۱۱۔ حضرت قاضی عبدالرحمن دیپالپوری (قدس سرہ) قاضیوں کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ علوم

معقول و منقول کی تحصیل... کے بعد سلوک و تصوف کی دنیا میں داخل ہوئے۔ اور ۹۷۸ھ / ۱۵۷۲ء میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بیعت کی، حضرت قاضی عبدالرحمن قدس سرہ اپنے علاقے کے پابند شریعت بزرگ تھے۔ اور غیر اسلامی قول و فعل کے صحابی دشمن تھے، اگر کوئی شخص کتاب اللہ کے خلاف کوئی کام کرتا نظر آتا تو وہ اس کے سخت مخالف ہو جاتے تھے، علوم عقلی و نقلی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور اسی وجہ سے آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی، جب حضرت اقدس اپنے وطن مالون سے ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور دیپالپور میں قیام پذیر ہوئے۔ اور ہزار ہا اشخاص آپ کے گردیدہ ہو گئے۔ اور قاضی ممدوح یہ ماجرا دیکھتے۔ تو وہ اکثر وہاں کے بڑے بڑے آدمیوں کو بلا کر یوں خطاب کرتے کہ تم کو خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنا چاہیے، کہ اس مجذوب اور نازک دنیا شخص کی ہم نشینی رواد رکھتے ہو، خبردار ایسے شخص کے قریب ہرگز نہ چٹکننا، لیکن حضرت اقدس کے مریدوں پر قاضی عبدالرحمن کی تقریر کا مطلق اثر نہ ہوتا۔ اب قاضی موصوف نے غیرت شرمی کی بنا پر تنگ اگر شرمی سزا دینے کا اہد کر لیا۔ اور اس علاقے سے حضرت اقدس کو نکال دینے کا فیصلہ کیا۔

ایک روز انہی خیالات میں غلطاں دیچیاں جنگل کی طرف نکل گئے، حضرت اقدس سامنے سے تشریف لارہے تھے۔ رعب و لایت و شان جلالت کا قاضی عبدالرحمن پر ایسا غلبہ ہوا کہ ساری تقریر بھول گئے۔ اور جزات سخن نہ ہوئی، حیران و پریشان دست بستہ خدمت عالی میں حاضر ہوئے، حضرت نے فرمایا: "عبدالرحمن ہماری رفاقت میں آؤ، اور ضرورت کے مطابق ہمارے ساتھ چلو، چند گز طے کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا، کہ عبدالرحمن دیکھو، جب تک میں نہ آؤں یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔ اور... عبدالرحمن حکم کے مطابق وہیں کھڑے رہے۔ بہت دیر گزرنے پر قاضی موصوف کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور خیال کیا کہ اس محرم خلوت گھرانے راز مجذوب کا یہاں آنا ناممکن ہے۔ واللہ اعلم عالم جذب و مستی میں کس طرف نکل گئے ہیں

اس لئے میرا یہاں ٹھہرنے کے لئے سو ہے۔ مجھے اپنا کام کرنا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ وہاں سے چل پھڑے ہوئے، لیکن تھوڑی دیر ہی چلے گئے۔ کہ ایک شیرازیاں دکھائی دیا۔ سامنے ایک درخت تھا۔ مفرک راستہ تلاش کرنے کے لئے اس درخت پر چڑھ گئے۔ لیکن وہاں ایک خوفناک اثر ہوا شاخ پر نمودار ہوا۔ جیسے دیکھتے ہی اوسان خطا ہو گئے۔ نہایت پریشان ہوئے۔ کہ اگر راستہ اختیار کروں تو شیر کا لقمہ بنتا ہوں، اور اگر درخت پر چڑھتا ہوں تو اڑدے کی خوراک۔ قریب ہی ایک کنواں تھا جو خود کو اس میں گرا دینا چاہا لیکن دیکھا کہ کنواں پانی سے خالی ہے۔ اور ایک مفتون شخص اس میں پڑا ہے۔ ساری آب و تاب جاتی رہی۔ ڈر کے مارے زبان سے حکم تک نہ نکلتا تھا۔ ہوش اڑ گئے اور ہلاکت کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ اسی عالم اضطراب اور بے چینی میں تھے۔ کہ حضرت شاہ کمال کبچلی نے پکارا "عبدالرحمن ہوش میں آ۔ کس وسم میں مبتلا ہے"۔ حضرت قاضی عبدالرحمن نے نگاہ اٹھائی، تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ نہ وہ ہونک کنواں ہے اور نہ وہ خونخوار شیر اور نہ ہی درخت پر وہ ہیبت ناک اثر ہا یہ ماجرا دیکھ کر یک لخت علم ظاہری کا سارا غرور جاتا رہا۔

حضرت قاضی عبدالرحمن علوم ظاہری میں تو ممتاز مقام کے حامل تھے، لیکن دولت باطنی سے محروم تھے۔ اور اولیاء اللہ کے وجود کے منکر تھے۔ حضرت شاہ کمال کبچلی قدس سرہ نے آپ کے قلب پر خاص توجہ فرمائی اور جب انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ غلطی پر ہیں۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور عرفان و سلوک کی تمام منزلیں طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت قاضی عبدالرحمن ۹۹۵ھ / ۱۵۸۷ء میں وصال کیا۔ اور دیپالپور میں ہی دفن ہوئے، جہاں آپ کا مزار مرجع خلافت ہے۔

۱۲۔ حضرت باوا سیتل داس | صاحب تذکرہ غوثیہ کے مطابق باوا سیتل داس بھی حضرت شاہ کمال کبچلی قدس سرہ کے تربیت یافتہ اور جلیل القدر اور با عظمت خلفائے سے ہیں۔ انہوں نے مشرف بر اسلام ہو کر ہندوستان کے اطراف و اکناف میں اس کی ترویج و ترقی میں سرگرم اور پر جوش حصہ لیا۔ باوا سیتل داس اصل نام ہے۔ لیکن باوا سیتل پوری کے نام سے مشہور ہیں۔ باوا صاحب کے آبا و اجداد صد ہا سال سے کبچلی میں آباد تھے۔ باوا صاحب ابھی بچے ہی تھے۔ کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ باوا صاحب ایام طفولیت میں اکثر جذبات کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ کئی کئی روز تک اسی حالت میں جنگلوں میں پھرتے۔ اس دوران میں آپ فکر خورد و نوش سے بے فکر رہتے تھے۔ باوا صاحب کو لوگ ان کی عادات کی وجہ سے سیتو باوا کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

باوا صاحب کی والدہ ماجدہ محنت مزدوری کر کے اور مقامی زمینداروں کی نجی خدمات سرانجام

دے کر اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالا کرتی تھیں۔ ایک روز وہ اپنے اور اپنے بچے کے کپڑے دھونے کے لئے گاؤں کے باہر جو پٹر پم تشریف لے گئیں۔ گاؤں کے ایک بد مغز اور سرکش جاٹ نے باوا صاحب کی والدہ کو بے آسرا اور غریب دہلے کس جان کر اپنی فرعونیت کے نشہ میں برا بھلا کہا۔ دھکے دیئے۔ اور جو پٹر پم سے بھگا دیا وہ گھر آکر رونے لگیں اتنے میں باوا صاحب بھی اپنی صحرانوردی سے تشریف لے آئے، والدہ ماجدہ کو گریہ وزاری کرتے دیکھا تو مضطرب ہو کر اس کا سبب پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ جس ماں کی تم جیسی ناکارہ اولاد ہو، اس کو جو شخص بھی چاہے برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ اور پھر ساری داستاں کہہ سنائی۔ یہ سن کر باوا صاحب پر جلال کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی معاً.....

..... تمام جو پٹر اس طرح خشک ہو گیا کہ گویا برسہا برس سے اس میں پانی تھا ہی نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ بستی لدانہ کے تمام کنویں بھی خشک ہو گئے۔ باوا صاحب اپنی والدہ کو ہمراہ لے کر کینٹھل کی طرف چلے آئے۔ اور گاؤں کے لوگ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بے تاب ہو گئے۔ مویشی مرنے لگے۔ اور انسان پانی کی بوند بوند کو ترس گئے۔ آخر ان لوگوں پر حقیقت کھل گئی۔ اور انہیں باوا صاحب کی عظمت کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے کینٹھل میں آئے، اور باوا صاحب کے حضور عجز و انکساری سے پیش آئے، اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کر کے معذرت خواہ ہوئے اور عرض کیا کہ گاؤں میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں کے بچے بوڑھے ستورے اور چرند پرند بے تاب ہو رہے ہیں۔ لہذا ان پر رحم فرمایا جائے۔ باوا صاحب نے ازراہ شفقت ان لوگوں کی بات مان لی۔ اور ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے دعا کی۔ دعا مستجاب ہوئی جب لوگ گاؤں میں واپس آئے تو جو پٹر تالاب اور کنویں اس طرح پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ جیسے کبھی خشک ہی نہیں ہوئے تھے۔

باوا صاحب نے باقی عمر کینٹھل تشریف میں ہی گزار دی۔ اور طبابت کا کام کرتے رہے ہندوؤں کے حلقے میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ جب حضرت شاہ کمال کیتھلی کینٹھل میں تشریف لائے۔ تو آپ کی شہرت باوا صاحب کے کالوں تک بھی پہنچی۔ لیکن انہوں نے وقت کی اس آواز پر کان نہ دھرا۔ آخر کار یہ آواز اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ اور باوا صاحب کو کمالی درگاہ پر سر جھکاتے ہی بنی حضرت شاہ کمال کیتھل سے باوا صاحب کی عقیدت کیسے بڑھی اور کیسے پختہ ہوئی، یہ سب کچھ گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ باوا صاحب کو حضرت شاہ کمال کیتھلی کی صحبت سے جو فیضان حاصل ہوا وہ حیضہ تھوڑے سے باہر ہے۔

لے بعد میں اس گاؤں کا نام باوا صاحب کے نام کی نسبت سے "بابا کالدانہ" مشہور ہوا۔ یہ گاؤں کینٹھل تشریف سے مغرب کی طرف تقریباً سات آٹھ میل کے فاصلے پر اور رستی سیہرٹاسے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ (مؤلف)

تذکرہ غوثیہ میں ایک گفتگو درج ہے۔ جو حضرت میراں شاہ بھیک اور باواسیتل داس (قدس سرہ) کے درمیان ہوئی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالی نظر نے باوا صاحب کو کس ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا۔ تذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت میراں شاہ بھیک قدس سرہ نے باواسیتل داس کی خدمت میں یہ ہندی شعر لکھ کر اسے دیا۔

چلتے چلتے جب گئیو اولد بھیک دوارے دور

خرچی زبیری پگ تھکے کوئی جا کے حضور !

باواسیتل داس نے اس پہلی نمائش کا جواب شعر میں اس طرح دیا

جن ٹہیں تم جات ہوان ٹہین ہے دور ست نام سیتل پوری جو سن مکھ رہے حضورم  
حضرت میراں شاہ بھیک قدس سرہ نے منازل سلوک و عرفان اس طرح طے کیں جس طرح ایک مرد بزرگ تقاضائے عمر کی وجہ سے لاطھی کا سہارا لے کر ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے، لیکن کمالی نظر کی وجہ سے باواسیتل داس نے منازل اس طرح طے کی ہیں جس طرح کون شخص کار میں بیٹھے فرارٹے بھرتا چلا جا رہا ہو، یہی وجہ تھی کہ حضرت میراں شاہ بھیک قدس سرہ وقتاً فوقتاً باواسیتل داس سے بعض مسائل میں صلاح و مشورہ کرنے رہتے تھے۔ اور آپ باواسیتل داس سے خاص انس رکھتے تھے۔ مندرجہ بالا شعر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

تاج الدین محمود انصاری نے باواسیتل داس کے بارے میں فرمایا ہے

باواسیتل داس راز عارفاں حق بدار !

زانکہ آواز خاندان قادری نوشیدہ جام !

باواسیتل داس نے ۹۸۱ھ/۱۵۸۳ء میں وصال پایا۔ باواسیتل داس قدس سرہ اگرچہ مسلمان ہو چکے ہیں ان کی وفات پر ہندوؤں نے انہیں ہندو ہی تسلیم کیا۔ اور ہندو رسوم کے مطابق تجھیر و تکفین عمل میں لائی گئی۔ چنانچہ بقول مصنف دربار قادری حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار مقدس کے نزدیک ہی تالاب کے کنارے ایک مڑھی آپ کی یاد میں تعمیر کی گئی۔ جہاں ہندو ہر سال درشن کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

باواسیتل داس کے وصال کے بعد آپ کے عقیدت مند اور گدی نشین آپ کے نفع

پر پہلے بابا کالدانہ جاکر حاضری دیتے ہیں۔ اور بعد میں آکر کیتھلی شریف میں آپ کی سادھی پر باا

ادا کرتے ہیں۔ بابا کالدانہ میں ہر سال باوا صاحب کی یاد میں ایک میڈ منعقد ہوتا ہے جہاں

دراز سے لوگ آکر شرکت کرتے ہیں۔ میڈ کے خاتمے پر سب لوگ کیتھلی شریف آکر باوا صاحب کی

سادھی پر حاضری دیتے ہیں۔

ہم نے حضرت شاہ کمال کی عقلی قدس سرہ کے خلفائے کرام کے بارے میں کافی کاوش سے حالات  
**باقی خلفاء** انہیں کئے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمیں اس ضمن میں تمام خلفاء کرام کے  
 حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ اور جن حضرات کے حالات ہم نے درج کئے ہیں انہیں بھی اگرچہ جامع تو نہیں  
 کہا جاسکتا تاہم نہایت تحقیق کے بعد ان چند اصحاب سے متعلق جو کچھ بھی میسر آسکا وہ ہدیہ تقاریر میں کیا  
 جاسکتا ہے۔

جن اصحاب سے متعلق حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ ان کے متعلق اس قدر ضرور کہا جاسکتا ہے  
 کہ ان میں اکثر حضرات بیرونی ممالک میں حضرت شاہ کمال کی عقلی قدس سرہ کے زمانہ سیر و سیاحت میں سلسلہ مریدی  
 میں منسلک ہو کر خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے ان میں سے بعض حضرات برصغیر پاک و ہند میں بھی تشریف لائے  
 اور کینٹھل تشریف میں کافی عرصہ مقیم رہے۔ خواجہ الحق، حضرت مودود محمود سالوئی، اور خواجہ امان اللہ حسینی  
 قدس اللہ اسرارہم علاقہ کینٹھل کے باشندے تھے۔ اور مقربان خاص کا درجہ رکھتے تھے، زہد و اتقا، علوم  
 دینی و دنیوی تصفیہ باطن و تزکیہ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ (ایشاد و استغناء، امداد غربا، تسلیم و رد فنا  
 صبر و شکر اور عبادت و ریاضت الہی، ان حضرات کا طریقہ تھا۔

## کتابیات

- ۱۔ اخبار الاخیار۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔
- ۲۔ اسرار الاسرار۔ شہاب الدین مخاطب بنظام۔
- ۳۔ الہام رہفت روزہ، بہاولپور۔ مشائخ نمبر ۱۱، فروری ۱۹۷۵ء۔
- ۴۔ انیس القادریہ۔ بہاولحق قادری۔
- ۵۔ انقباء فی سلاسل اولیاء اللہ اور اذفتحہ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔
- ۶۔ بحر القنوت۔ شیخ نظام الدین بن عبد الشکور العمری التانیسی۔
- ۷۔ تحفۃ الابرار۔ مرزا آفتاب بیگ عرت محمد نواب مرزا بیگ دہلوی۔
- ۸۔ تحقیقات چشتی۔ مولوی نور محمد چشتی لاہوری۔
- ۹۔ تذکرہ اولیائے ہند۔ مرزا محمد اختر۔
- ۱۰۔ تذکرہ شرافت غوثیہ۔ خواجہ غلام غوث بٹالوی۔



- ۱۱۔ تذکرہ غوثیہ - شاہ محمد غوث پانی پتی - مرتبہ گل حسن -
- ۱۲۔ تاریخ پنجاب - عبدالکریم
- ۱۳۔ تذکرہ الملتان - نامعلوم الاکم
- ۱۴۔ تاریخ آج شریف - امین -
- ۱۵۔ تاریخ فرشتہ - محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی -
- ۱۶۔ تاریخ فیروز شاہی - ضیاء الدین برنی -
- ۱۷۔ تواریخ کیتھل (قلمی) - محمد باقر -
- ۱۸۔ تواریخ بزرگان کیتھل (قلمی) - محمد شاکر -
- ۱۹۔ جواہر مجددیہ - فقیر احمد حسین خاں -
- ۲۰۔ جواہر علویہ - شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی -
- ۲۱۔ حضرات القدس - بدر الدین سرہندی -
- ۲۲۔ حیات مجدد - محمد فرمان -
- ۲۳۔ حدائق الخفیہ - فقیر محمد جلیلی -
- ۲۴۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ - مفتی غلام سرور -
- ۲۵۔ دربار قادری - محمود علی مائل -
- ۲۶۔ روسائے پنجاب (اردو ترجمہ) سید نواز شمس علی -
- ۲۷۔ روزنتہ القیومیہ - خواجہ کمال الدین احسان -
- ۲۸۔ زبدۃ المقامات - خواجہ محمد ہاشم کشمی -
- ۲۹۔ سفینۃ الاولیاء - شہزادہ داراشکوہ -
- ۳۰۔ سفینۃ الاولیاء - شہزادہ داراشکوہ -
- ۳۱۔ سیر العارفين - محمد جمالی -
- ۳۲۔ سیح السراء - خواجہ محمد معصوم نقشبندی دہلوی -
- ۳۳۔ علمائے ہند کاشاندار ماضی - سید محمد میاں -
- ۳۴۔ قصص عارفان - احمد علی -
- ۳۵۔ کلیات مجددیہ فی احوال الاولیاء -

- ۳۶۔ گلزار خوارق (قلمی) خواجہ حبیب اللہ سہندی۔  
 ۳۷۔ گنج بخش (ماہنامہ) لاہور مئی ۱۹۵۶ء۔  
 ۳۸۔ مناقب غوثیہ محمد صادق شہابی سعدی قادری۔  
 ۳۹۔ مخازن القادریہ شمس الدین ابن ولی اللہ۔  
 ۴۰۔ مناقب الاولیاء بدیع الدین سہندی۔  
 ۴۱۔ مناقب الحضرات۔ محمد امین بدخشی۔  
 ۴۲۔ مفتاح التواریخ۔ بیل و دانشور۔  
 ۴۳۔ مقامات احمدیہ۔ خواجہ محمد امین۔  
 ۴۴۔ مکتوبات حضرت شاہ کمال حضرت شاہ کمال کیتھی۔  
 ۴۵۔ مبداء معاد۔ شیخ احمد سہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی۔  
 ۴۶۔ مجمع الاسرار (دو ترجمہ) پیر بہادر شاہ۔  
 ۴۷۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین۔ مولوی محمد عبدالستار سہرامی۔  
 ۴۸۔ مشاہیر اسلام۔ محمد الدین فوق۔  
 ۴۹۔ زحمت الخواطر۔ مولانا عبدالحمید۔  
 ۵۰۔ نقحات الانس۔ عبدالرحمن جامی۔

52. Chiefs and Families of note in the Punjab : H. Label Griffin & Col. Massey.
53. Encyclopaedia Britanica Vol, 13.
54. Gazetteer of the Karnal District. : A Punjab Govt. Publication. 1883-84.
55. " " " " " 1892 " " "
56. " " " " " 1904 " " "
57. " " " " " 1912 " " "
58. " " " " " 1915 " " "
59. " " " " " 1935 " " "
60. " " " Montgomery District. " " " 1935
61. " " " " " 1940 " " "
62. History of the Punjab. Syed Mohammad Latif.
63. A Hand Book of Travellers in India, Pakistan, Burma and Ceylon : Rushbrook Williams.
64. Settlement Scheme of Karnal District, A. M. Stow.
65. The Annals of Karnal C. H. Buck.
66. Riway-i-Am of Tahsil Kaithal of Pargana Indri in the Karnal District. Dovie.
67. Ancient Geography—General Cunningham.
68. Culcutta Review (Oct. 1844) Article on Kaithal by Lawrence.

## دنیا نے حاضر کی مفید ترین کتاب :- "چینی کی اہمیت" کے بارہ میں چند رائے

• ایپریلز آن ٹانگ دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ اور صرف انگریزی میں چالیس مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ جتنے لوگوں پر مسرت اور زندہ درواں دواں زندہ گئے کے دروازے اس کتاب نے کھولے ہیں کسی کتاب نے نہیں کھولے۔ اس کتاب نے لاکھوں انسانوں کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو پرمسرت بنایا ہے۔ میں "چینی کی اہمیت" کو دنیا نے حاضر کی مفید ترین کتابوں میں سے ایک سمجھتا ہوں۔

• ریماں ابشر احمد، مدیر، ہالیوڈ  
"چینی کا فن کیا ہے؟ اس کی بنیادی قدریں کیا ہیں؟ ان کے تال میل میں کیا حسن ہے؟ ان کے گڑ بڑ ہونے میں کیا قبح ہے؟ یہ سب کچھ لیں۔ یو۔ تانگ نے "چینی کی اہمیت" میں کھنگال کر رکھ دیا ہے۔ ایک خشک فلسفی کی طرح نہیں۔ مہرور زندگی کے دلدادہ اس فن کار کی طرح جسے "چینی کی ہر ادا سے عشق ہے" ڈاکٹر محمد الیون صد شعبہ نفسیات و فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور

• لیں۔ یو۔ تانگ نے بالتفصیل اور عملی انداز سے بتایا ہے کہ زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کیسے اٹھایا جاسکتا ہے۔ روزنامہ رائے وقت لاہور

• "چینی کی اہمیت" دوپہر سے زیر مطالعہ ہے اور میں یہ مشکل تمام شام تک اپنے آپ کو آمادہ کر سکا ہوں کہ اسے بند کر دوں۔ زندگی کے خشک مسائل پر اتنی دلچسپ کتاب آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔ نیاز فتح پوری، ایڈیٹر، نگار

• لیں۔ یو۔ تانگ کا طرز فکر ایشیائی ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہم اسے اردو کے قالب میں دیکھتے ہیں تو اس کے لہجہ اور اظہار میں کسی قسم کی اجنبیت نہیں پاتے۔ اگر لیں۔ یو۔ تانگ کا انداز تحریر تیز طرار اور پر خلوص ہے تو مختار صدیقی نے بھی اپنے ترجمے میں بے ساختہ شگفتگی اور مناسب الفاظ کے برہنہ استعمال کو اپنایا ہے۔

کتب میری لائبریری کے لیے

سید خورشید حسین بخاری ہی کے عظیم تحقیق تصنیف

## تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی حضرت

یہ کتاب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قادری  
مرشد حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ کا مفصل تحقیقی  
تذکرہ ہے اس شخصیت کے بارے میں حضرت عابد  
الف ثانیؒ نے فرمایا تھا :

• میں آفتاب کی طرف باخیر گئی چشم دیکھ سکتا ہوں ۔  
لیکن (حضرت) شاہ سکندر کیتھلیؒ کے قلب منور کی  
طرف دغیر اشعار ازار کی وجہ سے نظر نہیں  
اٹھ سکتی ۔

قادری کو اس کتاب میں صاحب تذکرہ کی شخصیت ،  
ان کے خاندان ، اولاد ، خلفاء اور ان کے اصلاحی  
کارناموں کا مبسوط تذکرہ ملے گا ۔ ساتھ ہی اس دور  
کی مذہبی اور معاشرتی جھلک بھی دکھائی دے گی ۔  
تاریخ تصون سے دلچسپی رکھنے والے  
حضرات کے لئے مطومات انزا کتاب

قیمت - ۱۵/-

مکتبہ امیری لاہور - لاہور

آل بشیر نیشنل لاہور